

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تاریخ اہل انکستان

جلد سوّم

جان ریچرڈ گرین کی "اے شارٹ ہسٹری آف وی انگلش پیپل" کا اردو ترجمہ
انٹرمیڈیٹ کے لئے

مترجمہ

قاضی تاج الدین صاحب

رکن سررشتہ تالیف و ترجمہ

جامعہ عثمانیہ

۱۳۳۹ھ بمطابق ۱۳۳۳ھ تا ۱۹۲۱ء

عَلَّمَ اللّٰهُ لِقَوْلِهِمْ كَلِمَاتٍ يُفْهَمُونَ

قیمت	روپیہ	۲۰
سکہ عثمانیہ		
سکہ انگلیشی		

58928

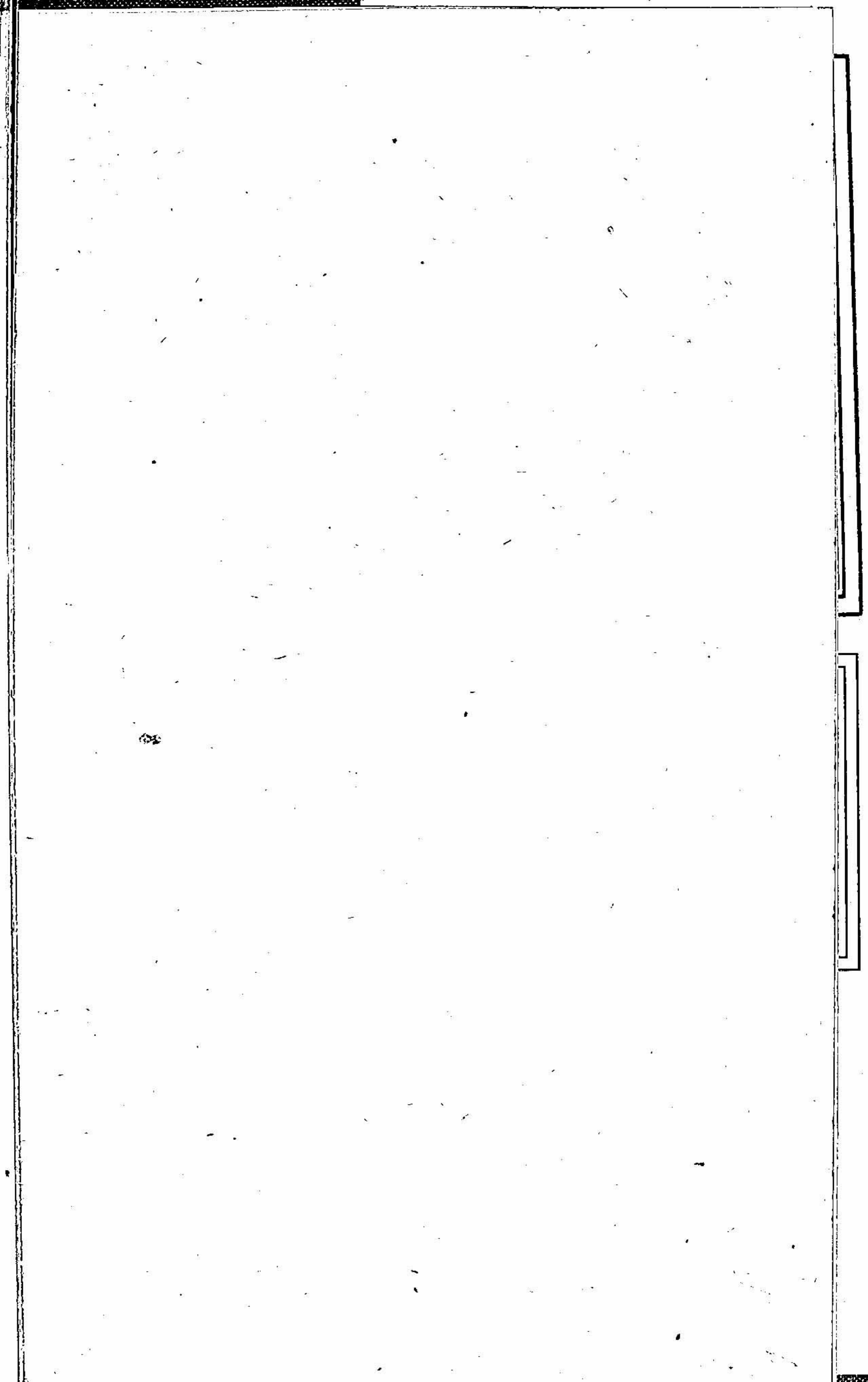
یہ کتاب مسکین پبلیشنگ کی اجازت سے
جن کو حقوق کاپی رائٹ حاصل ہیں
طبع کی گئی ہے

فہرست مضامین

باب ہشتم

————— (۳) —————

۳۶۷	۱	پیوریٹی انگلستان	
۳۵	۱	فرقہ پیورین	جزو اول
۸۵	۳۵	خاندان اسٹوارٹ کا پہلا بادشاہ	جزو دوم
۱۱۴	۸۶	بادشاہ و پارلیمنٹ	جزو سوم
۱۳۲	۱۱۳	نیو انگلینڈ	جزو چہارم
۱۷۹	۱۳۳	حکومت شخصی	جزو پنجم
۲۱۴	۱۸۰	طویل العہد پارلیمنٹ	جزو ششم
۲۲۳	۲۱۵	خانہ جنگی	جزو ہفتم
۲۷۸	۲۴۵	فوج و پارلیمنٹ	جزو ہشتم
۳۰۶	۲۷۹	دولت عامہ	جزو نہم
۳۶۷	۳۰۷	طریقہ پیورین کا زوال	جزو دہم





پورٹینی انگلستان

جزو اول

فرقہ پورٹین

۱۵۸۳ — ۱۶۰۳

{ اس زمانہ کی کلیسائی تاریخ کے اہم واقعات کے متعلق اسٹراپ کے
 اخبار " (Annals) اور اسکی تصنیفات سوانح گزندل و دکھنا
 دیکھنا چاہئے۔ نیل کی تاریخ پورٹین (History of Puritans)
 قطع نظر اس سے کہ غلطیوں سے بھری ہوئی ہے ہمیں اس سے
 زیادہ کچھ نہیں ہے جسے اسٹراپ نے صاف اور سادے طور پر
 بیان کر دیا ہے۔ پرسبیٹین تحریک کے آغاز کار کی بابت "مکالمہ
 در بارہ مشکلات فرنیفرٹ" (Discourse of the Troubles
 at Frank fort) کار آمد ہے۔ یہ کتاب بارہا شائع
 ہو چکی ہے۔ زمانہ مابعد میں اس تحریک کے متعلق الیزبیتھ کی جانب
 سے جو مزاحمت پیش آئی اسکے نسبت مسٹر ماسکل کی "مارٹن مارپرٹیٹ"

(Martin Marprelate) کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ اس کتاب میں ان نایاب رسالوں کے اقتباسات کثرت سے ہیں جو اس نام سے شائع ہوئے تھے۔ اس تمام جدوجہد کے متعلق "تاریخ دستوری" کے باب چہارم و ہفتم (Constitutional History) میں مسٹر ہیلیم کی تحریرات اپنی وضاحت و سلاست و ناظر فذاری کے لحاظ سے نہایت قابل قدر ہیں۔ فرقہ پیورٹین کے روز مرہ کے زندگی کے حالات و مینگٹن کے روزنامے سے معلوم ہو سکتے ہیں اور اسکی اعلیٰ جانب کی کیفیت کرنل ہچین کی "یادگار" (مرتبہ مسٹر ہچین) اور ملٹن کی ابتدائی زندگی کے حالات (مصنفہ مسٹر ہچین) سے واضح ہوتے ہیں۔

کتاب مقدس

الیزبیتھ کے وسط حکومت اور لانگ پارلیمنٹ (طویل العہد پارلیمنٹ) کے اجتماع کے درمیانی زمانے میں انگلستان میں جیسا وسیع اخلاقی تغیر واقع ہوا ایسا تغیر کبھی کسی قوم کے اخلاق میں واقع نہیں ہوا تھا۔ باشندگان انگلستان ایک کتاب پرست قوم بن گئے اور جس کتاب کی وہ پرستش کرتے تھے وہ کتاب "کتاب مقدس" تھی۔ اس وقت تک انگریزی زبان میں بھی ایک کتاب تھی جس سے ہر انگریز مانوس تھا۔ گرجا ہو یا مکان دونوں جگہ یہی ایک کتاب پڑھی جاتی تھی۔ اور جن لوگوں کو پابندی مراسم نے نہیں نہیں کر دیا تھا ان کے دلوں میں اسکے الفاظ سے حیرت انگیز جوش پیدا ہو جاتا تھا۔ اسقف ہارن نے جب پہلی مرتبہ کتب مقدس کی چھ جلدیں سنٹ پال کے گرجا میں رکھیں تو بہت سے خوش مذاق لوگ کثرت کے ساتھ اسکے سننے کے لئے آنے لگے خاص کر جب کوئی خوش ایمان پڑھنے والا ملتا۔ ایک شخص جان پورٹر نامی اکثر ان نیک

کام کو کیا کرتا تھا جس سے خود اسے اور دوسروں کو حظ حاصل ہوتا تھا۔ پورٹر ایک نوجوان اور عظیم الجثہ شخص تھا اور اسکے سننے کیلئے بہت بڑا اثر و حام ہوجاتا تھا۔ اسکی طرز قراءت بہت پسندیدہ اور اسکی آواز بہت صاف تھی۔ مگر اس نیک کام کیلئے زیادہ مدت تک جان پورٹر کے سے لوگوں کی ضرورت نہیں رہی۔ عہد نامہ قدیم و جدید کے اقتباسات خود گرجا کی معمولی عبادت میں سنائے جانے لگے اور جینیوا کی چھپی ہوئی چھوٹی چھوٹی جلدوں نے انجیل کو ہر گھر میں پہنچا دیا۔ کتاب مقدس کی اس ہر دلعزیزی کے لئے مذہب کے علاوہ اور اسباب بھی تھے۔ وکلف کے از یاد رفتہ رسائل کے سوا انگلستان کے علم ادب میں نثر کا تمام حصہ تبدیل اور کورڈیل کے ترجمہ اناجیل کے بعد پیدا ہوا ہے جہاں تک عام قوم کا تعلق تھا جس زمانہ میں کتب مقدس کے گرجوں میں رکھے جانے کا حکم ہوا ہے اس زمانے میں نثر میں کوئی تلخ یا کوئی قصہ موجود نہ تھا اور نظم میں بھی چاسر کی غیر معروف نظموں کے سوا شاید ہی کوئی نظم انگریزی زبان میں موجود ہو۔ سنٹ پال کے گوشے میں ہر اتوار کو بلکہ ہر روز جو لوگ بائبل کی کتب مقدس سننے کیلئے جمع ہوتے تھے یا جو لوگ گہروں کے اندر بہ نظر عبادت جینیوا کی چھپی ہوئی کتب مقدس سننے کیلئے یکجا ہوتے تھے انہیں ایک نئے علم ادب سے ایک طرح کا تغیر رونما ہوتا جاتا تھا۔ ان لوگوں کا بیشتر حصہ ہر قسم کے علمی اثرات سے بالکل خالی الذہن تھا اور ان کے دلوں پر جب کتب مقدس کے قصص و اخبار، رجز و مزامیر، احکام سلطنت و سیر انبیا، رسولوں کے محکم فرامین، انجیل زویو

امثال تشبیہات ان کے تبلیغی سفروں کے قصے سمندر پر اور کفار کے درمیان ان کے مخاطرات، فلسفیانہ استدلال، الہامی خواب وغیرہ کے بیانات کا پرتو پرتا تھا تو اس اثر کو روکنے والی کوئی اور شے نہیں ہوتی تھی۔ جس طرح یونانی علم ادب کے ذخائر کے شائع ہونے سے ”نشأۃ جدیدہ“ کا انقلاب واقع ہوا، اسی طرح اس عبراتی علم ادب کے قدیم تر مجموعے کی اشاعت سے ”اصلاح“ کا انقلاب رونما ہوا۔ مگر اس انقلاب کا اثر سابق انقلاب سے زیادہ عمیق وسیع تھا۔ یونان و روما کے مصنفین کی قدر و منزلت لطف زبان کی وجہ سے تھی مگر اس مخصوص لطف زبان کو ترجمے کے ذریعہ سے کسی اور زبان میں منتقل کرنا ممکن نہیں تھا اسلئے قدام کا علم ادب صرف معدودے چند ذہنی علم افراد کے اندر محدود رہا اور ان پر بھی اسکا صرف ذہنی اثر پڑا۔ کالت، مور، یا وہ چند پر تصنع اشخاص جنہوں نے فلورنس کی اکیڈمی..... (مجمع العلماء) کے باغات میں غیر پیسوسی عبادت کا سامان ہیا کیا تھا، اس کلیتے سے مستثنیٰ تھے مگر الشاذ کالعدم کا حکم رکھتے تھے۔ برخلاف ازیں عبرانی زبان اور یونانی محاورات کے ترجمے میں حیرت انگیز آسانیاں پیدا ہوگئی تھیں۔ کتب مقدس کے انگریزی ترجمے کو اگر محض علمی نظر سے دیکھا جائے تو بھی وہ اس زمانے کی علمی یادگار کا بہترین نمونہ ہے، اور ہنگام اشاعت سے اسوقت تک اسکے مستقل استعمال نے اسے انگریزی زبان کا معیار بنا دیا ہے مگر جس زمانے کا یہ ذکر ہے اس زمانے میں اسکا علمی اثر اسکے معاشرتی اثر سے گھٹا ہوا تھا۔ عام انگریزوں پر

اس کتاب کا اثر ہزار ہا معمولی باتوں سے ظاہر ہوتا تھا اور سب سے زیادہ اثر عام بولچال میں نمایاں تھا۔ ہمیں بالکرار یہ کہنا پڑتا ہے کہ جس علم ادب تک عام انگریزوں کا دسترس تھا وہ یہی ترجمہ تھا۔ اور جب ہم اس امر کا خیال کریں کہ شیکسپیر، ملٹن، ڈکنز، ٹیکرے وغیرہ کے سے مصنفین کے کلام کے کس قدر فقرے اور جملے بلا ارادہ اس زمانے کی عام بول چال میں مل گئے ہیں تو ہم اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں کہ دو سو برس قبل کتاب مقدس کے لفظوں اور فقروں نے انگریزی زبان میں کیسی گلکاریاں کی ہونگی۔ اسوقت جو استعارات و تشبیہات ہزاروں کتابوں سے لئے جاتے ہیں اس زمانے میں صرف ایک کتاب سے لئے جاتے تھے۔ ان کے اخذ کرنے میں بھی آسانی تھی کیونکہ عبرانی علم ادب نے ہر انداز خیال کے اظہار کا سامان ہیا کر دیا تھا۔ اسپنسر نے ایسی کھالے میون (Epithalamion) میں جس موقع پر اظہار محبت کیلئے نہایت گرم گرم فقروں کا دریا بہا دیا ہے وہاں دلہن کے داخلے کیلئے دروازہ کھولنے کا حکم دیتے ہوئے اسنے وہی الفاظ استعمال کئے ہیں جو حضرت داؤد نے استعمال کئے تھے۔ کرامول نے وینار کی پہاڑیوں پر جب گہر کو چھٹے ہوئے دیکھا تو شعاع آفتاب کا خیر مقدم حضرت داؤد ہی کے الفاظ میں کیا اور کہا کہ ”خدا کو بلندی اور برتری حاصل ہو اور اسکے دشمن پریشان ہوں جس طرح دیہاں فنا ہو جاتا ہے ایسی طرح تو انہیں فنا کر دیگا۔“ نبیوں اور رسولوں کے اس پر عظمت شاعرانہ تخیل سے مانوس ہونکی وجہ سے عام لوگوں کی طبیعتوں میں بھی

ایک طرح کی رفعت و زندہ ولی پیدا ہونے لگی تھی اور باوجود مبالغہ اور
تصنع کے اس زمانے کی طرز بیان آجکل کے رکیک سوقیانہ انداز کے
بہ نسبت قابل تزیج تھی۔

مگر کتاب مقدس کا اثر علم ادب اور معاشرت سے بدرجہا زیادہ
عوام کے اخلاق پر پڑا۔ الیزبیتھ کیلئے یہ ممکن تھا کہ منبروں پر وعظ
کا کہنا بند کر دے یا ان مواعظ کیلئے خاص طریقہ مقرر کر دے
مگر یہ غیر ممکن تھا کہ وہ انصاف رحم اور سچائی کے ان بلند رتبہ
واعظین کو خاموش کر دے یا انہیں اپنا ہمنوا بنالے جنکے بیانات
اس کتاب میں موجود تھے جنکے اوراق خود اس نے اپنی قوم
کیلئے کھول دئے تھے اس زمانے میں جسقدر اخلاقی اثر تمام
مذہبی اخبارات، رسائل، مضامین، خطبات، واعظوں کے بیانات
اور مواعظ سے پیدا ہوتا ہے اس زمانے میں اتنا ہی اثر صرف
ایک کتاب مقدس سے پیدا ہوتا تھا۔ ہم جسقدر بغیرضمانہ طور پر
چاہیں اسپر نظر کریں، یہ اثر ہر حالت میں نہایت حیرت انگیز معلوم
ہوگا۔ تمام انسانی افعال پر ایک ہی اثر غالب و حاوی تھا، اور زمانہ
ماضی میں جسقدر مستعدی پیدا ہوئی تھی وہ سب ایک معین جوش
مذہبی کیلئے ایک مرکز پر مجتمع و مستحکم کر دی گئی تھی۔ قوم کی ہر ایک
طرز و ادا سے یہ تغیر محسوس ہوتا تھا۔ انسان اور انسانی زندگی
کا جو مقصد اب تک سمجھا جاتا تھا ان سب پر ایک نیا مقصد غالب
آگیا تھا۔ ایک نئی اخلاقی و مذہبی تحریک ہر طبقے میں پھیل گئی تھی۔
علم ادب اسوقت کے عام میلان کا آئینہ تھا اور وعظ و مناظرے کی

پورین
لوک

چھوٹی چھوٹی کتابوں نے (جو اب تک پرانے کتب خانوں میں بھری ہوئی ہیں) ادبِ اقدما کے ترجموں اور "نشاۃ جدیدہ" کے اطالوی ناولوں کو نسیا نیا کر دیا تھا۔ الیزبتھ کے مرنے کے دو ہی برس کے بعد گروٹس نے لکھا تھا کہ "انگلستان میں دینیات کی حکومت ہے" سوٹھویں صدی کے علمائے عظام کے آخری شخص کاسوٹیوں کو جب شاہ جیمز نے بلایا تو اسنے معاً یہ رائے قائم کر دی کہ "بادشاہ و رعایا دونوں ادبیات کی طرف سے بے پروا ہیں۔" وہ کہتا ہے کہ "انگلستان میں علمائے دینیات کی بڑی کثرت ہے اور سب اہل علم اسی جانب جھکے ہوئے ہیں۔" دیہاتی کرنل پیمین سے شخص کو بھی دینیات کا شوق پیدا ہو گیا تھا۔ "تخصیل علم سے اپنی فطری قوت فہم کو ترقی دینے کے بعد ہی اسنے پہلا کام یہ کیا کہ مذہبی اصول کے مطالعے میں مشغول ہو گیا" اصل یہ ہے کہ تمام قوم ایک عام کلیسا بن گئی تھی، حیات و دعات کے مسائل جنکے شکوک شکسیر کے زمانے میں اعلیٰ دماغوں سے بھی حل نہو سکتے تھے، اب نہ صرف امرا و علما کی طرف سے پیش کئے جانے لگے بلکہ کسان و وکانڈار بھی انکے جوابات کیلئے زور دینے لگے۔ حق یہ ہے کہ ابتدائی پوریٹنوں کو مردہ دل مذہبی مجنون سمجھنا کسی طرح روا نہیں۔ اور تگڈا ابھی تک مذہبی تحریک کا تضادم عام تعلیم و تقلم سے نہیں ہوا تھا۔ در حقیقت الیزبتھ کے دور حکومت کے ساتھ ساتھ اسکے زمانے کی مخصوص علمی آزادی بھی بتدریج ختم ہو گئی۔ وہ پر حیرت فلسفانہ خیالات جنہیں سدنی نے بروٹو سے

حاصل کیا تھا اور جنگی وجہ سے مارلو اور رائلے پر دہریت کا الزام لگایا تھا ملک کی مذہبی سہل انکاری کی طرح اسکے ساتھ ہی ساتھ فنا ہو گئے مگر درالیزریتہ کی تعلیم کا نسبتاً آسان و لطیف حصہ پیورٹین معرزمین کی طبیعتوں کے بالکل موافق تھا۔ کرنل جیمز شاہ کشوں میں شامل تھا مگر اسکا جو مرقع اسکی بیوی نے کھینچا ہے وہ نرمی اور رحمدلی میں دان و دانگ کی تصویر کی برابری کرتا ہے اس مرقع سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ شباب میں وہ اپنے حسن و جمال میں ممتاز تھا اسکے دانت ہموار اور موتی کے مانند آب دار تھے۔ بال بھورے اور ایام جوانی میں بہت گھنے تھے اور شانوں کے دونوں جانب بڑے بڑے حلقوں میں چکر کھائے ہوئے پڑے رہتے تھے۔ اہم معاملات میں اسکی طبیعت میں نہایت سنجیدگی تھی مگر اوتھارپ کا یہ نوجوان اسکوار باز کے شکار کا شائق اور رقص و سرود اور فن شمشیر بازی کا ماہر تھا، اسکی طبیعت کے صنعتی مذاق کے ظاہر کرنے کیلئے یہ کافی ہے کہ اسے مصوری، سنگتراشی اور جملہ فنون لطیفہ سے ناقدانہ محبت تھی علاوہ بریں اسے اپنے باغوں کی زمین کو ترقی دینے میں لگانے، روشیں بنانے اور جنگلی درختوں کے نصب کرنے میں خاص مسرت ہوتی تھی۔ جس طرح وہ انجلیوں کی تحقیق و تدقیق میں جودت طبع دکھاتا تھا اسی طرح موسیقی سے بھی اسے بہت الفت تھی اس میں اسے بڑی مہارت تھی اور اکثر خیال بنانے کیلئے وہ ستار بجانے لگتا۔ اس میں شک نہیں کہ الیزبیتہ کے

وقت کا سا جوش، اس وقت کی سی حرص و طمع، وسیع احساس و بہمدردی، مسرت کی زود اثری، باقی نہیں رہی تھی مگر اخلاقی عظمت، مردانگی کی وقت اور انضباط و قوت مسادات کو مسترد حاصل ہو گئی تھی پیوٹینوں انسانی کی طبیعتیں انصاف پسند، معزز و ضابط ہوتی تھیں، اس زمانے میں زندگی کا عام انبساط جاتا رہا تھا مگر اسکے بجائے گھروں کے محدود حلقے میں زیادہ فرحت انگیزی پیدا ہو گئی تھی مسز جیمین اپنے شوہر کے متعلق لکھتی ہے کہ "دنیا میں ایک باپ جسقدر شفیق، ایک بھائی جسقدر نیک، ایک آقا جسقدر بہیمان، ایک دوست جسقدر وفا شعار ہو سکتا ہے، یہ سب خوبیاں اس میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔" "نشأۃ جدیدہ" کے جوش خود سری و بے پرواہی کے بجائے ایک طرح کی مردانہ وار پاکیزگی پیدا ہو گئی تھی "نو جوانی و سن رسیدگی کے کسی زمانے میں بھی خوبصورت سے خوبصورت اور دلفریب سے دلفریب عورت بھی مسز جیمین کو غیر ضروری اختلاط اور ناز و نیاز کی طرف مائل نہیں کر سکتی تھی۔ عقلمند اور نیک کردار عورتوں سے اسے محبت تھی اور اسکے ساتھ ہر قسم کی پاک و صاف پیش گفتگو میں اسے لطف آتا تھا مگر یہ گفتگو اس قسم کی ہوتی تھی جسکی نسبت کسی طرح کا نازیبا گمان بھی نہ ہو سکے، مردوں کے درمیان میں بھی وہ فحش گفتگو سے احتراز کرتا تھا اور اگرچہ بعض وقت وہ دلگی و مذاق سے خوش ہوتا تھا مگر اس میں بھی وہ لغویات کی آلائش کا متحمل نہیں ہوتا تھا۔ ایک پیوٹین کی نظر میں زندگی کا وہ لاابالی پن جس میں "نشأۃ جدیدہ" کے لوگ مسرت رہتے تھے، اخلاق و مقصد حیات کے منافی معلوم ہوتا تھا۔

انکا مطمح نظریہ تھا کہ وہ ضبط نفس پر قادر ہوں اور اپنی ذات اپنے خیال، اپنی گفتگو اور اپنے افعال پر قابو حاصل کر سکیں۔ وہ اپنے گرد و پیش کے لوگوں سے نحیف ترین جزئیات پر بھی جو گفتگو کرتے تھے اس سے بھی ایک طرح کے وقار و غور و فکر کا اظہار ہوتا تھا۔ انکے مزاج میں اگرچہ یالطبع تیزی ہوتی تھی مگر وہ اپنی طبیعت کو سختی کے ساتھ قابو میں رکھتے تھے۔ بات چیت میں وہ خاص طور پر یہ نگاہ رکھتے تھے کہ اس سے فضولی و یا وہ گوئی نہ ظاہر ہو۔ وہ سمجھ بوجھ کر بات کرتے اور اپنے الفاظ کو پہلے سے جانچ لینے کی کوشش کرتے۔ انکی زندگی معین و منظم تھی۔ وہ زیادہ خوری و لذات نفسانی سے محترز رہتے تھے۔ سویرے اٹھتے اور کبھی بیکار نہیں رہتے تھے اور نہ کسی اور کو بیکار دیکھنا پسند کرتے تھے۔ "تبدیل وضع سے بھی ان کے اس نئے وقار و ضبط نفس کا پتہ چلتا تھا۔ نشاۃ جدیدہ کے زرق برق اور شوخ رنگ لباس اور زیورات متروک ہو گئے تھے۔ کرنل پھین نے "بہت ہی ابتدائی زمانے میں ہر طرح کا قیمتی لباس پہنا ترک کر دیا تھا۔ بایں ہمہ وہ اپنے نہایت ہی سادے اور لایابالی انداز میں بھی بہت ہی معزز معلوم ہوتا تھا" اسیں شک نہیں کہ لباس کی رنگینی و تنوع کے ترک کر دینے کا اثر زندگی کے رنگینی و تنوعات پر بھی پڑا مگر یہ نقصان ایسا تھا جسکی تلافی حقیقی فوائد سے ہو گئی۔ شاید ان فوائد میں سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ معاشرتی مساوات کا ایک نیا خیال پیدا ہو گیا پیورٹینوں کے اشغال کی یکساںگی اور عیسائی مذہب کے بھائی چارے کی وجہ سے انکے

دلوں سے الیزبتہ کے عہد کے معاشرتی امتیازات کی ہیئت زائل ہو گئی۔

ادنیٰ ترین کسان بھی یہ سمجھتا تھا کہ اسے خدا کی مخلوق ہونے کی عزت

حاصل ہے، مغرور ترین امیر بھی ایک غریب ترین "ولی" کی روحانی

مسادات کو تسلیم کرتا تھا۔ خانہ جنگی اور عہد "مخافتت" کے دوران میں

جو عظیم معاشرتی انقلاب رونما ہوا وہ پچیس کے سے مغزین کے انداز میں پہلے ہی

محسوس ہونے لگا تھا۔ پچیس غریب سے غریب شخص سے بھی نہایت

خوش خلقی و محبت سے پیش آتا تھا اور اکثر اپنی فرصت کے اوقات

عام سپاہیوں اور غریب مزدوروں کے درمیان بسر کرتا تھا۔ وہ

کبھی ایک ادنیٰ شخص کو بھی جھیر نہیں سمجھتا تھا اور نہ بڑے سے

بڑے شخص کی خوشامد کرتا تھا۔ امرا سے نیچے کے طبقے کو جو کام

سپرد ہوا تھا خود اس کام کے احساس نے ان میں ایک نئی وقت

و خود داری پیدا کر دی تھی۔ ایسٹ چینپ کے ایک دباغ نیچے آیا

ولنگٹن کی ماں لندن میں رہتی تھی اس دباغ نے اپنی ماں کے

متعلق لکھا..... ہے کہ "میرے ماں اپنے باپ سے بہت محبت کرتی

اور انکی نہایت فرمانبردار تھی۔ اپنے شوہر سے بھی الفت و شفقت

سے پیش آتی۔ اپنے بچوں سے نہایت نرم دلی کا برتاؤ کرتی، اسے

خدا پرستوں سے محبت اور بدکار اور مہل آدمیوں سے بے سبب نفرت

تھی۔ لوگ اسے زہد و پارسائی کا ایک نمونہ سمجھتے تھے۔ گرجا میں

جانے کے سوا وہ باہر بہت کم جاتی تھی۔ تعطیلوں اور دوسرے

موقعوں پر جب اور لوگ تفریح کو جایا کرتے تھے وہ کچھ سینے پر ہونے

کا کام لے بیٹھتی اور کہتی کہ "یہ میری تفریح ہے" خدا نے اسے

طریق سوری
اور طبقہ
اعلیٰ

ایک معنی خیز ذہن اور عمدہ حافظہ عطا فرمایا تھا۔ کتب مقدس کے تمام قصبے اسے یاد تھے اور شہیدوں کی تمام داستانیں بھی از بر تھیں۔ ضرورت کے وقت وہ انہیں بے تامل بیان کر سکتی تھی۔ اس نے وقائع انگریزی کو بھی اچھی طرح دیکھا تھا اور اس میں بھی اسے جہارت تھی۔ انگلستان کے تمام بادشاہوں کے ناموں سے بھی وہ پوری طرح آگاہ تھی۔ اس نے اپنے شوہر کے ساتھ چار دن کم بیس برس زندگی بسر کی۔

جان ملٹن

مذہبی تحریک کا زور طبقہ امرا کے بہ نسبت طبقہ متوسط اور کارباد کرنے والوں میں زیادہ نمایاں تھا اور جن نئے موثرات کی وجہ سے اس زمانے کے لوگوں کی اخلاقی سطح بلند ہو رہی تھی انکا کامل ترین اور شریف ترین نمونہ اس طبقہ متوسط کے پیورٹینوں میں پایا جاتا تھا۔ جان ملٹن بطریق پیورٹین کا نہ صرف اعلیٰ ترین بلکہ کامل ترین نمونہ ہے۔ وہ اس طریق مذہب کا پورا پورا ہمعصر ہے۔ وہ اس زمانے میں پیدا ہوا جبکہ انگلستان کی سیاسیات اور انگلستان کے مذہب پر اس تحریک کا اثر قوی طور پر محسوس ہونے لگا تھا۔ اسکا انتقال اسوقت ہوا جبکہ تمام انگلستان کو اس سانچے میں ڈھالنے کی کوشش ختم ہو چکی تھی اور خود یہ تحریک ان متعدد موثرات کے اندر جذب ہو گئی تھی جسے انگریزوں کے اخلاق و معاشرت کی موجودہ صورت قائم ہوئی ہے۔ اسکی اوائل عمر کی نظموں، اس کے سن رشد کے رسالوں اور اسکی پیرانہ سالی کی ثنویوں سے اسکی زندگی کے تین مختلف مدارج نہایت صاف طور پر نظر کے سامنے آجاتے ہیں۔

۱۶۰۸

اسکے عنفوان شباب کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ ”انشاء جدیدہ“ کی ذہنی جودت شاعرانہ راحت طلبی اور خوش طبعی ابھی کس حد تک پیورٹن خاندانوں میں باقی تھی۔ اسکا باپ باجوویکہ روپیہ کا لین دین کرنے والا اور نہایت ضابط اور محتاط آدمی تھا مگر موسیقی کا بھی ماہر تھا اسلئے اسکے بیٹے کو بھی عود و بربط بجانے کی مہارت باپ سے ورثے میں ملی تھی۔ ملن نے جب کچھ زمانہ بعد اپنی تعلیمی تجویز پیش کی تو اس میں ایک جگہ نہایت ہی دلچسپ پیرایہ میں اس امر پر زور دیا کہ اخلاقی تربیت کیلئے موسیقی کو بھی ایک ذریعہ قرار دینا چاہئے۔ اسکے اہل خاندان اسکا معلم اسکا مدرسہ سب کے سب پیورٹن تھے مگر اسکی ابتدائی تعلیم و تربیت میں نہ کسی قسم کی نیک خیالی کو دخل تھا نہ کوئی بات آزاد منشی کے خلاف پائی جاتی ہے وہ خود لکھتا ہے کہ ”میں ابھی بچہ ہی تھا کہ میرے باپ نے مجھے کتب علمیہ کے مطالعہ کی ہدایت کی اور میں نے اس ذوق شوق کے ساتھ اس پر توجہ کی کہ بارہ برس کی عمر سے کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میں آدھی رات سے پہلے اپنا سبق ختم کر کے بستر پر گیا ہوں۔“ مدرسہ میں اسنے یونانی، لاطینی، اور عبرانی زبانیں سیکھی تھیں مگر اسکے ساتھ کار باپ نے اس سے اطالوی اور فرانسیسی سیکھنے کی بھی تحریک کی انگریزی علم ادب بھی مد نظر رہا سب سے پہلے اسکے شاعرانہ جذبات کو اسپنسر نے برانگینتہ کیا۔ باجوویکہ ڈراما نویسوں اور اصحاب دم میں جنگ جاری تھی مگر ملن کے وقت تک یہ ممکن تھا کہ ایک پیورٹن نوجوان ایسے تھیٹروں کی رغبت کو علی الاعلان آشکارا کر سکے

جہاں جانسن کے علانہ ڈراے ہوتے ہوں یا خلاق العافی شکسیر کے
 ویسی زبان کے ایک دکھائے جاتے ہوں اور در بار کی قدیم شان و
 شوکت اور عیش و عشرت کے حالات کو دیکھ کر وہ خود اپنے کوس اور
 آرکیڈیز کیلئے مواد فراہم کر سکے۔ یہ نوجوان عالم "اس کماندار چھت کے
 نیچے" قدیم زمانے کے بھاری بھاری ستونوں کی قطار میں پڑا پھرتا
 تھا جس کے بالائی حصے کی کھڑکیاں بہت ہی مزین و منقش تھیں اور
 جس میں ایک نحیف سی جھلک نہرب کی بھی پائی جاتی تھی اور نیچے
 بہت صاف و بلند آواز میں ارغنون بجا کرتا تھا۔ اس عالم سرخوشی
 میں اسے کلیسا کی آبنوالی کشکش کا کوئی اثر محسوس نہیں ہوتا تھا۔
 زندگی کی یہ پر لطف دلچسپیاں اس پتر مردگی اور درشتی کے بالکل
 منافی معلوم ہوتی ہیں جو زمانہ ما بعد میں جنگ و جدل اور دارگیر
 کے باعث یورپینوں کے مزاج میں پیدا ہو گئی تھیں۔ اس نوجوان
 شاعر کی طبیعت میں ایک گونہ حجاب ضرور تھا اور اسی وجہ سے
 وہ کھیل تماشے اور ہنسی مذاق سے جھجکتا تھا۔ اسے خود اپنی اس
 کمزوری کا اعتراف ہے مگر اسپر بھی وہ اپنے گرد و پیش کی خوش
 طبعی اور دلچسپی سے خاصی طور پر حظ حاصل کرتا اور اکثر فضولیات
 و لغویات تک میں بھی شریک ہو جاتا تھا۔ وہ عیش و عشرت
 کی محفلوں میں جاتا اور دیہاتوں کے میلوں میں جہاں نو عمر مردوزن
 ستار بجاتے اور ناچتے کودتے تھے، گشت کرتا پھرتا تھا۔ لیکن کوئی
 اسے برا نہیں کہتا تھا۔ اسکے بشرے اسکے پھرتیلے جسم اس کے
 پر از نزاکت و مسانت حسن، اسکی پیشانی پر بچھرے ہوئے چمک دار

بھورے بالوں سے کسی قسم کی زاہدانہ و مراضانہ کیفیت کا مطلقاً اظہار نہیں ہوتا تھا۔ اسکے جو فقرے اور نقل ہو سکے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے ہر ایک خوبصورت شخصے سے حظ حاصل ہوتا تھا۔ لیکن یہ نوجوان پیورٹن نازیبا اور شہوانی لذتوں سے ہمیشہ دور بھاگتا تھا۔ وہ خود لکھتا ہے کہ ”میری طبیعت کی سنجیدگی اور میری واجبی رعوت و خود بینی مجھے ہمیشہ اس قسم کے ذلیل لوگوں سے بلند رکھتی تھی۔“ اسپنسر کے مطالعہ سے اس میں فروسیت کا ایک خیالی جوش پیدا ہو گیا تھا مگر اس زمانے میں فروسیت کی وقعت جس ظاہری نمائش و لوازم پر منحصر تھی ان سے وہ اپنے تقویٰ و تدبیر کیوجہ سے محترز رہتا تھا۔ اسی کا قول ہے کہ ”اس قسم کے اظہار کی ضرورت نہیں ہے۔ ہر ایک آزاد و شریف شخص کو پیدائش کے وقت سے ہی نائٹ سمجھنا چاہئے“ اس طبیعت کے ساتھ وہ اپنے لندن کے مدرسے سنٹ پال سے گراسٹس کالج کیمبرج کو گیا اور یونیورسٹی کے تمام زمانہ تعلیم میں اسکی طبیعت کا یہ انداز برقرار رہا۔ اسنے بعد میں لکھا ہے کہ جب اسنے کیمبرج کو چھوڑا تو کوئی اسکی بدگوئی نہیں کرتا تھا اور تمام اچھے لوگ اس سے خوش تھے۔ کیمبرج سے نکلنے کے بعد اسنے یہ عزم کر لیا کہ ”اعلیٰ یا ادلیٰ“ جس کام کی طرف زمانہ اسکی رہبری کریگا اور جو خدا کی مرضی ہوگی وہ خود کو اس کام کیلئے وقف کر دیگا۔“

زندگی کی اس قسم کی پرسکون و خاموش دلچسپی میں بھی پیورٹن کی طبیعت کی سختی کا پتا چلتا ہے۔ مقصد کی رفعت اور دستی اخلاق اور

اکرامول
رہنمائی

تشدد کا نتیجہ یہ ہوا کہ "نشأۃ جدیدہ" کے لوگ جس قسم کے لڈائڈ انسانی سے خط حاصل کرتے تھے پیورٹن ان حقیقی مسرتوں سے محروم ہو گئے۔ ملن لکھتا ہے کہ "اگر خدا نے کبھی پارسایانہ حسن کی قومی محبت کسی کے دل میں جاگزیں کی ہے تو میرے دل میں کی ہے" کوس کو وہ ان الفاظ پر ختم کرتا ہے کہ "نیکو کاری سے محبت کرو یہی ایک شے ہے جو حقیقتہً آزاد ہے۔" لیکن نیکو کاری اور پارسایانہ حسن کی محبت نے اگر انسان کے عادات و اطوار کو تقویت دی تو اسکے ساتھ ہی ان چیزوں نے انسانی ہمدردی اور ذہانت کے دائرے کو تنگ کر دیا۔ اوپر کے حالات سے معلوم ہو چکا ہے کہ خود ملن کی طبیعت میں حجاب موجود تھا اور وہ اپنے گرد و پیش کی عامیاناہ مبتذل زندگی سے سخت کیسا کٹاؤ کش رہتا تھا۔ شیکسپیر کی تصانیف سے اسے نہایت الفت تھی مگر فالسٹاف کے قصے سے اسے کسی قسم کی مسرت نہیں ہوتی تھی۔ پس جب ملن سے ذہنی علم کی یہ حالت تھی تو کم تعلیم یافتہ لوگوں میں اس قسم کی اخلاقی سختی کا نتیجہ اسکے سوا کیا ہو سکتا تھا کہ ہر قسم کی معاشرتی دلچسپیوں سے ان کی طبیعتوں میں تنگنفس پیدا ہو جائے۔ ایک معمولی پیورٹن بھی "انہیں چیزوں کو پسند کرتا تھا جنہیں دین کی جھلک ہوتی تھی، شیطنیت اور ناپاکی سے اسے غایت درجہ نفرت رہتی تھی وہ عام بنی نوع انسان سے اپنا کسی قسم کا تعلق نہیں سمجھتا تھا بلکہ صرف ایک منتخب جماعت کو اپنی برادری میں داخل جانتا تھا۔ اپنے ولیوں کے حلقے کے باہر کی ساری دنیا سے اسے نفرت تھی کیونکہ وہ اپنے سوا

تمام لوگوں کو خدا کا دشمن تصور کرتا تھا۔ پیوریٹنوں کی اندرونی نرم دلی اور ان کے بیشتر ظاہری انحال کی سنگدلی باہم متضاد معلوم ہوتی تھی مگر اسکی اصل وجہ یہ تھی کہ انہوں نے مذہب کے علاوہ اور تمام چیزوں سے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ کرامول اپنے لڑکے کی موت کے متعلق خود کہتا ہے کہ ”میرے دل میں ایک تیر پیوست ہو گیا“ اور اسی باعث جب لوگ مارسن مور کی فتح کی خوشیاں منا رہے تھے وہ مغموم اور شکستہ خاطر گھوڑے پر سوار علیحدہ جا کر پھیرا مگر جب اسی کرامول نے بادشاہ کے حکنامہ قتل پر دستخط کیے تو وہ مارے خوشی کے اچھلنے لگا۔ جن لوگوں نے اس طرح پر اپنے گرد و پیش کی نصف دنیا سے اپنی بہر دی کو منقطع کر لیا ہو، اسے یہ توقع کب ہو سکتی ہے کہ انہیں خود اپنی زندگی کے تمام مزاج سے ڈھپسی ہوگی۔ انسان میں مزاج ایک ایسی صفت ہے جس سے کسی خاص جانب کے مبالغہ و غلو کی خرابیاں بڑی حد تک کم ہو جاتی ہیں، مگر زندگی کی اس نئی سختی و پابندی نے اس صفت کو بالکل ہی مروجہ کر دیا تھا۔ ایک قادر مطلق کی طرف ہمہ تن رجوع ہو جانے کا اثر یہ ہوا کہ عام معاملات میں توازن و تناسب کا احساس پیوریٹنوں سے یوں فیوماً مفقود ہوتا گیا۔ مذہبی جوش میں انہیں رائی کا پہاڑ نظر آنے لگا۔ یہ ویندار عید میلاد کے موقع پر سفید عبا پہننے یا سموسہ کھانے سے ایسا ہی احتراز کرتے تھے جیسا نجاست و دروغ گوئی سے۔

جس قدر یہ غلوئے مذہبی بڑھتا گیا اس قدر زندگی میں سختی و کڑھتی اور بے کیفی پیدا ہوتی گئی۔ الیزبیتھ کے زمانے کے کھیل تماشے، ہنسی،

ذائقہ اور خوش طبعی کے بجائے ایک طرح کی چنچی تلی متانت و خود داری پیدا ہوگئی تھی، مگر پیروان کالون کی یہ خود داری و متانت انکی زندگی کے خارجی ہی امور تک محدود تھی باطنی طور پر وہ اکثر غیر مرئی اشیا کو ہیبت ناک حقیقت کا جامہ پہنا دیا کرتے تھے۔ اور اسکی ہیبت سے انکی عقل و فراست اور قوت فیصلہ اکثر مرعوب ہو جاتی تھی۔

الیور کرامول جب پہلی بار ہماری نظروں کے سامنے آتا ہے تو اسکا طور و طریق قصے کے ایک متوسط الحال دیہاتی نوجوان کا سا معلوم ہوتا ہے وہ ہنگلڈن اور سنٹ ایوز کے قرب و جوار میں ایک کاشتکار کی حیثیت سے رہتا تھا۔ وقتاً فوقتاً اسپر سخت رنج و غم کی حالت طاری ہو جاتی تھی اور وہ موت کے تصور سے پریشان ہو جاتا تھا۔ وہ ایک دوست کو لکھتا ہے کہ ”مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں بیشک میں رہتا ہوں جسے لوگ ”طول امل“ سے تعبیر کرتے ہیں۔ یا شاید کیڈر میں رہتا ہوں جسکا مفہوم ”ظلمات“ کے مرادف ہے تاہم خداوند نے مجھے بالکل چھوڑ نہیں دیا ہے۔ ان لوگوں پر خدا نے پاک کے قرب کا خیال ایسا حاوی ہو گیا تھا کہ عام لوگوں کی طرز زندگی کو وہ مجسم گناہ سمجھتے تھے۔ کرامول اسی خط میں لکھتا ہے کہ ”تھیں معلوم ہے کہ میری طرز زندگی کیا رہی ہے میں تاریکی میں زندگی بسر کرتا رہا ہوں“ اسی سے الفت رکھتا تھا اور روشنی سے مجھے نفرت تھی، خدا کے احکام پر چلنا مجھے پسند نہ تھا۔ لیکن نطن غالب اسکا بدترین گناہ یہ تھا کہ وہ نوجوانی کے طبعی انبساط سے خطا اٹھاتا تھا اور اس قسم کے عمیق غور و فکر میں

الیور کرامول
پیدائش ۱۵۹۹ء

نہیں پڑتا تھا جو بالطبع زیادتی عمر کے ساتھ پیدا ہوتا ہے۔ جن لوگوں کی طبیعتیں بنین کی طرح تھیں پسند تھیں ان میں اس کشمکش نے اور زیادہ خیالی صورت اختیار کر لی تھی۔ جان بنین مقام ایلسٹو واقع بڈ فرڈ شائر کے ایک غریب قلعی گھر کا لڑکا تھا اور بچپن ہی سے بہشت و دوزخ کے پرخطر مناظر کا تصور اسکے ذہن میں جم گیا تھا۔ وہ خود لکھتا ہے کہ ”جب میں صرف نو دس برس کا لڑکا تھا، اس وقت بھی ان خیالات سے میری روح کو ایسی پریشانی ہوتی تھی کہ کہیں کود اور بچپن کے ہنسی مذاق اور اپنے خوش طبع رفیقوں کے درمیان اکثر ان خیالات کی وجہ سے سمنوم و پڑمردہ ہو جایا کرتا تھا لیکن اس پر بھی میں اپنے گناہوں کو ترک نہیں کرتا تھا۔ جن گناہوں کو وہ ترک نہیں کرتا تھا وہ صرف ہاکی کا شوق اور دیہات کے سبزہ زار پر ناچنا تھا۔ اس نے اپنے قصوروں کا خود نہایت سختی کیساتھ اعتراف کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ درحقیقت ان دو باتوں کے علاوہ اس میں صرف ایک یہ عادت اور تھی کہ وہ قسم کھایا کرتا تھا لیکن ایک بڑھی عورت کی نصیحت پر اس نے اس عادت کو یکجہت ترک کر دیا تھا۔ گھنٹہ بجانے کو اس نے ایک ”لفو دستور“ قرار دیکر ترک کر دیا تھا۔ مگر اسکا یہ شوق ہمیشہ باقی رہا۔ وہ کلیسا کے مینار کے نیچے جا کر گھنٹے کی طرف دیکھا کرتا تھا یہاں تک کہ اسکے دل میں یہ خوف پیدا ہو جاتا کہ مبادا میرے گناہوں کے باعث گھنٹہ ٹوٹ کر میرے اوپر گر پڑے اور میں اس کے نیچے

کچل جاؤں، اس خیال کے آتے ہی وہ نہایت پریشانی کے ساتھ دروازے سے نکل بھاگتا تھا۔ ناچ اور کھیل کود کے خلاف ایک وعظ کا اثر یہ ہوا کہ اس نے ان دلگیوں کو ترک کر دیا مگر پھر شوق غالب آیا اور وہ اپنے عزم پر قائم نہ رہ سکا۔ وہ لکھتا ہے کہ ”میں نے وعظ کا اثر اپنے دل سے دور کر دیا اور نہایت مسرت کے ساتھ کھیل اور شکار کی پرانی عادتوں کو اختیار کر لیا۔ لیکن اسی روز جب میں ایک بلی کے شکار میں مصروف تھا اور اس پر ایک چوٹ کر چکا تھا اور قریب تھا کہ دوسری چوٹ کروں کہ یکایک آسمان سے ایک آواز بجلی کی طرح سے میرے دل میں آئی کہ ”آیا تو اپنے گناہوں کو چھوڑ کر بہشت میں جائے گا یا انہیں گناہوں میں مبتلا ہو کر دوزخ میں پڑے گا“ اس آواز سے میں نہایت حیرت میں پڑ گیا۔ میں نے بلی کو وہیں زمین پر چھوڑا اور خود آسمان کی طرف دیکھنے لگا اور مجھے ایسا معلوم ہوا کہ گویا میں اپنے دیدہ دل سے خداوند یسوع مسیح کو دیکھ رہا ہوں کہ مجھے بے حد ناراض ہیں اور میری اس قسم کی ناشائستہ حرکت پر مجھے سخت سزائیں کی دہکی دیر ہے ہیں۔“

طریق پورٹینی کی جو کیفیت تھی وہ اوپر بیان ہوئی ہے، پس اس امر کو ذہن نشین..... رکھنا بسا ضروری ہے کہ لوگ جو اس طریق کو اکثر طریق پورٹینی میں خلط ملا کر دیتے ہیں، یہ درست نہیں ہے۔ طریق پورٹینی اپنی ادنیٰ و اعلیٰ ہر کیفیت میں پورٹینی طریق سے ایک بالکل علیحدہ شے ہے۔ آگے چکر معلوم ہوگا کہ ”لائگ (طویل العہد) پارٹنٹ کے سربراہ اور وہ پورٹینوں میں ایک بھی پورٹین نہیں تھا۔ ہم اور ہمیں

فرق پورٹینی

کراساقفہ کی حکومت پر کسی قسم کا اعتراض نہیں تھا اور پیورٹن مہمانِ وطن نے زمانہ مابعد کی کشمکش میں محض سیاسی ضرورت سے مجبور ہو کر پرسٹین طریقہ اختیار کر لیا تھا مگر جس تحریک نے ایک وقت میں تاریخ انگلستان پر اس قدر قوی اثر ڈالا تھا اسکی نشوونما کا زمانہ الیزبیتھ کے عہد کے عجیب و غریب واقعات میں سے ایک واقعہ تھا۔ کلیسا کے متعلق الیزبیتھ کی روش کی بنا "قانونہائے تفوق و اتحاد" پر تھی۔ پہلے قانون کی رو سے کلیسا کے تمام عدالتی و وضع قوانین کے اختیارات سلطنت کے ہاتھ میں آگئے تھے اور دوسرے قانون نے عقائد و آداب مذہب کیلئے ایک خاص طریقہ معین کر دیا تھا جس سے انحراف قانوناً جائز نہیں تھا۔ اس میں شک نہیں کہ عام قوم کیلئے الیزبیتھ کا طریقہ ایک عقائد و مفید طریقہ تھا اگرچہ مدبران سلطنت اور علمائے ربانی میں سے کسی نے ملکہ کا ساتھ نہیں دیا مگر اس نے خود تن تنہا تمام متخاصم فرقوں میں ایک طرح کی عارضی صلح قائم کر رکھی تھی۔ جہاں "اصلاح" کے اہم اصول کو قبول کر لیا گیا تھا وہیں حد سے بڑھے ہوئے مصلحین کے جوش کو بھی روک دیا گیا تھا۔ کتاب مقدس ہر شخص کیلئے کھلی ہوئی تھی۔ گھر کے اندر بحث و مباحثہ کرنے پر کوئی روک ٹوک نہیں تھی، مگر جماعت بندی کے ساتھ آپس کی زور آزمائی کو اس طرح پر بند کر دیا گیا تھا کہ صرف وہی لوگ وعظ کہنے کے مجاز تھے جنکے پاس سرکاری پوائنٹ ہو۔ ظاہری اتحاد عمل اور عام عبادت میں شرکت ہونے پر ہر شخص مجبور تھا۔ لیکن مذہبی رسوم کی ان تبدیلیوں کی نہایت

سختی سے روک تھام کی جاتی تھی جنکے ذریعہ سے جینیوا کے جو شیپے
مصلحوں نے ملک کے مذہبی تغیر کو نمایاں کر دیا تھا۔ جس زمانے میں
کہ انگلستان اپنی ہستی کے قائم رکھنے کیلئے جدوجہد کر رہا تھا اس
زمانے میں ملک کی یہ معتدل روش قوم کی طبیعت کے بالکل موافق
تھی مگر جب پوپ کے فرمان معزولی کے بعد کھلی کھلی مخالفت
شروع ہو گئی تو طریقہ پروٹیسٹنٹ کے علانیہ اظہار کی تحریک میں
نئی قوت پیدا ہو گئی، لیکن بدقسمتی یہ تھی کہ مصالحت کا طریق اگرچہ
کمزور و بیکار ہو گیا تھا پھر بھی ملک سختی کے ساتھ اسی پر اڑی ہوئی
تھی۔ اپنے گرد و پیش کے ترقی پذیر مذہبی جوش سے اسے کسی
قسم کی ہمدردی نہیں تھی، اسکی طبیعت اعتدال کی طرف مائل تھی
اور اسکی غایت المرام صرف یہ تھی کہ ملکی نظم و نسق قائم رہے۔
لیکن مذہبی متعصبوں کا جو گروہ پرسیپٹین جھنڈے کے نیچے جمع ہوا
تھا اسنے نظم و نسق اور اعتدال سبکو خطرے میں ڈال دیا تھا۔
ماس کارٹرائٹ ان لوگوں کا سرگروہ تھا۔ اسنے جینیوا میں
تعلیم پائی تھی، اور طریقہ کالون اور اسکی قرار داد حکومت کلیسا
کے متعلق اسکا اعتقاد جنون کی حد کو پہنچا ہوا تھا۔ انگلستان میں
واپس اگر وہ کیمبرج میں مارگیرٹ کی پروفیسری دینیات کے عہدے
پر مقرر ہو گیا اور اسے موقع مل گیا کہ اپنے خیالات کو پوری طرح
شایع کر سکے۔ کسی فرقہ مذہبی کے مقتدی کے ساتھ زمانہ مابعد
میں ایسی کم ہمدردی کا اظہار نہ ہوا ہوگا جیسا کارٹرائٹ کے
ساتھ ہوا۔ وہ بلاشبہ ایک عالم اور خدا ترس آدمی تھا مگر اسکا

کارٹرائٹ

۱۵،۱

تقصیب ازمنا وسطے کے حکام مذہبی کے تقصبات سے کسی طرح کم نہ تھا۔
 قدیم طرز عبادت کے دستور، اصطباغ کی صلیب، واعظوں کی سفید
 عبائیں، شادی کی انگوٹھی یہ سب ایسے رسوم تھے جنہیں وہ نہ صرف
 عام پیوریٹوں کی طرح ناپسند کرتا تھا بلکہ ان رسموں کو بت پرستی
 اور بہمیت کا نشان قرار دیتا تھا۔ لیکن رسومات اور وہم پرستی
 کے خلاف اسکے اس شور و خل کا کوئی اثر الیزبیتہ اور اس کے اساقف
 اعظم پر نہیں پڑتا تھا۔ انہیں جس خبر نے چونکا یا وہ یہ دیکھی کہ کارڈرائٹ
 ایک ایسی مذہبی حکومت کی تجویز پر زور دیتا تھا جس میں سلطنت
 کلیسا کے قدموں کے نیچے جا پڑے، اساقفہ کی مطلق العنان
 حکومت کو وہ شیطان کا اختراع سمجھتا تھا۔ مگر اسکے ساتھ ہی
 عام پادریوں کی مطلق العنان حکومت کو وہ خدا کے حکم سے قائم
 کی ہوئی بتاتا تھا۔ جنیوا کی نئی طرز کلیسا کے لئے وہ ایسے
 اختیارات کا دعویٰ دار تھا جنہیں پوپ نے کبھی خواب میں بھی نہ
 دیکھا ہو۔ وہ چاہتا تھا کہ ہر قسم کا روحانی اختیار، اقتدار، عقاید
 کا تعین، رسوم کی ترتیب کلیتہً کلیسا کے عمال کے ہاتھوں میں
 دیدی جائے۔ اخلاق عامہ کی نگرانی بھی انہیں سے متعلق ہو
 مختلف مدارج اور مجالس مذہبی کا ایک انتظام قائم ہو
 جائے۔ اور اس ترتیب کے موافق پادری اپنے گلے پر حکومت
 کرنے، خود اپنے انتظام کو ترتیب دینے، معاملہ مذہب کا فیصلہ کرنے
 اور "ٹاویب" کے عمل میں لانے کے مجاز قرار پائیں۔ اخراج
 ازملت سزا کا آلہ ہونا چاہئے اور وہ اس آلہ کو کام میں لانے کیلئے

سوا حضرت عیسیٰ کے اور کسی کے جوابدہ نہ ہوں۔ ملکی حکمران کا کام صرف یہ ہو..... کہ وہ پادریوں کے فیصلوں کا اجرا کرے اور دیکھے کہ ان کے احکام پر عمل ہوتا ہے یا نہیں۔ اور عدول حکمی کرنے والوں کو سزا دے۔ اس کا بونی پریسیرین طریقہ میں کسی دوسرے طریق عمل یا اعتقاد کی رواداری کیلئے مطلق گنجائش نہیں تھی۔ نہ صرف یہ کہ عام پادریوں کی حکومت کلیسا کی حکمرانی کی تنہا قانونی شکل قرار دیکھی تھی بلکہ اس کے نزدیک تمام دوسرے طریق حکمرانی خواہ استغنی یا انفرادی نہایت بیرحمی کے ساتھ پامال کر دینا چاہئے۔ انحراف کیلئے موت کی سزا مقرر تھی۔ اس سے پہلے واروگیر کے طریقے پر کبھی اس سختی کے ساتھ آنکھ بند کر کے زور نہیں دیا گیا تھا جیسا اس طریقے میں زور دیا جا رہا تھا۔ کاربراس نے لکھا تھا کہ "میں اسکا منکر ہوں کہ تو یہ..... کرنے پر کسی کو موت سے معافی دیدیجائے۔ اب مرتدین کو موت کے گھاٹ اتارنا ضروری ہے۔ اسے اگر خوزیری اور انتہا پسندی کہا جائے تو میں روح القدس کے سامنے اسکی جوابدہی کیلئے تیار ہوں۔"

اس قسم کے خیالات کی بہترین تدبیر یہ تھی کہ انہیں خود قوم کے مذاق سلیم پر چھوڑ دیا جاتا چنانچہ زیادہ زمانہ نہیں گزرا تھا کہ ایک شخص پیدا ہو گیا جس نے ایک کتاب "نظام حکومت کلیسا" لکھ کر ان خیالات کا نہایت ہی دندان شکن جواب دیا۔ یہ شخص رچروگر نامی ایک پادری تھا۔ وہ ٹپیل کا مدرس اعلیٰ تھا مگر وہاں کے مذہبی مناظرات سے اسے نفرت ہو گئی تھی اور اسلئے

ہنگر
۱۵۹۴

وہ لندن کو چھوڑ کر باسکوم میں بحیثیت وکر کے چلا گیا۔ پھر کچھ دنوں بعد کنٹ کے پرسکوں سبزہ زاروں کی رغبت کے باعث اس نے اس جگہ کو بشپس بورن کے عہدہ پادری سے بدل لیا۔ اس میں اپنے زمانے کے اعلیٰ طبقے کی سی وسیع خیالی۔ اور شیکسپیر و بکن کی سی فلسفیانہ جودت کے ساتھ ہی طرز بیان میں بھی کچھ ایسی عظمت و شان تھی کہ اسکا شمار انگلستان کے نثر لکھنے والوں کی صف اول میں ہونے لگا۔ وہ اگرچہ فرقہ مذہبی سے تعلق رکھتا تھا مگر اسکا مزاج اور اسکا انداز بیان پادریوں کا سا نہیں، فلسفیوں کا سا تھا۔ پرسیٹین اور کیتھولک کی مذہبی بحثوں کے بجائے اسنے عقلی استدلال سے کام لیا۔ وہ اپنے نتائج اور افکار کیلئے انجیل کے دلائل تک محدود نہیں رہا بلکہ اسنے اخلاقیات و سیاسیات کے عام اصول پر اپنے دلائل کی بنا قرار دی یا یوں کہئے کہ اسنے اپنے استدلال کی بنا قانون فطرت کے ابدی اصول پر قائم کر دی۔ پیورٹینوں کا اصول یہ تھا کہ مذہب، عبادت، شعار دین اور کلیسا کی تنظیم و تدابیر غرض جملہ معاملات میں انسانی افعال کے لئے انجیل اور صرف انجیل میں قطعی طریقہ معین ہو چکا ہے۔ مگر نے اس امر پر زور دیا کہ خدا کی مقرر کردہ نظم و ترتیب صرف الہامی کتابوں تک محدود نہیں ہے بلکہ انسان کے اخلاقی تعلقات تاریخی نشوونما، معاشرتی و سیاسی تنظیمات میں بھی الکا وجود پایا جاتا ہے۔ اسنے یہ دعویٰ کیا کہ نہ صرف اس نظم و ترتیب کے قوانین کا یقین عقل انسانی کی حد کے اندر ہے بلکہ عقل انسانی کا یہ بھی

کام ہے کہ خود کتب مقدس میں دیکھے کہ کون سے امور قابل تغیر اور کون سے ناقابل تغیر ہیں اور کون سے امور ابدی ہیں اور کون سے عارضی ہیں وہ نہایت آسانی سے یہ کر سکتا تھا کہ اپنے بیان کو ان مذہبی مباحث تک وسعت دے چکے لئے پرسٹین کی جانب سے کارٹراٹ وغیرہ جنگ وجدل میں مصروف تھے اور یہ ثابت کرے کہ کلیسا کی کوئی خاص شکل لازمی و لابدی نہیں ہے عبادت کے طریقے ہر زمانہ میں مختلف کلیساؤں کی قوت تیز کے تابع رہے ہیں اور اقتضائے زمانہ کے موافق انکا تعین ہوتا رہا ہے۔ لیکن اسے جس صحیح اصول پر اپنی بحث کی بنا قرار دی گئی وہ فی نفسہ خود ان مباحث سے بدرجہا زیادہ قابل قدر ہے۔ یہ اعتراف کہ انسانی تاریخ میں ربانی نظم و ترتیب اور عقل انسان کی رسائی ربانی قانون تک ہے، الیزبیتھ کے زمانے کے اعلیٰ ترین مذاق کے بالکل موافق تھا۔ درحقیقت طریقہ پرسٹین کے خلاف کسی بحث کی مطلق ضرورت ہی نہیں تھی۔ اس طریقے کو اسکاتلینڈ میں ضرور قبول عام حاصل ہو گیا تھا مگر انگلستان میں اسے کبھی وسعت کے ساتھ قدم جانے کا موقع نہیں ملا۔ وہ قوی مذہب ہو جانے کے بجائے اپنے آخر دم تک محض مذہبی حلقہ کے اندر محدود تھا "جمہوریت" کے زمانے میں وہ اپنے اوج کمال پر پہنچ گیا تھا مگر اس زمانے میں بھی لندن، لیکنشائر اور ڈاربی شائر کے بعض حصص کے سوا انگلستان میں عام طور پر اسے قبولیت نہیں حاصل ہوئی مگر کارٹراٹ اور اسکی جماعت نے ایک حرکت

یہ کی کہ پارلیمنٹ کے نام ایک نہایت بے باکانہ "پند نامہ" روانہ کر دیا جس میں یہ مطالبہ کیا گیا تھا کہ پرسبیٹیرین (پادریوں) کی حکومت قائم کر دجائے۔ اس سے انگلستان کے ممبران سلطنت اور مصدق ایوان دین میں ایک کہللی مچ گئی اور خاموشی کے ساتھ عقلمندی بحث و مباحثہ پند نامہ کرنے کی تمام امیدوں کا خاتمہ ہو گیا۔ اگر کارٹ رائٹ نے یہ طوفان 1567 نہ برپا کیا ہوتا تو رسومات کی طرف سے جو عام بیداری پیدا ہوئی ہوتی وہ غالباً ان کے سادہ سادہ کے لئے بچائے خود کافی تھی۔

کی پارلیمنٹ نے نہ صرف قانون فوق حکومت کلیسا کی صورت موجودہ کلیسا کے اختیار اور تین رسومات کے متعلق پادریوں پر کسی قسم کی پابندی عاید کرنے سے انکار کر دیا بلکہ اسے اس تجویز کو بھی پسند کیا کہ کتاب اوعید میں سے نوہائی طریقے خارج کر دئے جائیں۔ لیکن "پند نامہ" کے شائع ہونے سے خبرائات کا خطرہ ارتقا و تعمیر کیا جن اعتدال پسند ممبرین نے اس امر پر زور دیا تھا کہ طریق عبادت میں تغیر کیا جائے وہ ایک ایسے فرقے کے ساتھ متحد ہونے سے کنارہ کش ہو گئے جو پوپ کے بدترین دعاوی کو پہر تازہ کرنا چاہتا تھا۔ لکھ کے اندرونی و بیرونی مشکلات بڑھتے جا رہے تھے اور اس پریشانی کے عالم میں جب اسکے پادریوں میں پرسبیٹیرین طریق کو ترقی ہونے لگی تو اسکا غصہ حد سے تجاوز کر گیا اور اس عالم میں اسے عام طریق عبادت سے انفاز نہ کرنے والے پادریوں کے خلاف جو کارروائی کی وہ اسکے دور حکمرانی پر نہایت تیار رہا۔

کلیسائی
کمیٹی

۱۵۸۳ء میں کلیسائی کمیٹی کو جوئے اختیارات دئے گئے اس سے مذہبی عارضی صلح کے بجائے ایک مذہب کو مطلق العنانی حاصل ہوگئی۔ یہ کمیٹی اولاً ایک ہنگامی مجلس کی صورت میں تھا جسکا کام صرف یہ تھا کہ مذہبی معاملات میں شاہی تفویض کی تجدید کرے اب اسے مستقل حیثیت سے قائم کر کے تاج کے جملہ مذہبی اختیارات اسے تفویض کر دئے گئے۔ قانون تفویض کا نفاذ اور اس قانون کی قوتاً و فعلاً... خلاف ورزی کے روکنے کی تدابیر سب اسکی حیثیت اختیار میں آگئیں۔ اسے یہ بھی اختیار تھا کہ جس پادری کو چاہے اسکی جگہ سے علیحدہ کر دے اور اسطرح تمام پادری بھی اسکے بس میں آگئے تھے۔ کالجوں اور اسکولوں کے قوانین کے تغیر و تبدل کا اختیار بھی اسے حاصل تھا۔ نہ صرف مذہب سے انحراف و اختلاف اور عدم اتفاق بلکہ محارم کے ساتھ بدکاری اور علانیہ زنا کاری بھی اسکی گرفت سے باہر نہ تھیں۔ اسکے ذرائع تحقیقات کی کوئی حد نہیں مقرر کی گئی تھی اور جرمانہ یا قید کی سزا دینا کلیتہً اسکی رائے پر منحصر تھا۔ محض اس عدالت کے قائم ہوجانے سے "اصلاح" کا آدھا کام برباد ہو گیا۔ اس مجلس میں عوام الناس کی کثرت کے باعث بظاہر یہ اطمینان تھا کہ کلیسائی ظلم و جور حد سے بڑھنے نہ پائے گا، لیکن پینتالیس ارکان میں سے صرف چند ہی رکن اسکی کارروائیوں میں حصہ لیتے تھے۔ اور عملاً کمیٹی کے اختیارات ہمیشہ اساقف اعظم کے ہاتھوں میں رہے۔ گھنٹوں کے وقت سے کیٹر بری کے کسی اسقف اعظم کو ایسے وسیع اور علی الاطلاق

اختیارات حاصل نہیں ہوئے تھے جیسے 'کنگڈم'، 'بینکرافٹ'، 'ایسٹ اور
 لاڈ' کو حاصل ہو گئے تھے۔ ان کے مذہبی ظلم و ستم کا سب سے زیادہ
 خطرناک پہلو یہ تھا کہ وہ اپنی شخصی رائے سے سب کچھ کر سکتے
 تھے۔ عقاید کی قدیم صورتیں ناپید ہو گئی تھیں اور قانون دانوں
 کو ابھی عروج نہیں حاصل ہوا تھا کہ وہ پادریوں کی حفاظت کیلئے
 نئے عقائد کے حدود کا تعین کرتے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لیمبٹھ کی کمیشن
 کے اجلاس میں اساقف اعظم قانون کا کچھ لحاظ نہ کرتے اور عقاید
 کی جانچ کیلئے جو معیار چاہتے مقرر کر دیتے تھے۔ پار کرنے ایک
 مرتبہ ایک پادری کو اسکی جگہ سے اس بنا پر علیحدہ کر دیا کہ وہ
 کتب مقدس کے لفظ الہامی ہونے سے منکر تھا۔ اور اس کے
 بعد کے اساقف بھی بصورت اختلاف اقوال زیادہ کر دیتے نہ تھے
 مگر 'کنگڈم' نے اپنے مرتب کردہ عقاید پر اس سختی کے ساتھ
 زور دیا کہ گویا وہ تخلیق کائنات سے پہلے ہی لوح محفوظ پر
 لکھے جا چکے تھے۔ جب 'بینکرافٹ' کی نوبت آئی تو اسنے عقیدہ
 کالون کے خلاف نہایت سختی کے ساتھ اس امر کے تسلیم کئے
 جانے پر زور دیا کہ اساقف کو حکمرانی کا حق خدا کی جانب سے
 حاصل ہے۔ 'ایسٹ' نے مسد تقدیر کے منکروں پر کبھی رحم نہیں
 کیا۔ لاڈ اپنے کسی مخالف پر رحم کرنا جانتا ہی نہ تھا۔ پس کوئی
 تعجب نہیں کہ یہ لوگ جس کلیسائی کمیشن کے قائم مقام تھے،
 اس سے انگلستان کے پادریوں کے گلوں میں ایک پھندا لگ گیا
 لیکن اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ تاج نے پہلے سے زیادہ

مستقل طرز عمل اختیار کر لیا تھا اور اس طرز عمل کی کامیابی کے لئے سخت کارروائیاں عمل میں آرہی تھیں۔ گھروں کے اندر کسی قسم کے دخل پہنچنے اور مذہبی گیت سنانے کی ممانعت ہو گئی تھی اور باوجودیکہ پارلیمنٹ نے "عقائدِ ملکہ" کے حلف کے قانونی نفاذ کو نامنتظر کر دیا تھا پھر بھی ہر ایک پادری سے بزور یہ حلف لیا جاتا تھا۔

بروقت یہ کارروائیاں اپنے مقصد میں کامیاب ثابت ہوئیں کارٹرائٹ کی تحریک رک گئی بلکہ خود کارٹرائٹ پروفیسری سے ہٹا دیا گیا اور کمیشن کے مستقل دباؤ کیوجہ سے طریقی عبادت کے ظاہری اتفاق میں ترقی ہو گئی۔ لندن اور ملک کے دوسرے پروٹسٹنٹ حصوں میں جو آزادی مدت سے قائم تھی وہ اب باقی نہیں رہی تھی۔ جن ممتاز پادریوں کے "عدم اتفاق" سے اب تک چشم پوشی کی گئی تھی ان سے بھی عموماً سفید عبا پہننے اور اصطلاح میں صلیب کا نشان بنانے کا مطالبہ کیا گیا۔ "عقائدِ ملکہ" سے اتفاق نہ کرنے کے باعث دوسو نہایت اچھے پادری اپنی جگہ سے ہٹا دئے گئے۔ وہاں کے شرفا نے اس کارروائی کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی خود لارڈ برے نے اسپر اعترض کیا مگر کسی کی کچھ شنوائی نہیں ہوئی۔ لیکن جن عقاید کو مسلمانا منظور تھا ان میں اس تشدد سے نئی جان آگئی کیونکہ خیالات کی وہ دو مختلف راہیں جو ایک دوسرے سے بعید تھیں باہم قریب ہو گئیں۔ انضباط کلیسیا کے متعلق پریسبیرین خیال کو صرف پادریوں نے اور ان میں بھی بعد دوسرے چند نے قبول کیا تھا مگر پروٹسٹنٹ

تاریخ انگلستان
حصہ سوم

خیالات کو اہل مذہب اور دنیا دار سب نے یکساں پسندیدگی کی نظر سے دیکھا تھا۔ پیورٹنوں کا خیال یہ تھا کہ کتیب اوعیہ میں اصلاح کیجائے تو ہائی طریقوں کو ترک کر دیا جائے۔ سفید عبا کا استعمال، اصطلاح میں صلیب کا نشان، شادی میں انگوٹھی کا دینا، عشاءے ربانی کے دوران میں جہکنا یہ سب ناپسندیدہ کارروائیاں ہیں۔ ایئر بیج کے اوائل حکومت میں پارک کے سوا خود کلیسا کے کم و بیش تمام اعلیٰ عہدہ داران باتوں کے مخالف تھے۔ مجلس مذہبی میں جب ان امور کے متروک کئے جانے کی تحریک پیش ہوئی تو صرف ایک رائے کی زیادتی سے وہ نا منظور ہوئی۔ دیہات کے شرفاء کے خیال کا آئینہ خود پارلیمنٹ تھی اور لوگ اچھی طرح جانتے تھے کہ ملکہ کے عاقل ترین مشیر برے 'والسٹیم' کو نہیں اس معاملہ میں ان شرفاء کے ہم آہنگ ہیں۔ اس داروگیر کا اثر مذکورہ بالا دونوں خیالات کے لوگوں پر پڑ رہا تھا اور اگرچہ وہ بالکل متحد نہیں ہو سکے لیکن اتنا ضرور ہوا کہ پیورٹنوں کو عام طور پر پسندینے سے ہمدردی پیدا ہوئی اور ایک مذہبی حلقے کے اندر محدود رہنے کے بجائے اب پیورٹن بھی ایک عام پسند گروہ بن گئے۔ اس سے بڑھ کر یہ ہوا کہ جن لوگوں نے عام عبادت میں حاضر ہونے سے اس بنا پر کنارہ کشی شروع کر دی تھی کہ ان کے نزدیک کسی قومی کلیسا کا ہونا ہی خدا کی مرضی کے خلاف تھا انکی تعداد چند منتشر جوشیوں سے بڑھ کر بیس ہزار نفوس تک پہنچ گئی۔ یہ علیحدگی پسند اپنے باہنی رابرٹ براؤن کی وجہ سے براؤنی (یا پیروان براؤن) کہلاتے تھے

ان لوگوں سے جیسی نفرت الیزبتھ کو تھی ویسی ہی پرسیٹیرینوں اور پیورٹینوں کو بھی تھی۔ پارلیمنٹ میں پیورٹینوں کا غلبہ تھا اسلئے ان کے خلاف ایک قانون نافذ کیا گیا جسکی وجہ سے براؤن کو ندر لینڈز بھاگنا پڑا اور اسکے پیروں میں سے بہت سے لوگ وطن کو خیرباد کہنے پر مجبور ہوئے۔ انہیں گروہوں میں ایک گروہ کیلئے آئندہ ایسی عظیم الشان کامیابی مقدر تھی کہ نکلنٹائر اور اسکے قرب و جوار کے ان غریب آدمیوں پر ایک نظر ڈالے بغیر ہم آگے نہیں بڑھ سکتے۔ خدا کے الفاظ سے ان لوگوں کے دل منور ہو گئے تھے اور عقائد ملتہ کے حلف پر مجبور کئے جانے سے ان لوگوں کو اپنی کوشش کا قدم آگے بڑھانا پڑا۔ یہ لوگ رسومات کو بت پرستی کے آثار سمجھتے اور اساتذہ کی حکومت کو مذہب کے خلاف بتاتے تھے۔ ان لوگوں نے خدا کے آزاد بندوں کی حیثیت سے کتاب مقدس کے اصول پر اپنی ایک مذہبی برادری قائم کر لی تھی۔ آزادی ضمیر کے عظیم الشان اصول نے ان کے حوصلے بلند کر دیئے تھے اور ان کا دعویٰ تھا کہ یہ حیثیت عیسائیوں کے انہیں یہ حق حاصل ہے کہ خدا کے ملک میں (جو اسوقت معلوم ہو چکے ہیں یا جو آئندہ معلوم ہوں) وہ جہاں چاہیں رہیں۔ اپنے جلسوں (یعنی مذہبی جماعت) کی وجہ سے وہ بہت جلد قانون کی زد میں آگئے اور اس مختصر سے گروہ نے یہ عزم کر لیا وہ کسی دوسرے ملک میں جا کر پناہ لے، مگر ان کے ملک سے نکل جانے کی پہلی کوشش روک دی گئی اور جب انہوں نے دوبارہ کوشش کی تو عین جہاز پر سوار ہوتے وقت ان کے بیوی بچے

گرفتار کر لئے گئے۔ لیکن آخر کار حکام نے حقارت کے ساتھ انکی تجویز کو منظور کر لیا، اصل یہ ہے کہ وہ خود ان لوگوں سے کسی نہ کسی طرح اپنی جان چھوڑانا چاہتے تھے۔ ان تارکان وطن کو ایسٹرم میں پناہ ملی، ان میں سے کچھ لوگوں نے جان رابنس کو اپنا پیشرو بنا کر سٹیم میں مقام لیڈن میں پناہ لی۔ وہ اپنے کو زائر سمجھتے تھے اور وہ کسی آرام و آسائش کی زیادہ پروا نہیں کرتے تھے، بلکہ وہ بہشت کو اپنا عزیز ترین وطن سمجھتے اور آسمان کی طرف آنکھ اٹھا کر اپنے دلوں کو تسلی دیتے تھے "جلا وطنوں کے اس مختصر گروہ میں وہ لوگ بھی تھے جو کچھ عرصہ بعد جہاز "مے فلور" کے "آباء زائرین" کے نام سے مشہور ہونے والے تھے۔

پیروان براؤن سے گلو خلاصی آسان تھی مگر تاج کی اس جدید مارٹن روش کا سیاسی خطرہ اسقدر بڑھ گیا تھا کہ خاندان بیوڈر کی تحت نشینی کے وقت سے کبھی ایسا خطرہ پیش نہیں آیا تھا۔ اس روش کے باعث لوگوں میں پرزور مقاومت کی روح پیدا ہوتی جاتی تھی۔ "مارٹن مارپرلیٹ" کے مناقشے کے نام سے جو کشمکش پیش آئی اس میں رائے عام کو نمایاں غلبہ حاصل ہو گیا۔ بیوریٹنوں نے اول سے یہ طریقہ اختیار کر رکھا تھا کہ رسالوں کے ذریعہ سے بادشاہ کے متعلق لوگوں کے خیالات کو برانگیختہ کرتے تھے۔ وٹکفٹ نے مطابع کی ناطقہ بندی کی مگر اسکے اسی فعل سے ثابت ہوتا ہے کہ ان رسالوں کا رائے عام پر اثر پڑ رہا تھا۔ مختلف حکومتوں نے یکے بعد دیگرے چھاپے کی آزادی کو روکنے کیلئے مدت دراز تک جو کوششیں کیں اسکی

ابتدا قواعد اسٹارچمبر کی یادگار ہے۔ زمانہ وراز سے یہ ہوتا آیا تھا کہ وقتاً فوقتاً چھاپے خانے پر احتساب کی بندش عاید کر دی جاتی تھی مگر اسٹارچمبر نے اس احتساب کو بالاستقلال قائم کر دیا۔ چھپائی کا کام لندن اور دونوں دارالعلوموں تک محدود کر دیا گیا۔ چھاپنے والوں کی تعداد گھٹا دی گئی اور جو امیدوار اس کام کی اجازت حاصل کرنا چاہتے تھے وہ کتب فروشوں کی کمپنی کی نگرانی میں رکھے جاتے تھے۔ ہر ایک چھوٹے بڑے مطبوعات کیلئے لازمی تھا کہ اسقف اعظم یا اسقف لندن کی منظوری حاصل کی جائے۔ اشاعت کے اس طرح روکنے کا پہلا نتیجہ اسی سال ظاہر ہوا جس سال آر میڈا نمودار ہوا نہایت کثرت کے ساتھ گنام رسالے "مارٹن مارپریلیٹ" کے نام سے شایع کئے گئے یہ رسالے ایک خفیہ چھاپے خانے میں طبع ہوتے تھے یہ چھاپہ خانہ دیہاتوں میں مختلف شرفا کے گھروں کے اندر گشت کرتا رہتا تھا جہاں شاہی مخبروں کی رسائی نہیں ہو سکتی تھی۔ آخر یہ چھاپہ خانہ ضبط کر لیا گیا اور دو شخصوں پر ان ہتک آمیز رسالوں کے لکھنے کا شک کیا گیا، ان میں سے ایک شخص ویلز کا ایک نو عمر پرنری اور دوسرا ایک پادری اوڈال نامی تھا۔ پرنری قید خانے میں مر گیا اور اوڈال کو پھانسی دیدی گئی۔ مگر اسکے کلام کا دلیرانہ انداز اور اسکا زہریلا اثر اپنا کام کر چکا تھا۔ الیزبیتھ کے طریق حکمرانی میں یہ ممکن نہیں تھا کہ اساتفہ کو بدنام کیا جائے اور صاحب تخت اس بدنامی سے بچ جائے۔ جب "مارٹن مارپریلیٹ" نے سیاسی و مذہبی مباحث کو عام کر دیا تو سیاسی آزادی کے نئے دور کی

اُدھوس ہونے لگی۔ ان رسالوں کے ضبط کئے جانے سے پریسیڈنٹ کی ہمت ذرا بھی پست نہیں ہوئی۔ لارڈ لیسٹر نے کارٹرائٹ کو وارک کے ایک شفا خانے کا ہتھم مقرر کر دیا تھا، اسکی جرات اسقدر بڑھی ہوئی تھی کہ اسنے اس صوبے اور نارٹھمپٹن کے پادریوں کی جماعت کو اپنے طریق پر ترتیب دیا۔ اس مثال کی نہایت کثرت کے ساتھ تقلید کی گئی اور انگلستان کے بیشتر حصوں میں مباحثے اور مشورت کی غرض سے پادریوں کی عام مجلسیں اور اسقفیوں یا صنعوں کے پادریوں کی چھوٹی مجلسیں قائم ہو گئیں۔ پریسیڈنٹ پہلی قسم کی مجلسوں کو سائڈوڈ (مجلس عمومی) اور دوسری کو کلاس (مجلس خصوص) کہتے تھے اگرچہ یہ نئی تنظیم بہت جلد وبادی گئی۔ اور کارٹرائٹ ویکٹ کے ہاتھوں جلا وطن ہونے سے صرف اطاعت کے وعدے کی بدولت بچا مگر اسکا اثر برابر بڑھتا جاتا تھا کچھ دنوں بعد یہ جدو جہد کارٹرائٹ وغیرہ کی حد سے گزر کر پارلیمنٹ کے اعلیٰ طبقے میں منتقل ہو گئی اور جیمز کے عہد حکومت میں اسنے آزادی کی کشمکش اور اسکے چانشین کے عہد میں خانہ جنگی کی صورت اختیار کر لی۔

جزو دوم

خاندان ایسوارٹ کا پہلا بادشاہ

{ اسناد۔ سٹر گارڈنر کی "تاریخ انگلستان" من ابتداءے جلوس جیمز اول ۱۶۰۴ء تا ۱۶۲۳ء

(History of England from the accession of James I)

انصاف پسندی اور معاملہ فہمی کے لحاظ سے نہایت قابل قدر ہے، اس میں جس قدر نئے معلومات جمع کئے گئے ہیں وہ بھی نہایت بیش قیمت ہیں۔ مصحف ذیل کتابیں اور تحریریں بھی موجود ہیں (۱) "اخبار جیمز اول" (Annals of James I)

مصنف کیڈن - (۲) "دربار جیمز اول" (Court of James I)

مصنف گڈمیں (۳) ویلڈن کی "تخصیہ تاریخ دربار جیمز اول" (Secret)

(History of the Court of James I) (۴) راجہ کوک کا

"تجسس" (Detection) (۵) "گیشلا کے مراسلات

(Correspondence in the "Caballa") (۶) "دربار و حالات

جیمز اول" (Court and Fames of James I)

کے بعض خطوط (۷) ونوڈ کی تصنیف "تذکرات سلطنت"

(Memorials of State) کے سرکاری کاغذات اور

(۸) آخری دو پارلیمنٹوں کی شایع کی ہوئی کارروائیاں کیڈن سوسائٹی نے

جیمز ویسل کے باہمی مراسلات اور والٹرینگ کا "روز نامہ"

("Diary") شایع کیا ہے۔ اس دور کے معاملات کے سمجھنے

کے لئے لیکن کے خطوط و تصانیف بسا ضروری ہیں، مسٹر اسپڈنگ

نے ان خطوں کو کامل طور پر ترتیب دیا ہے۔ میکٹ کی سوانح

ویلیمز " ("Life of Wiliams") اور

ہرننگٹن کی "فکاہات قدیمہ" (Nugae Antiquae)

سے اس زمانے کے متفرق سیاسی حالات پر قابل قدر روشنی

پڑتی ہے۔ لیکن خاندان اسٹوارٹ کا طریق حکمرانی کاغذات سرکاری ہی کے مطالعہ سے اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے۔ ان کاغذات کی ترتیب دار فہرستیں ماسٹر آف دی رولز کی طرف سے شائع کی جا رہی ہیں ان سرکاری کاغذات کا سلسلہ اب ۱۶۴۲ء تک پہنچ گیا ہے۔ (اڈیسر)

انگلستان کے پروٹسٹنٹوں میں اب تین چوتھائی کے قریب کیتھولک لوگوں نے پیوریٹنی طریقہ اختیار کر لی تھی ان پیوریٹنوں کے انداز و اطوار اور انکی طرز عمل پر صحیح رائے قائم کرنے کیلئے لازمی ہے کہ عہد الیزبیتھ میں مذہب پروٹسٹنٹ کے نیک و بد پر ایک سرسری نظر ڈالی جائے۔ اس عہد کے شروع میں تقریباً ہر جگہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ ”اصلاح“ کو قطعی یقینی کامیابی ہو گئی ہے۔ صلح الیگزینڈر کے وقت اسے شمالی جرمنی میں پہلے ہی فتح مندی حاصل ہو چکی تھی اور اب وہ بہت سرعت کے ساتھ اس کے جنوبی حصے کو زیر کرنے کیلئے بڑھ رہی تھی۔ آسٹریا کے امرا اور بیویریا کے امرا و عوام دونوں قدیم مذہب کو چھوڑتے جاتے تھے۔ وینس کے ایک سفیر کا تخمینہ یہ تھا کہ جرمنی کی تمام آبادی میں کیتھولک دسویں حصے سے کچھ ہی زیادہ ہونگے۔ یہ نیا مذہب اسکینڈینیویا میں بھی مضبوطی کے ساتھ جم گیا تھا۔ شرقی جانب ہنگری و پولینڈ کے سارے کے سارے امرا پروٹسٹنٹ ہو گئے تھے مغرب میں فرانس یوماً فیوماً ارتداد کے سامنے پست ہوتا جاتا تھا اسکالینڈ میری کے دور حکومت میں مذہب کیتھولک کو تیرا بد کہ چکا۔

اور انگلستان الیزبتھ کے وقت میں پھر مذہب پروٹسٹنٹ کا شیدائی بن گیا تھا۔ اصلاح کا استیصال کامل صرف کیٹھیں، اراگان اور اطالیہ وغیرہ میں ہوا جہاں اسپین کو پورا غلبہ حاصل تھا، مگر اسپین کے اس تمام تشدد سے بھی ندر لینڈ میں "اصلاح" کی اشاعت رک سکی، لیکن عین اسوقت جبکہ "اصلاح" کی کامل فتمندی آنکھوں کے سامنے نظر آرہی تھی، اس نئے مذہب کی رفتار ترقی یکایک رک گئی۔ الیزبتھ کی حکومت کے اول میں برس تک تعطل کی حالت رہی۔ اس کے بعد مذہب پروٹسٹنٹ کی ترقی آہستہ آہستہ رک گئی، مذہبی مناظرات اور داروگیر میں اسنے اپنی قوت کو ضایع کیا، علاوہ برس پیروان لوٹھر اور پیروان زونگی یا کالون کے درمیان جو شدید جھلک مباحث چھڑ گئے تھے وہ بھی اسکی قوت کو تباہ کرنے کا باعث ہوئے۔ لوگوں نے "اصلاح" کو سیاسی مقاصد کے حصول کا ذریعہ بنا لیا، جن جرمن شہزادوں نے اس تحریک کا ساتھ دیا تھا انہوں نے اسے اپنی حرص اور نالائقیوں کی کار براری کا آلہ سمجھ لیا۔ پولینڈ کے امرا میں فرقہ بندی اور قانون کی خلاف ورزی کا زور تھا، یہی حال فرانس کے ہیوگنٹ فرقہ کا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ خود مذہب پروٹسٹنٹ بتدل و کمزور ہو گیا، ادھر یہ حال تھا، ادھر اس دوران میں مجلس ٹرنٹ کے ذریعہ سے پوپ نے ساری دنیا کے کیتھولکوں کو متحد کر لیا تھا۔ مدتوں کی سازگاری و کامیابی نے رومن کلیسا کو منتحل و کمزور کر دیا تھا، مگر آخر اسے معلوم ہو گیا کہ برا وقت کسے کہتے ہیں اور اس سے کیونکر کام نکالنا چاہئے۔

رومن کلیسا کے عقاید منضبط و معین ہو گئے، پوپ کو از سر نو اتحاد کیتھولک کا مرکز تسلیم کر لیا گیا، پروٹسٹنٹوں کے جوش و خروش نے ان کے مخالفین میں بھی ویسا ہی جوش و خروش پیدا کر دیا تھا۔ اقتضائے زمانہ کے موافق نئے مذہبی فرقے پیدا ہو گئے تھے فرقہ کیپوچن کے لوگ مذہب کیتھولک کے واعظ بن گئے تھے۔ فرقہ جزوٹ کے لوگوں نے صرف وعظ و پند پر اکتفا نہیں کی بلکہ انہوں نے عوام کی ہدایت و تعلیم مذہب کی تبلیغ اور ایچی گری کے خدمات بھی اپنے ذمہ لے لئے انکا باقاعدہ نظم و انضباط انکی بے چون و چرا اطاعت انکی حقیقی قابلیت اور انکی دیوانہ وار جوش نے وعظ و نصیحت، تعلیم و تعلم اور توبہ و استغفار میں ایک نئی روح پھونک دی۔ اس صدی کے شروع میں شہید ہونامہ پروٹسٹنٹوں کا حق ہو گیا تھا کیونکہ اس زمانے میں یہی لوگ کیتھولکوں کے ظلم و ستم کے شکار ہو رہے تھے، مگر مریدان لویولا کے میدان کارزار میں آتے ہی کیتھولکوں نے بھی جام شہادت میں اپنا حصہ قائم کر لیا اور پروٹسٹنٹوں کے ہاتھوں شہید ہونے لگے جن رسائل میں کمپین اور ساؤتھویل کے مظالم کی تصویر کھینچی گئی تھی ان سے طلیطلہ اور وائٹا میں وہی جوش پیدا ہو گیا تھا جو کسی زمانے میں فاکس کی تحریروں سے انگلستان میں نمودار ہوا تھا۔ علوم و فنون تک اس قدیم مذہب کے جانبدار بن گئے تھے۔ اس زمانے کا سب سے بڑا سناٹر بیلرمن اور کلیسائی مورخین میں سب سے بڑا صاحب علم بیرونس دونوں کے دونوں مذہب کیتھولک کے پیرو تھے۔ پس طاقتوں کی اس عدم مساوات نے اگر

ہوا کا رخ بدلنا شروع کر دیا تو اس میں تعجب کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ جنگ آرمیڈا کے چند برس پہلے سے مذہب کیتھولک قطعی طور پر زور پکڑتا جاتا تھا صوبہ یوریا، پھر رومن کیتھولک ہو گیا تھا اور آسٹریا کا حکمران خاندان جو قبل ازیں مذہب کے معاملات میں سٹیخیاں تھا اب پورے جوش کے ساتھ مذہب کی حمایت کے لئے اٹھ کھڑا ہوا تھا اور اس طرح جرمنی کے جنوبی حصے میں مذہب کیتھولک کو دوبارہ زور حاصل ہو گیا تھا۔ پولینڈ میں سوشلس کے عقاید کے کامیاب ہو جانے کے باعث اس سلطنت کو عام پروٹسٹنٹ کلیسا سے کوئی تعلق باقی نہیں رہا تھا۔ اور خود ایل پروٹسٹنٹ میں عقیدہ قداس (Sacrament) اور مسئلہ قدر کے متعلق اختلافات اس حد تک بڑھے ہوئے تھے کہ تمام کلیسا دو متخاصم گروہوں میں منقسم ہو گیا تھا۔ جزوٹ ہر جگہ نئے لوگوں کو اپنے گروہ میں شامل کرتے جاتے تھے۔ اسپین کی فوجیں انکی باسن کامیابی کی پشت پناہ تھیں اس سخت کشاکش میں جواب پیدا ہوئی فلپ کو بلاشبہ ناکامی ہوئی۔ آرمیڈا کی شکست نے انگلستان کو بحالی ندرلینڈ کے صوبجات متحدہ اپنی پراسقلال پامردی اور ولیم خاموش کی حسن تدبیر سے ایک زیر دست پروٹسٹنٹ طاقت بن گئے۔ فرانس بھی ہنری (نوار) کی غیر مغلوب کوشش کے باعث اتحاد کیتھولک کی زد میں آجانے سے عین اسوقت بچ نکلا جب اسکی مخلصی کی کوئی امید باقی نہیں رہی تھی مگر اس پسپائی میں بھی مذہب کیتھولک نے کچھ نہ کچھ نفع حاصل کر لیا۔ ندرلینڈ میں

صوبجات ویلون، برامانٹ اور فلینڈرز سے "اصلاح" کے قدم اکٹھے گئے
 فرانس میں ہنری چہارم کو مجبور ہونا پڑا کہ کمیونلوکٹ ماس کے ذریعہ
 سے پیرس پر قابو حاصل کرے۔ مگر بادشاہ کے اس تبدیل عقیدہ کے
 باعث ہیوگنٹ فریق اندر ہی اندر بالکل شکستہ ہو گیا۔ امرا اور علماء
 دونوں نے مذہب پروٹسٹنٹ کو خیر باد کہا اور اگرچہ دریائے لوار
 کے جنوب میں اصلاح کا غلبہ دستور قائم رہا مگر اسکے تمام فرانس پر
 حاوی ہوجانے کی امید بالکل منقطع ہو گئی۔

پس الیزبیتہ کے انتقال کے بعد انگلستان اور ہیر و سجات
 ہر جگہ پر ہر ایک سچے پروٹسٹنٹ کی کیفیت اس شخص کی سی ہو گئی
 تھی جو پہلے تو کامل فتح کی امید میں ہو اور پھر انقلاب حالات سے
 مجبور ہو کر اسے ایک ذلیل اور ناقابل تلافی شکست سے دوچار
 ہونا پڑے۔ تمام کلیسا کو اصلاح کے تحت میں لانے کا خیال بالکل
 ہوا ہو گیا۔ فرقہ پروٹسٹنٹ کے حدود یوں فیوفا تنگ ہوتے گئے۔ اور
 کہیں بھی پوپ کی کامیابیوں کے رکنے کے آثار نظر نہیں آتے
 تھے۔ اس طرح تمام امیدوں کے بعد دیگرے خاک میں ملنے
 جانے سے پیورٹنوں کے مزاجوں میں خشونت و سختی بڑھتی گئی۔
 خود کلیسائے انگلستان کی غیر معین حالت اور لوگوں کے مذہب
 پروٹسٹنٹ کو ترک کرتے جانے کے خیال نے اس ثبوت کو اور
 زیادہ کر دیا۔ جب اس عالم آشوب سے مذہب عیسوی کی نئی
 دنیا نمایاں ہوئی تو "نشائہ جدیدہ" نے پھر اپنا رنگ جمانا شروع
 کر دیا۔ اسکا اثر سب سے زیادہ ہر کی تصانیف میں نمایاں ہوا۔

پس الیزبیتہ کے انتقال کے بعد انگلستان اور ہیر و سجات
 ہر جگہ پر ہر ایک سچے پروٹسٹنٹ کی کیفیت اس شخص کی سی ہو گئی
 تھی جو پہلے تو کامل فتح کی امید میں ہو اور پھر انقلاب حالات سے
 مجبور ہو کر اسے ایک ذلیل اور ناقابل تلافی شکست سے دوچار
 ہونا پڑے۔ تمام کلیسا کو اصلاح کے تحت میں لانے کا خیال بالکل
 ہوا ہو گیا۔ فرقہ پروٹسٹنٹ کے حدود یوں فیوفا تنگ ہوتے گئے۔ اور
 کہیں بھی پوپ کی کامیابیوں کے رکنے کے آثار نظر نہیں آتے
 تھے۔ اس طرح تمام امیدوں کے بعد دیگرے خاک میں ملنے
 جانے سے پیورٹنوں کے مزاجوں میں خشونت و سختی بڑھتی گئی۔
 خود کلیسائے انگلستان کی غیر معین حالت اور لوگوں کے مذہب
 پروٹسٹنٹ کو ترک کرتے جانے کے خیال نے اس ثبوت کو اور
 زیادہ کر دیا۔ جب اس عالم آشوب سے مذہب عیسوی کی نئی
 دنیا نمایاں ہوئی تو "نشائہ جدیدہ" نے پھر اپنا رنگ جمانا شروع
 کر دیا۔ اسکا اثر سب سے زیادہ ہر کی تصانیف میں نمایاں ہوا۔

اسنے معقولیت و انسانیت کی طرف جو توجہ دلائی تھی اس کے
نتیجے کلیسا کے انگلستان کی تاریخ مابعد سے ظاہر ہوتے ہیں۔ دوسری
جانب مورخانہ خیالات نے یہ رنگ دکھایا کہ موجودہ مذہب کی
کڑی گزشتہ مذہب سے طائی جانے لگی اور کیتھولک روایات میں
حصہ لینے کا حق ثابت کیا جانے لگا۔ جارج ہیریٹ کے سے لوگوں
نے طریق پوپٹنی کی خشک و سخت روحانیت کو ترک کر دیا اور مدت ہائے
دراز کے زہد و تقویٰ نے جو خارجی سامان وابستگی کے پھیا کر دیئے
تھے ان سے اپنی غذائے روحانی حاصل کرنے لگے مقدر مقامات
متبرک اشیاء گرجے، قربانگاہ کی تنہائی، عشاء ربانی کے پرہیزگاری
ان لوگوں کی پچسپیوں کا ذریعہ بن گئے۔ لاڈ کے سے لوگوں کو
انسان و خدا کے درمیان خالصتہ شخصی واسطہ قائم کرنے کے وہ
اسباب نظر نہ آئے جنہیں کالون نے اپنے عقیدے کی بنا قرار
دیا تھا یہ لوگ اس خیال میں پڑ گئے کہ کلیسا ایک زندہ شے
ہے اور اگرچہ اسوقت اس میں انتشار پیدا ہو گیا ہے مگر بہت جلد
قدیمی اتحاد قائم ہو جائے گا۔ ہر نے معقولیت کی طرف جو توجہ
دلائی تھی وہ بیکار نہیں گئی بلکہ ایک گروہ فلسفیانہ خیال کے
لوگوں کا پیدا ہو گیا۔ ان متخاصم فرقوں کے شور و مہنگا پیر میں
ان فلسفیوں کی خاموش ترقی کا کسی کو کچھ احساس نہیں ہوا مگر
زمانہ مابعد کے آزاد خیالوں کی طرح ان لوگوں کا ایک گہرا
اثر مذہبی خیالات پر پڑنے والا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ
اس وقت تک اس تحریک معقولیت کا میدان عمل محدود تھا۔

ہائی چارج کے
پرو

آرٹھی فرقہ

اس کی کوشش صرف یہ تھی کہ اختلافات میں اعتدال اور آپس میں مصالحت پیدا ہو جائے کلکٹس کی طرح یہ لوگ بھی یہی کہتے تھے کہ مذہب کے مختلف فیہ امور بہت خفیف و حقیر ہیں اور متفق علیہ امور بہت ہی وسیع و اہم ہیں کالون اور اسکے مقلبین کے بغض حد سے بڑھے ہوئے عقاید کی مخالفت میں یہ لوگ بھی ارسینس کے ہم آہنگ تھے۔ پیروان ہائی چرچ اور زمانہ مابعد کے آزار خیا لوں کے طبائع میں جس قدر اختلاف پایا جاتا ہے اس سے زیادہ اختلاف کوئی سے دو شخصوں کی طبیعت میں ہونا ممکن نہیں ہے۔ پہلے کا نمونہ لاڈ تھا اور دوسرے کا ہیلس مگر انگلستان کے عام پرنسٹنوں کو دونوں ہی سے نفرت تھی۔ ان کے نزدیک پوپ کے خلاف جدوجہد میں کسی قسم کی رعایت اور وسعت نظر کی گنجائش نہیں تھی۔ یہ جدوجہد روشنی و تاریکی اور زندگی و موت کی جدوجہد تھی۔ عقاید و عبادات کا کوئی نیا طریقہ جس میں روم کی طرف ذرا بھی میلان پایا جاتا ہو نظر انداز نہیں ہو سکتا تھا۔ کامیابی کی حالت میں جن رسوم سے یہ سمجھ کر تفرض نہ کیا جاتا کہ ان سے کمزور بھائیوں کو تسلی حاصل ہو گی وہی رسمیں شکست کے وقت بغاوت و نڈاری سمجھی جانے لگیں۔ خطرہ اس قدر اہم تھا کہ رواداری و اعتدال کا ذکر ہی فضول تھا۔ جبکہ باطل کو قوت حاصل ہوتی جاتی تھی تو صداقت کی حفاظت کا یہی ایک ذریعہ باقی رہ گیا تھا کہ حق و باطل کے درمیان ایک سنگین حد قائم کر دی جائے۔ اس وقت تک عام طور پر یہ خواہش نہیں پیدا ہوئی تھی کہ کلیسا کے

طریق حکومت یا سلطنت کے ساتھ اسکے تعلقات میں کوئی تغیر کیا جائے بلکہ صرف طریق عبادت میں کسی قدر تغیر مطلوب تھا تا کہ زیادہ ترقی یافتہ طریقہ پروٹسٹنٹ سے اسے توافق حاصل ہو جائے۔ جیمز اول کی تخت نشینی کے وقت تقریباً آٹھ سو پادریوں نے ایک درخواست پیش کی تھی جسے میلبز ہی پمپٹن (ہزارہی معروضہ) لکھتے ہیں درخواست و ہندوں کی تعداد کل سلطنت کے پادریوں کے دسویں حصے کے برابر تھی۔ اس درخواست سے پیورٹینی طرز صاف عیاں تھی کلیسا کی حکومت یا اسکے نظم و نسق میں کسی قسم کے تغیر کی خواہش نہیں کی گئی تھی بلکہ اتجاہ یہ تھی کہ کلیسا کی عدالتوں کی اصلاح کی جائے عام عبادت کی کتاب سے توہماتی باتیں نکال ڈالی جائیں وہ غیر مستند کتابیں جنہیں رومنوں نے انجیل میں شامل کر دیا ہے خارج کر دی جائیں۔ اتوار کی حرمت کا زیادہ سختی کے ساتھ خیال رکھا جائے، داعظین کی تعلیم اور ان کے گزران کا انتظام کیا جائے۔ جن مذہب کو اپنے گروو پیش کے مذہبی جوش سے کم ہور دی تھی انہوں نے بھی یہ چاہا کہ کلیسا کی اصلاحات کے ذریعہ سے مذہبی و قومی اتحاد حاصل کیا جائے۔ لیکن نے یہ سوال کیا کہ کیا وجہ ہے کہ ملکی سلطنت کے رفع نقائص اور اس کی ترقی کیلئے ہر تیسرے برس پارلیمنٹ جمع ہو کر مفید و کار آمد قانون بنائے اور جیسے جیسے خرابیاں پیدا ہوتی جائیں ان کی رختہ بند کرے اور مذہبی سلطنت میں ہر طرح کی خرابیاں جمع ہوتی رہیں اور پینتالیس برس تک اس کی خبر نہ لی جائے۔ حقیقت

ہزارہی معروضہ

۱۶۰۳

عام طور پر یہ امید پیدا ہوگئی تھی کہ اب ملکہ کے سدّ راہ نہ ہونے سے کچھ نہ کچھ ہو جائے گا۔ لیکن جیمز کا مذہبی انداز طبیعت اگرچہ الیزبتھ کے خالص دنیاوی انداز سے بالکل مختلف تھا مگر کلیسا میں کسی قسم کے تغیر کی مخالفت میں وہ ملکہ سے کم نہیں تھا۔

پارلیمنٹ اور یورڈ کے دوران حکومت میں انگلستان کے

بادشاہوں کی نسبت جو عام خیال پیدا ہوگیا تھا جیمز اس کے

بالکل ہی برعکس تھا۔ جس طرح وہ زیادہ گوئی، نخوت، عدم خودداری

سفلیں، دلازار گفتگو، علم نامی اور قابل نفرت بزدلی کے باعث

باطن ہنری اور الیزبتھ سے مختلف تھا اسی طرح وہ اپنے بڑے سر

اپنی لڑکھرائی ہوئی زبان، اپنے توہم لباس، اپنی خمیدہ ٹانگوں

کی وجہ سے بظاہر بھی ان سے مخالف تھا۔ لیکن اس ظاہری

مضحکہ خیز حالت کے باوجود جیمز میں بہت بڑی فطرتی قابلیت موجود

تھی وہ ایک پختہ مغز عالم تھا، جودت و طباعی اس میں کوٹ کوٹ کر

بھری ہوئی تھی۔ مذاق اور حاضر جوابی اسکے خمیر میں داخل تھی۔

اسکے دل پذیر مذاق، چبھتے ہوئے فقروں، ضلع جلالت اور

ہجوئیں سے اس زمانے کے سیاسی و مذہبی اختلافات کی کیفیت

روشن ہوتی ہے۔ لوگ ان مذاقوں کی چاشنی سے اب تک

لذت اندوز ہوتے ہیں۔ اس کی نظر خاصکر مذہبی مسائل میں نہایت

وسیع تھی اور اس نے بہت سی کتابیں تصنیف کی تھیں جن میں

مسئلہ تقدیر سے لیکر تباہ کو تک کے مباحث موجود تھے مگر

بالفاظ ہنری چہارم اس کی اس جودت و علیت نے اسے

بادشاہوں کے
خصوصی مہم جوئی

”تمام ممالک عیسوی میں سب سے زیادہ عقلمند بیوقوف بناہ یا تھا۔ اسکی طبیعت ایک خود پسند عالم کی سی تھی اس قسم کے عالموں میں جس طرح خود نمائی، بخت، نظریات سے الفت اور اپنے نظریات کو واقعات حقیقی کے صورت میں لانے کی عدم قابلیت پائی جاتی ہے وہی کیفیت جیمز کی تھی۔ اگر وہ اپنے مقالات کو صرف جادوگری مسئلہ تقدیر اور تمنا کو نوشتی کی گراہیت ہی تک محدود رکھتا تو تمام کام درست ہو گئے ہوتے، لیکن انگلستان اور جیمز کے جانشین کی بدقسمتی تھی کہ اسے ان مسائل سے زیادہ اصول حکمرانی کے متعلق اپنے خیالات کے ظاہر کرنے کا شوق تھا، یہی خیالات تھے جنہوں نے قوم و بادشاہ کے درمیان زندگی و موت کی جدوجہد کے بیج بوئے۔ تخت انگلستان پر ٹھکن ہونے کے قبل ہی وہ اپنے اصول حکمرانی کو ایک کتاب کی صورت میں، قلمبند کرچکا تھا جسکا نام اسے ”آزاد شاہی کا صحیح قانون“ رکھا تھا۔ اس کتاب میں اس نے یہ ظاہر کیا تھا کہ ”اگرچہ ایک اچھے بادشاہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے افعال کو قانون کے مطابق رکھے مگر وہ ایسا کرنے پر مجبور نہیں ہے بلکہ وہ اپنی مرضی کا مختار ہے اور اسے اپنے افعال سے اپنی رعایا کیلئے مثالی قائم کرنا چاہئے“ عہد یوڈر کے مدبرین جب ”مطلق العنان بادشاہ“ یا ”مطلق العنان بادشاہی“ کے الفاظ استعمال کرتے تھے تو انکی مراد یہ ہوتی تھی کہ وہ بادشاہت یا وہ سلطنت فی نفسہ مکمل ہے اور ہر طرح کی خارجی مداخلت یا پوپ کی دست اندازی سے آزاد ہے۔ جیمز نے

ان الفاظ کا یہ مفہوم قرار دیا کہ بادشاہ قانون کی تمام قیود سے آزاد ہے اور وہ خود اپنے سوا کسی کا جوابدہ نہیں ہے۔ بادشاہ کا یہی نظریہ نظام حکومت کی بنا قرار پایا گیا اور بادشاہوں کے حقوق من جانب اللہ کے نام سے یہ ایک ایسا مسئلہ ہو گیا جس کا اساتذہ نے منبروں پر وعظ شروع کر دیا اور بہت سے جرہی اشخاص نے اس کے لئے اپنے سر ویدئے کلیسا نے بادشاہ کے اس انکشاف جدید کو بہت جلد قبول کر لیا۔ کلیسائی مجلس ۱۶۰۶ نے کتاب عقاید میں اس دعوے کو باطل قرار دیا کہ "دستخطی طاقت، عدالتی قوت اور جملہ اختیارات اولاً رعایا کے بے سروپا گروہ سے حاصل کئے گئے تھے اور فی الاصل یہ قوت اب تک رعایا میں موجود اور فطرۃً انہیں کی مرضی کے تابع ہے۔ نیز یہ کہ اس قوت کی ابتدا بحکم خداوندی خدا ہی کی ذات سے ہوئی ہے اور اس کا انحصار اسی کی ذات پر ہے" جیمز کے نظریہ کے موافقاً ان علما نے یہ اعلان کر دیا کہ بادشاہت دراصل ایک موروثی حق ہے اور بادشاہ کے حکم کی بے چون و چرا اطاعت مذہبی فرائض میں داخل ہے۔ ان مجالس مذہبی کے اس طرح اظہار خیال کرنے کے بعد کاول نامی ایک شخص نے علی الاعلان یہ شایع کیا کہ "بادشاہ اپنے اختیار مطلق کے باعث قانون سے بالاتر ہے اور اگر کسی قانون کو وہ مفاد عامہ کے لئے مضر سمجھے تو باوجود اپنی پہلی قسم کے وہ اس میں ترمیم و تہتیح کر سکتا ہے" دارالعوام کے اعتراض کرنے سے اس کتاب کی اشاعت

روک دی گئی مگر بے چون و چرا اطاعت کے حامیوں کو اس سے بہت تقویت حاصل ہوگئی۔ جیمز کے انتقال کے چند برس پہلے دارالعلوم آکسفورڈ نے نہایت سنجیدگی سے یہ فیصلہ کیا کہ رعایا کیلئے کسی صورت میں جائز نہیں ہے کہ اپنے حکمرانوں کے خلاف طاقت کا استعمال کرے یا جارحانہ و مدافعانہ کسی طور سے انکا مقابلہ کرے۔ "بادشاہ کی پر از سخوت تقریریں اگرچہ خود پارلیمنٹ کے لئے غصہ پیدا کرنے کا موجب ہوتی تھیں مگر ایک ہی بات کو اسقدر علی التواتر بیان کرنے کا اثر پارلیمنٹ سے باہر یہ ہوتا تھا کہ بادشاہ کی مطلق العنانی کا یقین قوی ہوتا جاتا تھا۔ ان تقریروں نے لب و لہجہ کا اندازہ کرنے کے لئے ہم اسٹارچمبر کی ایک تقریر کا کچھ اقتباس درج کرتے ہیں۔ جیمز نے اپنی ایک تقریر میں کہا کہ "بطرح اس امر میں بحث کرنا کہ خدا کیا کر سکتا ہے اور کیا نہیں کر سکتا و ہریت اور سوئے ادب ہے اسبطرح اس امر میں بحث کرنا کہ بادشاہ فلاں کام کر سکتا ہے اور فلاں کام نہیں کر سکتا رعایا کی گستاخی اور بادشاہ کی سخت توہین ہے۔" ایسی تقریروں کے متعلق ایک مرتبہ ایک ذی فہم مبصر نے یہ رائے دی تھی کہ "اگر ان خیالات پر عمل بھی ہونے لگے تو غالباً ہم اپنے اخلاف کیلئے اسقدر آزادی ورثے میں نہ چھوڑ جائیں گے جس قدر ہم نے اپنے اسلاف سے ورثے میں پائی ہے۔"

پہلی نظر میں پارلیمنٹ کی جن بعض کارروائیوں کا انداز گستاخانہ معلوم ہوتا ہے اگر ہم ان کے نسبت صحیح رائے قائم کرنا چاہیں تو

تاج اور
اساقفہ

ہیں لازم ہے کہ جمیز کے تمام دور حکومت میں اس کی اس شکیرانہ روش کا بھی پوری طرح اندازہ کر لیں اس قسم کے نئے وعادی کے مقابلہ میں ساکت و صامت رہنا کلیسا و قوم کو تباہ کرنا تھا۔ یہ دعویٰ فی نفسہ بھی ایسا تھا کہ اس زمانے کے تمام شریف ترین خیالات کے خلاف تھا لوگ ہر جگہ قانون کے مفہوم کو وسعت دے رہے تھے۔ لیکن نے مادی اشیا میں قانون کا پتہ لگایا۔ ہر نے روحانی عالم میں قانون کی موجودگی کا دعویٰ کیا طریق پیورٹینی کی خصوصیات میں سب سے زیادہ نمایاں خصوصیت قانون پرستی تھی۔ جس استقلال اور وقت نظر سے انہوں نے انجیلوں کی چھان بین کی اس کی غرض یہی تھی کہ ہر چھوٹے بڑے امر کے متعلق انہیں "خدا کی مرضی" معلوم ہو جائے تاکہ وہ بے رو و کداسی کی پیروی کریں۔ لیکن یہ انتہا کی اطاعت شعاری صرف خدائی احکام تک محدود تھی۔ دنیاوی احکام کو وہ وہیں تک تسلیم کرتے تھے جہاں تک وہ الہامی قانون کے موافق ہوں۔ پیورٹین اپنے مذہب کے رو سے اس امر پر مجبور تھے کہ جب موجود وقت طاقت کی جانب سے ان سے کسی قسم کی ملکی یا مذہبی اطاعت کیلئے کہا جائے تو وہ اس مطالبہ کی پوری طرح جانچ کر لیں اور اطاعت خدا کا جو اعلیٰ فرض ان پر عاید ہے اس کو مد نظر رکھ کر اس مطالبہ کو منظور یا نامنظور کریں۔ مسزیمین اپنے شوہر کی نسبت لکھتی ہے کہ "مذہب کے معاملہ میں وہ ہمیشہ عقل کو خدا کے تابع کر دیتے تھے مگر اور تمام معاملات میں دنیا کے بڑے سے بڑے شخص کا نام بھی ان کو بغیر سمجھے ہوئے

کسی کام کے کرنے پر مجبور نہیں کر سکتا تھا" صاف ظاہر ہے کہ اس عراج کے لوگوں میں اور جیمز جس بے چون و چرا اطاعت کا خواہاں تھا اسکے ماننے والوں میں ایک ناقابل عبور نخلج حایل تھی۔ یہ لوگ نہ صرف ہر کام کیلئے کسی نہ کسی قانون کے جو یا تھے بلکہ اس معاملہ میں انہیں نہایت غلو تھا اور اپنے اخلاقی ضبط و ترتیب کے باعث وہ کسی جابر کی بیضابنگی و بد نظمی کے روادار نہیں ہو سکتے تھے۔ انکی کیفیت یہ تھی کہ وہ ہر ایک امر کی تنقید اور اس پر محاکمہ کرتے اور ضرورت ہو تو عزم و استقلال کے ساتھ اس کا مقابلہ کرنے کیلئے بھی تیار رہتے تھے، مگر مقابلہ کے اس خیال کی وجہ یہ نہ تھی کہ وہ صاحب اختیار کو حقیر سمجھتے تھے بلکہ انکا یہ اعتقاد تھا کہ وہ بادشاہوں سے بھی ایک بالاتر قوت کے مطیع ہیں۔ اگرچہ یہ یقین تھا کہ بادشاہوں کے اس حقوق منجانب اللہ کے نظریہ کی مخالفت میں پیورٹینوں کے تمام شریفانہ جذبات پر انگینت ہو جائیں گے مگر اس نظریہ کے سوا ایک اور شے بھی تھی جس نے ان کی مقاومت کی حس کو اور تیز کر دیا تھا۔ جیمز نے اساتذہ کی قدر و منزلت جس طرح پر بڑھائی تھی اس سے اس احساس مقاومت میں زیادہ تیزی پیدا ہو گئی تھی۔ الیزبیتھ نے مذہبی تفوق کو جس رنگ میں دیکھا وہ اس کی رعایا کیلئے سنگ راہ بن گیا تھا، بایں ہمہ الیزبیتھ اس تفوق مذہبی کو اپنے عام حقوق شاہی کا محض ایک جزو تصور کرتی تھی لیکن جیمز کا خیال اس معاملہ میں بھی الیزبیتھ کے خیال سے اسقدر مختلف تھا جس قدر

اصول حکومت کی نسبت ان دونوں کے خیالات میں فرق تھا۔ جیمز کا نظریہ برسوں کی اس ذلت کا نتیجہ تھا جو اسے اسکاٹلینڈ میں پریسبیٹیرین کشمکش کے دوران میں برداشت کرنا پڑی تھی۔ اسکاٹلینڈ کے پریسبیٹریوں نے اس کے اوائل عہد میں اس کی توہین اور تحویف میں کوئی کسر اٹھانہیں رکھی تھی۔ پس جیمز نے طریق پوریٹنی کو بھی پریسبیٹری کے مثل سمجھ لیا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس طرز عمل کیلئے کسی سابقہ تعصب کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ وہ بالکل اصول منطق کے عین مطابق تھا اور جن مقدمات سے اس نے ابتدا کی تھی یہ طریق عمل اسکا لازمی نتیجہ اور اس کے عین موافق تھا۔ جہاں وہ مسائل دینیات میں کالون کا ہنجیال تھا۔ وہیں وہ یہ بھی سمجھتا تھا کہ کالون نے کلیسا کی جو عمارت بلند کی ہے، اسکا جو نظم و نسق قرار دیا ہے، اس کے لئے جس طرح سالانہ اجتماع مقرر کیا ہے اور اسکے مذہبی وعظوں میں حکومت کے افعال کے متعلق جس طرح آزادانہ بحث و گفتگو روا رکھی ہے، ان باتوں نے اس طریقہ مذہب کو بجائے خود ایک منظم جمہوریت بنا دیا ہے اور وہ تاج کیلئے خطرے کا باعث ہے۔ جس نئی طاقت نے اسکاٹلینڈ میں حکومت مذہبی کو الٹ دیا تھا وہ طاقت خود بادشاہت کو بھی زیر و زبر کر سکتی تھی۔ مذہبی رنگ میں ہو یا سیاسی رنگ میں مگر عوام کی ہی کی جانب سے۔ ان دونوں پر حملے ہوتے تھے اور چونکہ دشمن واحد تھا اسلئے جیمز نے اپنی قومی کوتاہ نظری کے باعث یہ رائے قائم کر لی تھی کہ کلیسا و سلطنت کا مقصد متحد تھا۔ اسکا یہ مقولہ مشہور ہے کہ "اسقف نہ ہو تو بادشاہ بھی نہیں ہو سکتا" ایک ایسے بادشاہ سے

کسی مذہبی اصلاح کی کیا توقع ہو سکتی تھی جسے انگلستان کی تمام دلفریبیوں میں سب سے زیادہ یہ امر پسند آیا کہ وہاں کا کلیسا ایک منتظم و مطیع کلیسا ہے، کلیسائی مجلسیں بادشاہ کی مرضی سے منعقد ہوتی ہیں، کلیسائی عدالتیں بادشاہ کے فرمان کی تعمیل کرتی ہیں اور اسکے اساتذہ خود کو شاہی عہدہ وار سمجھتے ہیں۔ جیمز نے اگر ہزاروں معروضہ کو قبول کر لیا اور مقتدایان دین اور سربراہان پورٹینوں کی ایک کانفرس بمقام ہیمپٹن کورٹ طلب کی تو اس سے اسکا مقصود ان شکایات پر بحث کرنا نہیں تھا بلکہ اسنے اس موقع کو اپنے معلومات دینی کے اظہار کا ذریعہ بنایا اور پورٹینوں کے مطالبات پر بالکل سیاسی حیثیت سے نظر ڈالی۔ اساتذہ نے یہ ظاہر کیا کہ اس نے اپنے مخالفین کو جن ملامتوں کا نشانہ بنایا ہے وہ روح القدس کے الفاظ کے ہونے لگے۔ پورٹینوں نے اسکی معصومیت کی نسبت اب بھی بحث کرنا چاہی مگر جیمز نے وہی دیکر مجلس کو برخاست کر دیا جس سے اس کا طرز عمل صاف ظاہر ہو گیا معترضین کی نسبت اسنے یہ کہا کہ ”میں انہیں موافقت پر مجبور کروں گا ورنہ انہیں اسقدر پریشان کروں گا کہ وہ ملک سے نکل بھاگیں گے۔“

ہیمپٹن کورٹ
کانفرس

۱۶۰۴

جیمز کے تمام دوران حکومت میں پارلیمنٹ کے ساتھ جو طولانی پرغاش جاری رہی اسکے سمجھنے کیلئے ضروری ہے کہ مذہبی و ملکی معاملات کے متعلق قوم کا میدان طبیعت اور بادشاہ کی افتاد و مزاج کو بخوبی سمجھ لیا جائے۔ اس پرغاش کے جزئیات کو قابل فہم بنانے کیلئے ہیں بادشاہ اور ایوانہائے پارلیمنٹ کے تعلقات پر ایک سرسری

تاریخ اور
پارلیمنٹ

نظر ڈالنے کی ضرورت ہے۔ عہد بیوڈر میں اگرچہ پارلیمنٹ کی وقعت گھٹ گئی تھی مگر دولری نے اپنی دانشمندانہ پیش بینی سے یہ سمجھ لیا تھا کہ پارلیمنٹ ہی قدیم آزادی کی یادگار ہے اور ہنری جس قسم کی مطلق العنانی قائم کرنے کے درپے ہے اگر کسی وقت قوم اسکی مخالفت پر آمادہ ہوئی تو پارلیمنٹ ہی اسکی مخالفت کا مرکز ہوگی۔ انگلستان کی آزادی کیلئے کبھی اس سے زیادہ خطرناک وقت پیش نہیں آیا تھا جبکہ دولری اس امر پر متا ہوا تھا کہ دونوں ایوانہائے پارلیمنٹ کو عملاً کالعدم کر دے مگر کرامول کی جرأت و قابلیت استقدر بڑھی ہوئی تھی کہ اسنے شاہی جڈہ کی روایات کو ہلائے طاق رکھ دیا۔ اسے تلج کی قوت پر پورا اعتماد تھا اسلئے اسنے پارلیمنٹ کے اجلاس از سر نو جاری کر دئے اور آسانی کے ساتھ پارلیمنٹ پر قابو حاصل کر کے اسکو اپنے ظلم و جور کا آلہ بنایا۔ آئینی آزادی کی قدیم صورتوں سے شاہی مطلق العنانی میں مدد لگئی اور جس انقلاب نے ایک وقت کیلئے انگلستان کو ہنری کے قدموں کے نیچے ڈال دیا وہ خود پارلیمنٹ ہی کے مسلسل قوانین کا نتیجہ تھا۔ کرامول کا یہ اعتماد ہنری کے تمام دوران حکومت میں صحیح ثابت ہوا اور دونوں ایوانہائے پارلیمنٹ علانیہ اطاعت کی روش پر چلتے رہے مگر ہنری کی کارروائیوں نے جس مذہبی تغیر کیلئے راستہ صاف کر دیا تھا اسکا اثر ادورڈ ششم کی نابالغی کے زمانے میں ظاہر ہونا شروع ہوا اور میری کی مذہبی رجحمت پسندی کے باعث پارلیمنٹ کو یہ انتہا مساوات اور سخت اختلافات پر مجبور ہونا پڑا۔ بادشاہ نے جب یہ دیکھا کہ وہ اسلئے پارلیمنٹ کو

مرعوب نہیں کر سکتا تو اسے حکمت عملی سے انکی مخالفت کو بیکار کرنا چاہا۔ اس سے شاہراہ ترقی میں ایک بڑا قدم آگے بڑھا۔ پارلیمنٹ بادشاہ کے مجوزہ ارکان سے بھر و گئی۔ اور دسٹھم کے وقت میں بائیس اور میری کے زمانے میں چودہ نئے حلقجات انتخاب قائم کئے گئے۔ ان میں سے بعض جگہیں ضرور ایسی تھیں کہ ان کے تمول و آبادی کے لحاظ سے ان کی نیابت ہونا چاہئے تھی مگر بیشتر حلقے محض چھوٹے چھوٹے گاؤں تھے اور انکا عدم وجود محض مجلس شاہی کی مرضی پر منحصر تھا۔ الیزبیتھ نے بھی اپنے انہیں پیشروں کا طریقہ اختیار کیا۔ اسے حلقجات انتخاب بھی قائم کئے اور امیدواروں کو نامزد بھی کیا مگر اسے اپنی سیاسی دور بینی سے بہت جلد یہ معلوم کر لیا کہ یہ دونوں تدبیریں بے سود ہیں۔ اسے دولزی کی تدبیر مناسب معلوم ہوئی کہ پارلیمنٹ کو کالعدم کر دیا جائے۔ پس اسے پارلیمنٹوں کے درمیانی وقفے کو بڑھانا شروع کیا۔ اپنی جزوسی 'توازن باہمی' اور امن کی حکمت عملی سے اسے یہ کوشش کی کہ پارلیمنٹ کے طلب کرنے کی ضرورت ہی نہ پیش آئے اور ایک مدت تک اسے اس کوشش میں کامیابی حاصل ہوتی رہی مگر آزادی انگلستان کے اس صعب ترین زمانے میں میری دہ ملک (اسکاٹلینڈ) اور فلپ (شاہ اسپین) اسکے دوست ثابت ہوئے مذہب کیتھولک کی مخالفت کے باعث الیزبیتھ معاملات کو بکثرت پارلیمنٹ پر محمول کر دینے پر مجبور ہوئی۔ جسقدر وہ مزید طلب امداد پر مجبور ہوتی جاتی تھی اسقدر پارلیمنٹ کالب و لہجہ بلند و بلند تر ہوتا جاتا تھا۔ محصول و اجاروں کے معاملہ میں پارلیمنٹ کے مطالبات کے

مقابلہ میں الیزبتھ کو اپنی سختی طبیعت کو دبانا پڑا۔ مذہب کے متعلق اس نے کسی قسم کی رعایت کرنے سے قطعاً انکار کر دیا اور اس کی توقع میں انگلستان کو اسکے جانشین کے زمانے تک انتظار کرنا پڑا لیکن جیمز ^{تیسرا} کے عہد کے ابتدائی کاموں سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کسی قسم کی رعایت کی روش اختیار کرنے کے بجائے دونوں ایوانہائے پارلیمنٹ سے دست و گریبان ہونے کی تیاری میں مشغول تھا۔ ملکہ کے عہد میں پارلیمنٹ کی ترقی طاقت کا اصل راز یہ تھا کہ لڑائی کا سلسلہ برابر جاری تھا اور اس وجہ سے ملکہ کو روپیہ کی حاجت رہا کرتی تھی اس کی مجلس شور سے اسکے جنگی فریق کی بابت یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ وہ نہ صرف بیرون ملک کے پروٹسٹوں کے لئے لڑ رہی تھی بلکہ انگلستان کی ایسی آزادی کیلئے بھی برسرِ جنگ تھی جب اس نے برلن کے مشورہ مصالحت کو روکیا تو اس بڑھے وزیر نے اسے کتاب مقدس کے یہ الفاظ دکھائے کہ ”ایک خونخوار شخص اپنی نصف زندگی بھی پوری نہ کر سکے گا“ لیکن اس جنگی کارروائی سے اس کے دوستوں کا منشاء صرف خوزیزی کرنا نہیں تھا بلکہ ان کے اغراض نہایت شریفانہ تھے۔ اسکے برعکس محض خوزیزی سے بچنے کے خیال سے جیمز قیام صلح کا حامی نہیں تھا۔ اس نے جس محبت کے ساتھ اسپین سے صلح کر لی اسکا مقصد یہی تھا کہ کیتھولکوں کو بیرونی امداد سے محروم کر دے کیونکہ اسکے استحقاق شاہی کے جواز پر ہی لوگ متعرض تھے اور انکا اس طرح بے یار و مددگار ہوجانا جیمز کی حفاظت حقوق کیلئے ضروری تھا کیتھولکوں کی

سرتابی ہی کو روکنے کے خیال سے اسنے ان کے خلاف تعزیری قوانین کو نرم کر دیا اور عام عبادت سے علیحدگی اختیار کرنے والوں کو جرمانے سے بھی بری کر دیا۔ یہ کارروائیاں بجائے خود کیسی ہی سزاوار تھیں کیوں نہ ہوں مگر جب پروٹسٹنٹوں نے یہ سنا کہ جیمز اسپن اور پوپ کے ساتھ اس غرض سے مراسلت کر رہا ہے کہ مذہب کیتھولک کے خلاف اندرون ملک اور بیرون ملک ہر جگہ مخالفانہ روش ترک کر دے تو تمام پروٹسٹنٹ غصے سے برا فروختہ ہو گئے۔

۱۶۰۳ء کی پارلیمنٹ کا انداز کچھ ایسا تھا کہ سو برس کے اندر کسی پارلیمنٹ کا یہ انداز نہیں رہا تھا۔ بادشاہ کو تخت نشین ہونے ابھی کھوڑا ہی زمانہ گزرا تھا مگر اتنے ہی دنوں میں اسکی طبیعت کا حال کھل گیا تھا۔ کلیسا اور سلطنت میں مطلق العنان حکومت کا تذکرہ ہر وقت اسکی زبان پر رہتا تھا لوگ اسے ایک براشگون خیال کرتے تھے۔ سب سے بڑھکر یہ کہ پیورٹنوں کو اس سے جن مذہبی مراعات کی امید تھی وہ ہیمپن کورٹ کی کانفرس سے خاک میں مل گئی تھی لیکن ارکان پارلیمنٹ کے متوسط الحال اور تجارت پیشہ اشخاص میں تین چوتھائی ایسے تھے جنہیں پیورٹنیوں سے بہرہ روی تھی۔ انہوں نے بادشاہ کی اس تجویز کو سرد مہری اور شک کے ساتھ سنا کہ انگلستان اور اسکاٹلینڈ کو برطانیہ عظمیٰ کے نام سے متحد کر دیا جائے پارلیمنٹ ہمہ تن مذہبی اصلاح کے خیال میں غرق تھی۔ دارالعوام نے پہلا کام یہ کیا کہ زیادہ تکلیف وہ مذہبی شکایات کے رفع کرنے کے لئے ایک مجلس مقرر کی اور جب ان کی مجوزہ کارروائیاں نامنظور ہوئیں

۱۶۰۳ء کی پارلیمنٹ

تو انہوں نے ایک محضر کے ذریعہ سے بہت صاف الفاظ میں اپنے خیالات دارالعوام کا بادشاہ کے حضور میں پیش کر دئے۔ اس محضر میں یہ لکھا گیا تھا کہ پارلیمنٹ اثبات حقوق صلح و دوستی کے خیال کے ساتھ جمع ہوئی ہے، ہماری خواہش یہ ہے کہ امن و آمان قائم رہے اور ہماری کوشش یہ ہے کہ سب آپس میں اتفاق کے ساتھ رہیں۔ ارکان پارلیمنٹ یہ چاہتے تھے کہ پادریوں کے دیرینہ اختلافات کو ختم کر دیں، چند ضروری رسومات کو ترک کر کے اور وعظ کہنے والے پادریوں کی تعلیم و تربیت کیلئے ایک مناسب انتظام کر کے اتحاد باہمی کو قائم رکھیں۔ الیزبیتھ کے عہد میں انہوں نے ان معاملات پر بحث کرنا ترک کر دیا تھا مگر اب وہ اپنے اس حق کے دعویدار تھے۔ انہوں نے اپنے محضر میں لکھا تھا کہ "حضور والا کی عنایت ہوگی اگر ملک و حکومت کے دیگر حالات کی طرح کلیسا کی خرابیوں کے متعلق بھی حضور پارلیمنٹ کے دارالعوام کے ذریعہ سے عام لوگوں کے خیالات سے اطلاع حاصل کیا کریں۔" مطلق العنانی کے دعوے کا ذکر ایسے الفاظ میں کیا گیا تھا جو "عرضداشت حقوق" کی تہیید معلوم ہوتے تھے۔ ان کے الفاظ یہ تھے کہ "اگر کسی نے حضور سے یہ کہا ہے کہ انگلستان کے بادشاہ کو بذات خاص مذہبی معاملات کے تغیر اور ان کے متعلق وضع قانون کا اختیار مطلق حاصل ہے تو اسنے غلط کہا ہے۔ معاملہ دنیاوی کی طرح اس معاملے میں بھی پارلیمنٹ کی رائے کی ضرورت ہے۔" اس محضر کو سنکر جمہیز نے نہایت درشتی کے ساتھ ارکان کی ملامت کی اور پارلیمنٹ کو ملتومی کر دیا۔ تاج کی تائید نے اس واقعہ کو

پیورٹوں کے مطالبات کو مسترد کرنے پر اور دلیر کر دیا۔ الیزبیتھ کے قانون کے موافق "سی ونہ عقاید" میں سے صرف انہیں دفعت کا حلف اٹھانا ضروری تھا جنکا تعلق عقیدے یا عشاء ربانی سے تھا مگر ۱۶۰۴ء کی مجلس مذہبی نے یہ قرار دیا کہ آداب و رسوم کے دفعت پر بھی حلف لیا جائے۔ نئے اسقف اعظم بینکرافٹ نے یہ بھی لازمی کیا کہ ہدایات متعلقہ عبادت کے متعلق بھی تمام تنخواہ دار پادری سمیٹی کیساتھ پورا پورا اتفاق کریں۔ ان مطالبات کی خلاف ورزی کی بنا پر دوسرے سال موسم بہار میں تین سو پیورٹن پادری اپنی جگہوں سے ہٹا دیے گئے۔ پیورٹینوں سے قطع تعلق کے بعد کیتھولکوں سے بھی قطع تعلق ہو گیا۔ جرمانوں کی معافی کے بعد سے ان کی تعداد میں بہت ترقی ہو گئی تھی اور اس سے ایک عام اضطراب پیدا ہو گیا تھا۔ پارلیمنٹ نے ازسرنو تعزیری قوانین کا نفاذ منظور کیا۔ ادھر لوگوں نے یہ افواہ اڑادی کہ خود بادشاہ بھی کیتھولک ہو گیا ہے۔ اس خبر سے اسے اس قدر غصہ آیا کہ اسنے ان قوانین کے نفاذ میں پہلے سے زیادہ سخت گیری اختیار کی۔ کیتھولک بالکل مایوس ہو گئے اور انکی اس مایوسی سے ایک پرانی سازش میں تئی جان پڑ گئی۔ باہر سے مدد ملنے یا ملک میں علانیہ بغاوت کرنے کی کوئی صورت باقی نہیں رہی تھی پس چند بے باک کیتھولکوں نے رابرٹ کیتھی کی سرکردگی میں (جسنے اسکس کی بغاوت میں بھی شرکت کی تھی) یہ تجویز کی کہ ایک ہی وار میں بادشاہ اور پارلیمنٹ دونوں کا خاتمہ کر دیا جائے۔ ایوان پارلیمنٹ کے نیچے کی ایک کوٹھری میں

پارو ورو
سازش

بارود کے پیسے رکھ وئے گئے پارلیمنٹ کے اجتماع کیلئے نومبر کی پانچویں
تاریخ مقرر تھی یہ لوگ اسی تاریخ کے انتظار میں تھے مگر اس اشارہ میں
ان چند آدمیوں سے گزر کر اس کارروائی نے ایک ہیب سازش
کی صورت اختیار کر لی۔ سراڈورد ڈگبی اور فرینس ٹریشم کے سے
دولتمند کیتھولک اس راز داری میں شامل ہو گئے اور انہوں نے
اس تجویز کو وسعت دینے کے لئے روپیہ سے مدد دی۔ فلینڈرز
میں ہتھیار خریدے گئے گھوڑے تیار کئے گئے اور شکار کے
بہانے سے کیتھولک معرزمین جمع کئے گئے۔ اور یہیں سے بغاوت
کی ابتدا ہونے والی تھی۔ تجویز یہ تھی کہ بادشاہ کے ہلاک ہوجانے
کے بعد معاً اسکے سب لڑکے گرفتار کر لئے جائیں اور علانیہ بغاوت
کر دی جائے اور اس کام میں فلینڈرز کے اسپینیوں سے مدد لی جائے۔
اس سازش کی راز داری نہایت حیرت انگیز تھی مگر آخر وقت میں
ٹریشم کی جب خاندانی کے باعث ایک اشارہ مل گیا۔ اس نے
اپنے ایک عزیز لارڈ ہاننگل کو لکھا تھا کہ وہ اس روز پارلیمنٹ
سے غیر حاضر ہو جائے۔ تفتیش سے پتہ چل گیا کہ ٹچے کی کوٹھری
میں بارود جمع ہے اور ایک سپاہی گیڈو فاکس اسکا محافظ ہے
شکار کا جمع نہایت پریشانی کے ساتھ منتشر ہو گیا اور ضلع در
ضلع سازش کرنے والوں کا تعاقب کیا گیا کچھ لوگ تو اس
تعاقب کے سبب سے مارے گئے اور کچھ لوگ گرفتار ہو کر
قتل کئے گئے..... انگلستان کے فرقہ جزیوت کے سرگروہ کارنٹ
پر بھی مقدمہ قائم ہوا اور اسے پھانسی دیدی گئی۔ اس نے اس

سازش میں کسی قسم کی شرکت نہیں کی تھی مگر ایک دوسرے برٹش گریٹوں سے اسے اسکا حال معلوم ہو گیا تھا۔ اس کا بیان تھا کہ وہ اسے شکر تہایت پریشان ہو گیا تھا مگر اسے اس راز کو ظاہر نہیں کیا اور پارلیمنٹ کو اس کی قسمت پر چھوڑ دیا۔

اس مشترکہ خطرے سے بچ جانے کے باعث پارلیمنٹ بادشاہ کی زیادہ طرفدار ہو گئی اور جب ۱۶۰۶ء میں اسکا اجتماع ہوا تو دارالعوام

چھوڑا اور پارلیمنٹ

نے اتنی کثیر رقم کی منظوری دیدی جس سے الیزبیتھ کے وقت کا تمام قرضہ جنگ ادا ہو جاتا مگر جیمز کی فضول خرچیوں کے باعث اسکے امن کے زمانے کا خرچ اتنا بڑھ گیا تھا جتنا الیزبیتھ کے جنگ کے زمانے کا خرچ تھا۔ پس خزانے کی ضرورت اور خود کو پارلیمنٹ کی نگرانی سے آزاد کر لینے کے خیال سے وہ مجبور تھا کہ نئے ذرائع آمدنی پیدا کرے۔ اسکی خود ساختہ کارروائیوں میں پہلی کارروائی

یہ تھی کہ اسنے درآمد پر محصولات عاید کر دئے۔ مدت سے یہ فیصلہ ہو چکا تھا کہ اون 'چمڑے' اور ٹین کے علاوہ اور کسی شے پر

جبری حال

بے منظوری پارلیمنٹ بادشاہ کی طرف سے محصول لگانا خلاف قانون ہے۔ میری نے دو ایک چیزوں کی درآمد پر محصول عاید کر دیا

تھا اور الیزبیتھ نے اسے ذرا اور وسعت دیکر کشمش اور شراب کو بھی اسی فہرست میں شامل کر لیا تھا مگر یہ ایسے معمولی مستثنیات

تھے کہ انکی بنا پر عام رواج کا توڑنا کسی طرح جائز نہیں ہو سکتا تھا۔ ایک اس سے زیادہ مضرت رساں مثال اور ملگنی۔ ترکی

وامسریک وغیرہ کے ساتھ تجارت کرنے کیلئے بڑی بڑی تجارتی

کمپنیاں قائم تھیں۔ یہ کمپنیاں عام تاجروں سے اس بنا پر کچھ وصول کیا کرتی تھیں کہ وہ دور دراز سمندروں میں انکی حفاظت کرتی تھیں اسی زمانے میں ترکی کے ساتھ تجارت کرنے والی کمپنی بند کر دی گئی اور اسنے جو معاوضہ تاجروں پر لگا رکھا تھا جیمز نے اس کو تلج کے حق میں ضبط کر لیا اور پارلیمنٹ کے اعتراض کی کچھ پروا نہ کی۔ جیمز کو اپنے خزانے کے بھرنے کی جسقدر فکر تھی اسی قدر اسے اپنے اختیار مطلق کے ثابت کرنے کی بھی فکر تھی۔ لہذا عدالت مالی کے اجلاس میں ایک مقدمہ پیش کیا گیا اور اسنے یہ فیصلہ کر دیا کہ بادشاہ حسب صوابدید خود محاصل درآمد و برآمد عاید کر سکتا ہے۔ حجوں کی حجت یہ تھی کہ بیجری کے تمام محصولات غیر ملکی تجارت کا نتیجہ ہیں اور غیر اقوام کے تجارتی معاملات اور معاہدات کا تعلق صرف بادشاہ کی ذات سے ہے اس لئے کہ جسے سبب پر اختیار ہو اسی کو سبب پر کبھی اختیار ہونا چاہئے۔ جیمز اس فیصلے کی اہمیت کو اچھی طرح سمجھتا تھا کہ اس سے پارلیمنٹ کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہے گی۔ انگریزی تجارت میں روز افزوں ترقی ہوتی جاتی تھی۔ انگریز تاجر اپنے قوت بازو سے جزائر شرق الہند میں اپنے لئے راستہ پیدا کر رہے اور سلطنت مغلیہ میں اپنے قدم جما رہے تھے۔ اس فیصلے سے آمدنی کا ایک ایسا ذریعہ جیمز کے ہاتھ آ گیا جسکا جلد جلد ترقی کرتے جانا یقینی تھا۔ خزانہ کی ضرورت نے اسے علی کارروائی اختیار کرنے پر مجبور کر دیا۔ دو برس کے

مجلس کا مرقعہ
۱۶۰۶ء

تذیب کے بعد بہت سی اشیاء درآمد و درآمد پر میر بحری کا محصول عاید
 کر دیا گیا لیکن اگر اس چہرہ دستی سے آمدنی بڑھتی جاتی تھی تو دوسری
 طرف شاہی قرضہ اس سے بھی زیادہ تیز رفتاری دکھا رہا تھا۔ سال
 بسال جہیز کے اخراجات میں ترقی ہوتی جاتی تھی اور نئی پارلیمنٹ
 کا طلب کرنا ناگزیر ہو گیا تھا۔ سبیل نے (جسے اب ایل سالبری
 کا خطاب مل گیا تھا) ایک تجویز "معاہدہ اعظم" کے نام سے
 مرتب کی تھی جس کا منشا یہ تھا کہ جہیز اپنے بعض تکلیف دہ
 جاگیر دارانہ حقوق مثلاً حقوق تولیت و تجویز عقد وغیرہ سے دست
 بردار ہو جائے نیز شاہی ضروریات کیلئے نرخ معینہ پر چیزوں کے
 ہٹائے جانے کے دستور کو ترک کر دے اور دارالعوام اسکے
 عوض میں شاہی آمدنی میں دو لاکھ سالانہ کا اضافہ کر دے لیکن
 دارالعوام کی بدظنی کے باعث اس معاہدے میں کامیابی نہیں
 ہوئی اور بادشاہ نے جب شاہی قرضہ کی ادائیگی کیلئے روپیہ کا
 مطالبہ کیا تو دارالعوام نے اسکے جواب میں ایک شکایت آمیز
 عرضداشت پیش کر دی۔ جہیز نے شاہی اعلانوں میں یہی
 بات پیدا کر دی تھی کہ اس ذریعہ سے وہ نئے نئے جرم پیدا کرتا
 نئے تاوان عاید کرتا اور مجرموں کو ایسی عدالتوں کے روبرو طلب
 کرتا جنہیں ان معاملات میں قانونی اختیار نہیں حاصل ہوتا تھا۔
 پارلیمنٹ ان کارروائیوں کو بری نظر سے دیکھ رہی تھی۔ مذہبی
 عدالتوں کے اختیارات میں بھی بہت زور دیکر اضافہ کیا جا رہا
 تھا۔ چونکہ مذہبی و ملکی مقننوں کے درمیان پرانی رقابت چلی آ رہی تھی

معاہدہ اعظم

۱۶۱۰

اسلئے جموں نے "ہائی کمیشن" کے اختیارات کے خلاف درخواستیں دیں اور مسلسل فیصلوں کے ذریعہ سے اس کے غیر محدود دعاوی کو ایک حد پر قائم کرنا اور قید کے اختیارات کو ترک مذہب اور ارتداد کے واقعات تک منحصر رکھنا چاہا مگر کسی بات کا کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ بادشاہ کے مقابلے میں راج بالکل بے بس تھے اور جیمز ان عدالتوں کی تائید میں ہر گرم تھا جنکا نہایت قریبی تعلق خود اسکے اقتدار شاہی سے تھا۔ اگر خزانہ ایک بار معمور ہو جاتا تو پھر ان خرابیوں کے روکنے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ دارالعوام اس پر بھی رضامند نہ تھا کہ سالہا سابق کی بے ضابطگیوں سے چشم پوشی کی جائے۔ جیمز نے انہیں نئے محصولوں پر بحث کرنے سے روک دیا مگر تعرضات بدستور ویسی ہی زور دار رہے۔ انہوں نے اپنی عرضداشت میں لکھا "عرضداشت" تھا کہ "دارالعوام کو یہ معلوم ہوا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے پارلیمنٹ کی رائے و مشورے کے بغیر حالت امن میں اس سے زیادہ مقدار و تعداد کا محصول عاید کر دیا ہے جتنا اعلیٰ حضرت سے پیشتر کسی فرمانروا نے کبھی حالت جنگ میں عاید کیا ہو" اسلئے یہ درخواست ہے کہ "پارلیمنٹ کی منظوری کے بغیر جس قدر محصول لگائے گئے ہیں سب یک قلم منسوخ کر دئے جائیں اور ایک قانون یہ بنا دیا جائے کہ ان محصولوں کے سوا جو پارلیمنٹ کی منظوری سے عاید کئے گئے ہیں جس قدر دوسرے محصول رعایا پر یا ان کے خانگی و تجارتی مال و اسباب پر لگائے گئے ہیں

سب کا عدم ہیں "کلیسا کی شکایات کے متعلق بھی انہوں نے اس طرح زور دیکر مطالبہ کیا اور یہ درخواست کی کہ "معزول پادریوں کو وعظ کہنے کی اجازت دیدی جائے اور "ہابی کمپشن" کے اختیارات بذریعہ قانون معین کر دئے جائیں۔" منشا یہ تھا کہ مالی معاملات کی طرح مذہبی معاملات کو بھی اقتدار شاہی سے نکال کر آئندہ پارلیمنٹ کے اختیار میں دیدیا جائے۔ اور۔۔۔ معاملات میں جیمز جو کچھ بھی رعایت کرتا ممکن تھا مگر اپنے مذہبی اقتدار میں وہ کسی قسم کی مداخلت کا روادار نہیں تھا۔ پارلیمنٹ برطرف کر دی گئی اور ۱۶۱۱ء میں برس یوں ہی گزر گئے۔ آخر حکومت کی مالی مشکلات نے

جیمز کو پھر پارلیمنٹ کا سامنا کرنے پر مجبور کیا۔ اس سے قبل کبھی کسی انتخاب میں ایسا عام جوش نہیں ظاہر ہوا تھا جتنا ۱۶۱۳ء کے انتخاب میں ظاہر ہوا۔ جہاں کہیں بھی ممکن ہوا

دوبارہ کے امیدوار خارج کر دئے گئے اور عوام کے جانبدار گروہ کے تمام ممتاز ارکان کا دوبارہ انتخاب ہو گیا۔ اس گروہ کو اب "فسرلیق مخالف" کے نام سے یاد کرنا زیادہ مناسب ہوگا۔ لیکن اس پر بھی تین سو رکن بالکل نئے تھے اور زمانہ مابعد کی جدوجہد کے دوسرے گروہ یعنی "ٹاس وٹ ورتھ اور جان ایٹ" کے نام بھی پہلی بار انہیں نے اراکین میں نظر آتے ہیں۔ پہلے کو یار کشار نے اور دوسرے کو سنٹ جرمینز نے منتخب کیا تھا۔ دارالعوام کی کارروائی میں پر زور چیز اور ہش ہش کی آواز پہلی بار سنی گئی اور اسی سے اس وقت کے بیٹھان جوش عام کا حال

معلوم ہوتا ہے۔ طرز عمل کے اعتبار سے اس پارلیمنٹ کا بھی وہی انداز تھا جو اس سے سابقہ پارلیمنٹوں کا رہ چکا تھا۔ اس نے روپیے کی منظوری سے اس وقت تک کیلئے انکار کر دیا جب تک وہ عام شکایات پر غور نہ کر لے اور خلاف قانون محصولات اور کلیسا کی خرابیوں کے رفع کرنے کو سب سے مقدم قرار دیا۔ سوئے اتفاق سے نئے اراکین کی نا تجربہ کاری کے باعث اقتدارات کے متعلق دارالامرا سے منافست ہو گیا۔ بادشاہ ان کے لب و لہجہ کی سختی سے نہایت درجہ خائف ہو چکا تھا اسلئے اس نے اسی مناقشے کی بنا پر پارلیمنٹ کو بر طرف کر دیا۔

بادشاہ کی
مطلوبہ اور

اسکی پارلیمنٹ کے چار سربراہ اور وہ ارکان تاور میں بھیجے گئے۔ پارلیمنٹ کی طرف سے بادشاہ کے دل میں جیسی وہشت اور

۱۶۲۱-۱۶۲۲

جب غصہ پیدا ہو گیا تھا وہ اس سے ظاہر ہے کہ زمانہ دراز تک وہ اس امر پر مصر رہا کہ بغیر پارلیمنٹ ہی کے ملک کا کام چلاتا رہے۔ سات برس تک وہ اپنی فرضی مطلق العنان حکومت کے اصول پر آنکھ بند کر کے چلتا رہا۔ نہ وہ گزشتہ واقعات پر ناوم تھا نہ اسے آئندہ کا کچھ خوف تھا۔ جن خرابیوں کے متعلق متواتر پارلیمنٹوں نے اظہارِ نفرت کیا تھا وہ نہ صرف بدستور قائم رہیں بلکہ اور زیادہ ہو گئیں اور نہ ہی عدالتوں کی نئی دست درازیوں کی ہمت افزائی کی گئی۔ باوجودیکہ بادشاہ کے مشیرانِ قانونی نے شاہی اعلانوں کے خلاف ضابطہ ہونے کو تسلیم کر لیا تھا مگر کم ہونے کے بجائے ان اعلانوں کی تعداد

اور برصغری گئی "جبری محاصل" نہایت سختی کیساتھ وصول کئے جاتے تھے۔ اس پر بھی خزانہ خالی ہی رہا اور آخر الامر شدت احتیاج نے جیمز کو مجبور کر دیا کہ وہ علانیہ قانون کے خلاف کارروائی اختیار کرے۔ اسنے مزید آمدنی کا وہ ذریعہ اختیار کیا جس سے شاہانِ یورپ کے زمانہ عروج میں دولزی تک کو دست بردار ہونا پڑا تھا۔ یعنی لوگوں سے "پیشکش" کا مطالبہ کیا گیا لیکن اس مطالبے کے متعلق بڑے بڑے امراء نے بالعموم مجلس شاہی کے خطا کا کچھ جواب نہیں دیا۔ ۱۶۱۴ء کی پارلیمنٹ کے برطرف ہونے کے بعد تین برس کی مدت میں شیرفوں کی جانفشانی سے صرف ساٹھ ہزار پونڈ جمع ہو سکے۔ یہ رقم پارلیمنٹ کی ایک ادارہ کے دوثلث سے بھی کم تھی۔ مغربی صوبوں کے عذرات کو مجلس شاہی نے وہمی دے کر دیا تھا مگر اس پر بھی ہیریفرڈ اور اسٹیفورڈ کے صوبوں نے آخر تک ایک جبہ نہیں کھینچا۔ روپیہ کی پریشانی کے باعث جیمز کو وہ تدابیر اختیار کرنا پڑیں جن کے باعث طبقہ متوسط اور بادشاہ کے درمیان سیکڑوں کوس کامیدان حائل ہو گیا۔ اسنے نابالغوں کی تولیت اور بے دلی لڑکیوں کے عقد وغیرہ کے مثل جاگیردارانہ حقوق کو ترک کرنے سے انکار کر دیا۔ یہ حقوق ازمنہ وسطی سے برابر چلے آ رہے تھے مگر ان سے ہمیشہ ناجائز فائدہ اٹھایا جاتا تھا طبقہ امراء کو اس نے اس طرح ذلیل کیا کہ امارت کا لقب فروخت کرنا شروع کر دیا۔ اسنے اپنے عہد میں پینتالیس نئے شخصوں کو دارالامرا کا

پیشکش

رکن بنایا تھا ان میں سے زیادہ لوگوں نے صرف روپیہ کے زور سے یہ اعزاز حاصل کیا تھا۔ ایک اعلان کے ذریعہ سے لندن میں نئے مکانوں کے اضافے کی ممانعت کر دی گئی تھی اس اعلان کی خلاف ورزی سے بہت بڑی رقمیں جبرانہ کے طور پر خزانہ میں داخل ہوئیں۔ اس قسم کی تدبیروں سے جہیز ایک ایک دن گزارتا جاتا تھا تاکہ اسے دوبارہ اس مجلس سے سابقہ نہ پڑے جو اسکی خود مختاریوں کو مستقبلاً روک سکتی تھی لیکن اس مجلس کے علاوہ ایک اور ذی اثر اور قدیم گروہ قانون دانوں کا بھی موجود تھا۔ یہ قانون پیشہ گروہ جہیز کی کارروائیوں کو روک تو نہیں سکتا تھا مگر انکے راستہ میں دقتیں حائل کر سکتا تھا۔ قانون پیشہ اشخاص بادشاہ اور سب سے زیادہ تاج کے مطیع فرمان تھے۔ یہ لوگ باوجود قانون صاحب علم ہونے کے محض اپنی کج فہمی سے دوران کار نظائر کو قبول کر لیتے تھے اور جن مختلف کیفیت حالات کے باعث وہ نظائر وجود میں آئے تھے ان کا مطلق لحاظ نہیں کرتے تھے یہی وجہ تھی کہ جہیز کے دعاوی کی تائید کرتے تھے لیکن جہیز بھی ان سابقہ نظائر کی حد سے تجاوز کرنا نہیں چاہتے تھے۔ ایک مقدمے میں انہوں نے پوری طرح یہ کوشش کی کہ مذہبی عدالت کے اختیارات ایک معینہ قانونی حدود کے اندر رہیں اور جب جہیز نے یہ دعویٰ کیا کہ بادشاہ کو فی نفسہ یہ حق حاصل ہے کہ جب اسکی کسی عدالت کے روبرو کوئی ایسا معاملہ پیش ہو جس سے اقتدار شاہی پر اثر پڑے تو فیصلے کے قبل بادشاہ

کا خیال معلوم کر لینا بھی ضروری ہے تو جوں نے عاجزی سے مگر استقلال کے ساتھ یہ کہہ کر اس دعویٰ کو رد کر دیا کہ قانون میں کہیں اسکا ذکر نہیں ہے۔ جیمز نے جوں کو خلوت میں طلب کیا اور مدرسے کے بچوں کی طرح ان سب کو سرزنش کی ایک شخص کے سوا سب جج اسکے قدموں پر گر پڑے اور اقرار کیا کہ وہ اسکی مرضی پر چلینگے۔ صرف چیف جسٹس سر ادورڈ گک اپنی رائے پر مستقل رہا۔ گک ایک تنگ خیال اور بد مزاج شخص تھا مگر قانون دانی میں اسکا پایہ بہت بلند تھا اور قانون کی عظمت اسکے دل میں ایسی جاگزیں تھی کہ اسکے سامنے وہ تمام خیالات کو ہیچ سمجھتا تھا اسنے یہ جواب دیا کہ اس کے روبرو جب کوئی معاملہ پیش ہوگا وہ وہی کریگا جو ایک جج کو کرنا چاہئے وہ فوراً ہی مجلس شاہی کی رکنیت سے خارج کر دیا گیا۔ گک کی تزییل و حقیقت قانون عامہ کی تزییل تھی۔ ایک مدتوں کا متروک قانون نکالا گیا کہ عدالتی عہدے پر کوئی شخص اسی وقت تک رہ سکتا ہے جب تک کہ بادشاہ کی مرضی ہو۔ اس پر بھی جب گک اپنی رائے پر مصر رہا تو اس قانون کے رو سے عہدہ چیف جسٹس سے برطرف کر دیا گیا۔ جیمز کے اس خیال کے ظاہر ہو جانے سے کہ وہ عدالتی معاملات میں دخل دینا چاہتا ہے انگریزوں میں اس کی طرف سے جیسی نفرت پیدا ہوئی ایسی نفرت اسکے کسی اور فعل سے نہیں پیدا ہوئی تھی۔ جس طرح اسکی شان و شکوہ و اسراف اس زمانے کے ترقی پذیر اخلاق کیلئے

گک کی برطرفی

۱۶۱۶

باعثِ ولت تھے اسی طرح اسکی یہ حرکت قانون کے ترقی پذیر احکام کی توہین تھی۔ ناچ رنگ عیاشی کے سامان ہوتا کرنے کیلئے جس بیدردی سے خزانہ خالی کیا جا رہا تھا اسکی مثال کہیں سابق میں نہیں ملتی۔ جس نوحیر آفاقی کے حسن پر بادشاہ کی نظر شوق پڑ جاتی تھی اس پر جائیداد و جواہرات بیدریغ نثار کر دئے جاتے تھے۔ الیزبتھ کے دربار میں بھی اس قسم کی بد اخلاقی و عیاشی ہوا کرتی تھی مگر فرق یہ تھا کہ اسوقت کی عیش پرستیوں پر وقار و سہکری کی ایک نقاب پڑی ہوئی تھی اور جیمز کے دربار کی ذلیل بد اطواریاں بالکل بے حجاب تھیں۔ بادشاہ اگرچہ فی الحقیقت ایسا نہیں تھا مگر لوگ اسے پرست و رندست سمجھتے تھے۔ دربار میں ایک تماشے کے موقع پر دیکھا گیا کہ ایک نشتے میں چور اسکے قدموں پر لوٹ رہے ہیں۔ ایک شرمناک مقدمے میں یہ ثابت ہو گیا کہ سلطنت کے بعض بڑے بڑے عہدہ دار اور امیر عیاروں رمالوں اور زہر دینے والوں سے ساز باز رکھتے تھے۔ لیڈی اس کے مقدمہ طلاق میں جیمز نے بذات خاص مداخلت میں کچھ مائل نہیں کیا۔ اس طلاق کے بعد لیڈی نے جب بادشاہ کے ایک مورد عنایت ندیم سے عقد کرنا چاہا تو تمام مراسم خود بادشاہ کے حضور میں عمل میں آئے۔ شاہان یوڈر کے دور میں بادشاہ کا احترام ایک گونہ پرستش کی حد کو پہنچ گیا تھا مگر اب ان حالات کو دیکھتے ہوئے احترام کے بجائے تنقیض و تنفر پیدا ہو گیا تھا۔ تھیٹروں میں علانیہ بادشاہ کا مضحکہ اڑایا جاتا تھا۔ مسٹر پیچس نے

وائٹ ہال کے عیش پرستوں کی نسبت ویسے ہی سخت الفاظ استعمال کئے ہیں جیسے ایلیجا (Elijah) نے جینزبیل (Jezebel) کے خلاف استعمال کئے تھے، لیکن بائیس ہمہ جہیز کے دربار کی عیاشی و بد اطواری اسکی حکمرانی کی حاکمتوں سے زیادہ قابل نفرت نہ تھی۔ پینٹ کی خاموشی کی حالت میں ہنری ہشتم سے مطلق العنان بادشاہ تک کی خود مختاریوں پر مجلس شاہی کی روک ٹوک قائم تھی کیونکہ مجلس کی رکنیت صرف بادشاہ کے وزرائے محدود نہیں تھی بلکہ عالی مرتبہ امرا اور سلطنت کے موروثی عہدہ دار بھی اس میں شامل ہوتے تھے۔ لارڈ برے کا بیٹا رابرٹ سیسل الیریتھ کے وقت سے وزرات شاہی مقر کا کام انجام دیر ہا تھا اور جہیز کو تخت نشین کرنے کے صلے میں اسے ارل سائبرری کا لقب عطا ہوا تھا۔ جب اسکا انتقال ہو گیا تو جہیز نے تمام حقیقی اختیارات مجلس شاہی کے ہاتھ سے نکال لئے اور اپنے نائیل ندیموں کو اعزاز و خطاب سے سرفراز کر کے ان خدمتوں پر مامور کر دیا۔ اسکاٹلینڈ کا ایک نوجوان مسی رابرٹ کار والی کاؤنٹ روچسٹر اور ارل سمرسٹ بنا دیا گیا اور لیڈی اسکس کے طلاق حاصل کر لینے کے بعد اسی نو دولت امیر کے ساتھ اسکا عقد کر دیا گیا۔ وہ سلطنت کے تمام اندرونی بیرونی معاملات پر حاوی ہو گیا تھا لیکن آخر ایک شدید جرم کے الزام میں وہ اپنے اعزاز و اقتدار اور بادشاہ کی عنایت سب سے محروم ہو گیا۔ اسپر سراس اووربری کو نہر دیکر مار ڈالنے کا الزام لگایا تھا۔ وہ خود اور اسکی بیوی دونوں اس جرم کے مرتکب قرار پائے تھے لیکن

شاہی مقر

انتخابات کے سلب کر لینے سے جیمز خود ہی وزیر اعظم کے فرائض انجام دینے لگا تھا اور تمام معاملات پر وہ اس طرح حاوی ہو گیا تھا کہ اسکے قبل پاکستان کے کسی بادشاہ کو یہ ہمہ گیری نہیں حاصل ہوئی تھی۔ اسکی تخت نشینی کے وقت خارجی معاملات کی باگ سانسبری کے ہاتھ میں تھی اور جب تک سانسبری زندہ رہا الیزبیتھ کی حکمت عملی فی الجملہ قائم رہی۔ صرف یہ ہوا کہ اسپن سے صلح ہو گئی مگر صوبجات متحدہ سے دلی اتحاد اور فرانس کے ساتھ با احتیاط اتفاق کے باعث اسپن کے بلند حوصلوں میں زمانہ جنگ ہی کی سی رکاوٹیں حاصل رہیں۔ جب کیتھولک خاندان آسٹریا کے جوش مذہبی کے باعث جرمنی میں خطرہ بڑھتا نظر آیا تو الکز (والی) پلٹیان کے ولی عہد کے ساتھ بادشاہ کی بیٹی الیزبیتھ کا عقد کر دیا گیا اور اس سے یہ سمجھا جانے لگا کہ انگلستان پر ^ٹرولسٹنٹ سلطنتوں کی تائید کریگا۔ لیکن سانسبری کے انتقال اور ۱۳۱۶ء کے پارلیمنٹ کی برطانی کے بعد ہی تباہی انگیز تغیرات شروع ہو گئے۔ الیزبیتھ کی جدوجہد اور آرمیڈا کی فتح سے جو نتائج حاصل ہوئے تھے جیمز نے فوراً ہی انکو پلٹنا شروع کر دیا۔ اسنے اپنی طباعی اور کم عقلی کے باعث یہ رائے قائم کر لی کہ اسپن کے ساتھ متحد ہو کر کام کرنے سے اسے بیرون ملک میں اپنا اثر بڑھانے اور اندرون ملک میں قوم کی نگرانی سے آزاد ہو جانے میں مدد ملے گی۔ اسنے اسپن کی ایک شہزادی کے ساتھ اپنے بیٹے کے عقد کے متعلق مراسلت کا سلسلہ جاری کر دیا۔ اسکے جسدرد مورد عنایت ندیم کے بعد دیگرے

سلطنت پر حاوی ہوئے سب نے اسپین کے اتحاد کی تائید کی۔ ۱۶۱۷
 برسوں کی خفیہ ریشہ دوانیوں کے بعد دنیا کو اسوقت بادشاہ کے ارادوں
 کی خبر ہوئی جب خاندانِ آسٹریا کے طرز عمل سے جنوبی جرمنی کے پرنسوں
 کی انتہائی تباہی یا خانہ جنگی کا اندیشہ پیدا ہو رہا تھا۔ زیادتی کی ابتدا
 کسی طرف سے بھی ہو مگر یہ مسلم تھا کہ مذہب کیتھولک اور مذہب
 پروٹسٹنٹ کے درمیان سرزمینِ جرمنی کے اندر پھر ایک بار سخت معرکہ
 آرائی ہونے والی ہے۔ جیمز کے وزرا میں ایک فریق اب تک سالیبر
 کی روایات پر قائم تھا وہ موقع کی نزاکت کو دیکھ کر اس خطرے
 کی پیش بندی کے خیال سے ایک ایسی تجویز کی تائید پر آمادہ ہو گیا
 جس سے بادشاہ کو اپنی اس نئی حکمت عملی سے باز آنا پڑے اور
 وہ اسپین کے ساتھ جنگ میں پھنس جائے۔ الیزبتھ کے وقت کے
 جنگ آزماؤں میں سروالڈرلے ایک ممتاز شخص تھا وہ ابھی تک
 زندہ تھا اور نئی حکومت کے شروع ہونے کے وقت سے بالزہم
 غداری ٹاور کے اندر مقید تھا اسنے جیمز سے کہا کہ اسے آری نوکو
 میں سونے کی ایک کان کا علم ہے اور یہ درخواست کی کہ اسے
 اجازت ہو کہ وہ وہاں جا کر بادشاہ کیلئے سونا نکلوائے بادشاہ اس
 لالچ میں آگیا مگر اسکے ساتھ ہی اسنے یہ بھی حکم دیدیا کہ نہ اسپین کی
 مملکت پر حملہ کیا جائے اور نہ کسی اسپینی کو قتل کیا جائے۔ راتے
 بارہا جان پر کھیل چکا تھا اسے معدن طلا کے ملنے کا یقین تھا اور
 وہ جانتا تھا کہ اگر اسپین اور انگلستان میں لڑائی چھڑگئی تو اسکے لئے
 زندگی کا ایک نیا راستہ کھل جائے گا اسنے وہاں پہنچ کر دیکھا کہ

سارل پر اسپین کی فوجیں پہلے سے قابض ہیں حملہ نہ کرنے کے حکم کی خلاف ورزی سے بچنے کے خیال سے اس نے اپنے آدمیوں کو بالائی حصہ ملک میں بھیج دیا۔ انہوں نے وہاں اسپین کے ایک شہر کو لوٹ لیا مگر سونے کی کان کا کہیں پتہ نہ چلا اور لوگ پریشان حال اور شکست خوردہ واپس آئے۔ راتے نے اپنی بے باکانہ طبیعت کے باعث ایک نئی تجویز یہ سوچی کہ بوقت واپسی اسپین کے خزانے سے لہے ہوئے جہازوں کو گرفتار کر لے اور ڈریک کی طرح غنیمت کی اس مقدار خلیج سے بادشاہ اور قوم کو مہیوت کر دے۔ لیکن اسکے ہمراہیوں نے اسکی تائید نہ کی اور وطن پہنچ کر اسے قسمت کا لکھا بھگتا پڑا۔ مدت دراز سے اسپر قتل کا جو حکم صادر ہو چکا تھا جیمز نے فوراً ہی اسے نافذ کر دیا اور اس شکستہ دل جانباز کو پھانسی دیکر اسپین کی شکایت کی تلافی کی۔ تاریخ جرمنی کے نقطہ خیال سے راتے کی یہ ناکامی بہت ہی بُرے وقت میں ہوئی۔

بومیانے ۱۶۱۸ء میں آسٹریا کے کیتھولک خاندان کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا تھا اور التواء تنازعات مذہبی کے باعث اتنے زمانے سے جرمنی میں جو امن قائم تھا وہ درہم برہم ہو گیا تھا پس جب ۱۶۱۹ء میں شہنشاہ تھیس کے انتقال کے باعث اسکا بھتیجا فرڈینینڈ شہنشاہ ہوا اور تخت بومیانے کا مالک قرار پایا تو امرائے بومیانے نے یہ اعلان کر دیا کہ اسوقت ملک کا کوئی بادشاہ نہیں ہے اور پھر سیلیٹائن کے نوجوان الکر (والی) فریڈرک کو اپنا بادشاہ منتخب کر لیا۔ جرمنی کے حکمرانوں میں کچھ حکمراں لوٹھر کے پیرو تھے اور

جنگی لیا

کچھ کالون کے، انہیں باہم سخت بغض و حسد تھا اور اسوجہ سے جرمنی کے پروٹسٹ بھی دو حصوں میں تقسیم ہو گئے تھے، مگر یہ یقین کیا جاتا تھا کہ فریڈرک کے انتخاب سے آپس میں اتحاد ہو جائے گا اور اہل بوہیمیا کو یہ اعزاز تھا کہ جیمز کے داماد کو اپنا بادشاہ بنا لینے سے انگلستان ضرور ان کی مدد کرے گا۔ اگر ایک مضبوط طرز عمل اختیار کیجاتی تو اسپین کو خاموش رہنا پڑتا اور یہ مجادلہ جرمنی ہی کے اندر محدود رہتا مگر جیمز کو جس سیاست ملکی پر ناز تھا اسکا دار اسپین کے خوف پر نہیں بلکہ اسپین کی دوستی پر تھا۔ جرمنی کے پروٹسٹ حکمرانوں نے جب باہم متفق ہو کر بوہیمیا کی جانبداری کی تو جیمز نے نہ صرف انہیں مدد دینے سے انکار کر دیا بلکہ ہالینڈ کو جو صدقہ دل سے پیلیٹائن کا موڈ تھا جنگ کی دھکی دی تمام درباری اور تمام اہل ملک یکریمان ہو کر جنگ کا مطالبہ کر رہے تھے مگر جیمز پر کچھ اثر ہی نہیں پڑتا تھا۔ جیمز اپنے داماد کو برابر یہی تاکید کر رہا تھا کہ وہ بوہیمیا سے نکل جائے اسے یہ یقین تھا کہ اس صورت میں انگلستان اور اسپین کی متفقہ کوشش سے امن قائم ہو جائے گا مگر فریڈرک نے اس تجویز کے قبول کرنے سے انکار کر دیا، اسپین نے بھی معاً پردہ اٹھا دیا اور اسکی شہرہ آفاق سپاہ، شہنشاہ کی مدد کے لئے جلد جلد رائن کی طرف بڑھتی نظر آئی۔ اس فوج کے بڑھنے نے بوہیمیا کی اس مقامی تنازع کو تمام یورپ کی جنگ کی صورت میں بدل دیا۔ ایک طرف اہل اسپین نے پیلیٹائن پر قبضہ کر لیا، دوسری طرف میکسی میلن (شاہ یویریا) کی ماتحتی میں کیتھولک

لیگ کی فوج نے دریائے ڈینیوب پر پھینکر آسٹریا کو زیر کر لیا اور فریڈرک کو پراگ کی دیواروں کے سامنے جنگ کرنے پر مجبور کر دیا۔ ابھی دن ختم بھی نہیں ہوا تھا کہ فریڈرک اپنے گھوڑے کو بے تحاشا دوڑاتا ہوا شمال کی طرف بھاگتا نظر آیا۔ لیکن وہاں پھینکر اسنے دیکھا کہ اہل اسپین پیلینا کے وسط میں خیمہ زن ہیں۔

در حقیقت جیمز کو دھوکا دیا گیا اور جب جرمنی کے مذہب پرٹسٹنٹ کے خطرے میں پڑ جانے کے باعث عام جوش پیدا ہو گیا تو اسے دہنا پڑا۔ وہ سر ہو ریس ویر کو پہلے ہی یہ اجازت دے چکا تھا کہ وہ انگریزی رضا کاروں کو ہمراہ لیکر پیلینیت کو جائے مگر یہ مدد بعد از وقت پہنچی۔ اجتماع پارلیمنٹ کا مطالبہ (جسے جنگ کا پیش خیمہ کہنا چاہئے) بادشاہ کی درپردہ مخالفت پر غالب آگیا اور ایوانہائے پارلیمنٹ پھر جمع کئے گئے۔ لیکن ارکان دارالعوام نے جب دیکھا کہ ان سے صرف روپے کا مطالبہ کیا جاتا ہے اور صلح کو کسی نہ کسی طرح قائم رکھنے کی پرانی کوشش جاری ہے تو وہ سخت منقض ہو گئے۔ جیمز کو اسپین کی خوشنودی حاصل کرنے کی یہاں تک فکر تھی کہ اسنے اسپین کو آلات حرب لیجانے کی اجازت دیدی تھی۔ دارالعوام کے اس تنقض کا اظہار اندرون ملک کے معاملات میں ظاہر ہوا۔ الیزبیتھ اجاروں کے بند کر دینے کا اقرار کر چکی تھی ان اجاروں کا دوبارہ جاری کرنا نظام سلطنت کے خلاف تھا اور یہ شکایت سب شکایتوں سے بڑھی ہوئی تھی۔ پارلیمنٹ کو یہ حق حاصل تھا کہ وہ عالی رتبہ خطا کاروں پر دارالامراء کے

۱۶۲۱ء کی پارلیمنٹ

سامنے مقدمہ قائم کرے۔ ہنری ششم کے وقت سے یہ حق معطل پڑا
 تھا۔ اب اجارہ داروں کے خلاف اس استحقاق سے کام لیا گیا۔
 اور عام غیظ و غضب کے باعث جیمز نے ان اجارہ داروں کو اپنی
 قسمت پر چھوڑ دیا۔ لیکن اجارے کی کارروائی دربار کی بدعنوانیوں
 میں سے صرف ایک بدعنوانی تھی۔ منصب امارت اور سلطنت کے
 عہدے فروخت ہو رہے تھے اس سے ایک عام نفرت پیدا ہو گئی
 تھی اور اس نفرت کا اظہار یوں کیا گیا کہ سلطنت کے اعلیٰ ترین
 عہدہ دار یعنی چانسلر فریس۔ لیکن پر (جو اپنی علمیت اور قابلیت
 کے اعتبار سے اپنے زمانے کا سب سے ممتاز شخص تھا) مقدمہ
 قائم کیا گیا۔ جیمز کی تخت نشینی کے بعد سے لیکن پر برابر شاہی
 عنایتوں کا مینہ برس رہا تھا۔ وہ اولاً سالیس (مختار اعلیٰ) بعد ازاں
 ایڈنی جنرل (وکیل اعلیٰ) بنایا گیا اور جس سال شکسپیر کا انتقال
 ہوا ہے۔ اسی سال وہ پریوی کونسل کا رکن ہوا۔ آخر اسکی نسبت
 الیزبیتہ کی پیشگوئی پوری ہوئی اور وہ لارڈ کیپر (محافظ مہر شاہی)
 ہو گیا، اور اسکی انتہائی آرزو پوری ہو گئی۔ لیکن گھم کے عروج اقبال کو
 دیکھ کر لیکن اس سے وابستہ ہو گیا تھا اور لیکن گھم ہی کی عنایات نے
 اسے لارڈ چانسلر بنایا۔ بیرن ویریولم کے نام سے وہ طبقہ امرا
 میں بھی داخل کر لیا گیا اور کچھ زمانہ بعد اسے وامی کاؤنٹ سنٹ البنز
 کا خطاب مل گیا۔ مگر جن اعلیٰ مقاصد کے پورے کرنے کیلئے
 اسنے یہ ذلیل اعزاز قبول کئے تھے وہ اسکے ہاتھ سے جاتے رہے
 اسکی تجویز تجویز ہی رہ گئی اور اسے اپنے عہدے پر قائم رہنے کیلئے

بکنگھم اور اپنے مالک کی بدترین بد عنوانیوں میں ذلت آمیز شرکت گوارا کرنا پڑی۔ جس زمانے میں وہ عہدہ چانسلری پر فائز تھا وہ ایک ذلیل حکومت کا ذلیل ترین زمانہ تھا۔ اسی زمانے میں راتے قتل ہوا پیلینٹ نریب پروٹسٹنٹ پر قربان ہو گیا۔ پیشکش و نذرانے جبراً وصول کئے گئے۔ اجارے کثرت کے ساتھ جاری کئے گئے اور بکنگھم کو عروج حاصل ہوا۔ جیمز کی حکومت جن احمقانہ و مفسدانہ کاموں کے باعث بدنام رہی۔ لیکن نے انہیں سے کسی کام پر اعتراض کرنے کے سوا اور کچھ نہ کیا بلکہ بعض بدترین کاموں میں وہ خود بھی شریک رہا، خاص کر ججوں کو دہکا کر قانون کو بادشاہ کی مرضی کے تابع کر دینے میں اس نے بہت بڑا حصہ لیا لیکن اس نوجوان منظور نظر (بکنگھم) کیلئے لیکن کے اس قدر تعرضات بھی بہت تھے کیونکہ وہ لیکن کو محض اپنا دست پرور سمجھتا تھا۔ لیکن نے خود کو ڈیوک کے رحم پر چھوڑ دیا اور اسکی طمع کے پورے کرنے میں اپنی ایک مرتبہ کی مخالفت پر کئی بار معافی کا خواستگار ہوا، لیکن پارلیمنٹ عنقریب جمع ہونے والی تھی اور بکنگھم یہ ارادہ کر چکا تھا کہ وہ اپنے ذلیل ماتحتوں کو قربان کر کے خود اپنی جان بچا لیجائے۔ عام نظروں میں یہ معلوم ہوتا تھا کہ چانسلر انسانی ترقی کی انتہائی حد پر پہنچا ہوا ہے۔ جانسن اسکی نسبت یہ نغمہ سرائی کر رہا تھا کہ "قسمت نے اس کے لئے سب راہیں کھول دی ہیں اور عیش و عشرت کو اسکی ٹونڈھی بنا دیا ہے۔" عین اسوقت میں اسکے خلاف طوفان برپا ہوا۔ دارالعوام نے اسپر یہ الزام لگایا کہ اس نے اپنے اداے فرائض میں رشوت

لی ہے۔ یہ دستور رائج تھا کہ مقدمے کے طے ہو جانے کے بعد چانسلر کامیاب فریق کے تحفے تحائف قبول کیا کرتے تھے۔ لیکن نے ایسے لوگوں کے تحفے بھی قبول کر لئے تھے جنکے مقدمات ابھی فیصل نہیں ہوئے تھے اور اگرچہ اس سے فیصلے پر اثر نہ پڑا ہو مگر ان تحائف کے قبول کرنے کی بابت اسکے پاس کوئی معقول جواب نہیں تھا۔ اسنے فوراً اس جرم کا اقبال کر لیا اور کہا کہ ”میں سچائی کے ساتھ صاف طور پر یہ اعتراف کرتا ہوں کہ مجھسے یہ قصور سرزد ہو گیا اور میں کسی قسم کی جوابدہی نہیں کرنا چاہتا“ میں امرائے کبار سے یہ توقع رکھتا ہونکہ وہ ایک شکستہ حال شخص پر رحم کی نظر ڈالینگے“ اسکے اوپر بہت بڑی رقم جرمانے کے طور پر عاید کی گئی۔ بادشاہ نے اگرچہ اسکی طرف سے جسرمانہ ادا کر دیا مگر مہر شاہی اسکے ہاتھ سے نکال لی اور وہ سلطنت میں کسی عہدے کے پانے یا پارلیمنٹ میں بیٹھنے کے ناقابل قرار دیدیا گیا۔ لیکن کے اس زوال نے اسے پھر اس حقیقی عظمت کی طرف پہنچا دیا جس سے اسنے اپنی حرص و طمع کے باعث اتنے دنوں تک علیحدگی اختیار کر لی تھی۔ بن جانس لکھتا ہے کہ ”مجھے اسکی نسبت جو حسن ظن تھا اسیں اسکے عہدے یا اعزاز کے باعث کچھ اضافہ نہیں ہوا میں اسکی مخصوص عظمت کے باعث ہمیشہ سے اسکی تعظیم و تکریم کرتا اسکی تصنیفات کیوجہ سے اور اسے گزشتہ و موجودہ زمانے کے لوگوں میں ایک بہت ہی بلند پایہ اور نہایت ہی قابل احترام شخص سمجھتا رہا ہوں۔ اسکی پریشان حالی میں میری دعا ہمیشہ

یہی رہی ہے کہ خدا سے استقامت عطا کرے کیونکہ عظمت و بلندی کی اس میں کمی نہیں ہے۔ اس نے اپنی زندگی کے آخری چار برس میں جس مستعدی کے ساتھ علمی کام انجام دئے اس زور کیساتھ کبھی پہلے اسکی علمی قوت کا اظہار نہیں ہوا تھا۔ اپنے زوال سے ایک سال پہلے اسنے قانون جدید (*Norum Organam*)

جیمز کے حضور میں پیش کیا تھا۔ زوال کے ایک سال بعد اسنے تاریخ طبعی و تجرباتی (*Natural and Experimental History*)

تیار کی۔ قوانین کا ایک خلاصہ اور تاریخ انگلستان بعہہ شاہان ٹیوڈر (*History of England under the Tudors*) کا لکھنا شروع

کیا، اپنے "مضامین" پر نظر ثانی کی اور ان میں کچھ اضافہ کیا۔ ایک مذاق کی کتاب لکھوائی اور طبیعات کے تجربوں میں مشغول رہا وہ اس امر کا تجربہ کرنا چاہتا تھا کہ برودت اجسام حیوانیہ کی بوسیدگی میں کس حد تک مانع ہے اسی خیال سے وہ ایک مرہ پتھر کے اندر برف بھرنے کیلئے اپنی گاڑی کو روک کر نیچے اترتا سردی لگ جانے سے بچا گیا اور اسی بخار میں اسکا انتقال ہو گیا۔

بیکن کا انتقال

۱۶۲۶

پارلیمنٹ کی برطرفی

جیمز اپنی عقل سے اچھی طرح سمجھتا تھا کہ بیکن پر مقدمہ کا چلایا جانا کیسی شدید غلطی تھی مگر بکنگھم کی عداوت اور خود بیکن کے اعتراف جرم کے باعث اسے سزا سے بچانا بھی مشکل تھا۔ پارلیمنٹ نے اگرچہ رشوت ستانی اور اجارہ داری کے خلاف بڑی مستعدی سے کارروائی کی مگر دوسرے معاملات میں اسنے بادشاہ کے تعصبات کا احتیاط کے ساتھ لحاظ کیا اور جب التوائے اجلاس کے

باعث مزید کارروائی روک دی گئی اسوقت بھی اسنے بالاتفاق یہ قرار دیا کہ مذہب پرٹسٹنٹ کے معاملہ میں وہ بادشاہ کی ہر ایک سچی کوشش کی تائید کریگی۔ التوا کے قبل ایک رکن کی جنگویانہ تقریر سے الیزبتھ کے زمانے کا سا جوش پیدا ہو گیا۔ اسکی پر جوش درخواست کے جواب میں دارالعوام نے بالاتفاق یہ منظور کیا کہ پیلٹینٹ کی واپسی کیلئے وہ اپنی دولت اپنی جائداد اور اپنی جان تک نثار کر دینگے۔ یہ تحریک باتفاق رائے منظور ہوئی اور اراکین دارالعوام نے اپنی ٹوپیاں جتنی اونچی ہو سکیں اٹھائیں۔ جب اسپیکر (صدر) نے اس تجویز کو پڑھ کر سنایا تو دیہاتی فریق کے ایک سرگروہ نے چلا کر کہا کہ ”یہ اعلان اس سے بہتر ہے کہ دس ہزار آدمی اسوقت روانہ ہو گئے ہوتے۔“ اسوقت یہ معلوم ہوتا تھا کہ اس عزم سے شاہی حکمت عملی کو بڑی تقویت ہو جائیگی۔

جیمز نے اس تمام زمانے میں یہ کوشش کی تھی کہ بوابہیمیا، فرڈینڈ کو واپس بلجائے اور اسپین کے توسط سے شہنشاہ پر یہ اثر ڈالا جائے کہ وہ ”پیلٹینٹ“ سے کسی قسم کا انتقام نہ لے۔ اب اسنے کچھ دیر کیلئے سیاسی تدبیروں کو بلائے طاق رکھ کر جنگ کی دہکی دی اور اسطرح اپنے داماد کی مملکت پر حملے کو روک دیا۔ گرمی کے زمانے بھر لڑائی رکی رہی مگر محض دہکیوں سے اس سے زیادہ کیا ہو سکتا تھا ”پیلٹینٹ“ کے بالائی حصے کو کیتھولک اتحادیوں نے فتح کر لیا اور جیمز نے پھر وہی اسپین کی وساطت کی پرانی روش اختیار کی۔ جو انگریزی بیروہ اپنا رعب بٹھانے کیلئے سواحل اسپین کے آس پاس چکر لگا رہا تھا جیمز نے اسے واپس بلا لیا۔ اسنے اپنے ان وزرا کو بھی الگ کر دیا

جو اب تک اسپین کے ساتھ اتحاد عمل کے مخالف تھے اور بہت ہی خفیہ
 وجوہ پر ہالینڈ کو اعلان جنگ کی دہکی دی حالانکہ یہی ایک بڑی
 پروٹسٹنٹ سلطنت تھی جو انگلستان کے ساتھ مستحق اور الگروالی پالیسی
 کی مدد کیلئے آمادہ تھی۔ لیکن جیمز کو ابھی پارلیمنٹ سے بھی دو چار
 ہونا تھا۔ پارلیمنٹ نے دوبارہ جمع ہوتے ہی سب سے پہلے
 اسپین کے ساتھ اعلان جنگ کا مطالبہ کیا۔ قوم کی فطری احساس
 کی ذکاوت بادشاہ کی تدابیر سے بڑھی ہوئی تھی۔ سلطنت اسپین
 اگرچہ تباہ و کمزور ہو گئی تھی مگر دنیا اسے ابھی تک مذہب کیتھولک
 کی پشت پناہ سمجھتی تھی۔ ابتداً اسی کی فوج کے پالیسیٹ میں داخل
 ہونے کی وجہ سے یہ ہوا کہ یوپییا کی مقامی جنگ راسن کے قریب
 وجوار سے مذہب پروٹسٹنٹ کے مٹانے کیلئے ایک عام جنگ لگائی۔
 سب سے بڑی بات یہ تھی کہ جیمز اسپین کے زیر اثر تھا اور
 اسے امید تھی کہ اسکے لڑکے کا عقد اسپین کی کسی شہزادی سے
 ہو جائیگا، اسی طمع میں اس سے یہ تہنک غلطی سرزد ہوئی کہ مذہب
 پروٹسٹنٹ کے اس سب سے بڑے دشمن کا مطیع بنا رہا۔ ایوانہائے
 پارلیمنٹ نے اپنی عرضداشت مطالبہ اعلان جنگ کے ساتھ یہ بھی
 درخواست کی تھی کہ جو شخص انگلستان کا آئندہ بادشاہ ہو تو اسے
 اسکی ملک بھی پروٹسٹنٹ مذہب کی ہونا چاہئے تجربہ مابعد سے یہ
 ثابت ہو گیا کہ ولیعهد سلطنت کا کیتھولک ماں کی گود میں پرورش پانا
 انگلستان کی آزادی کیلئے کس قدر مضر نکلا۔ مگر سلطنت کی رازداریوں
 میں ارکان پارلیمنٹ کے دخل دینے سے جیمز آپے سے باہر ہو گیا۔

نومبر ۱۶۲۱ء

جب پارلیمنٹ کی طرف سے چند منتخب اشخاص اسکے سامنے آئے تو اسنے نہایت ہی طنز کے لہجے میں پکار کر کہا کہ "ان سفیروں کیلئے پتائیاں لاؤ۔" اسنے عرضداشت کے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ سلطنت کی حکمتِ عملی کے متعلق مزید بحث و مباحثہ کی ممانعت کر دی اور اسپیکر (صدر) کو مآدر میں بھیج دینے کی دہلی دی۔ بادشاہ کا خط جب پڑھا گیا تو ایک عرکن نے اطمینان کے ساتھ کہا "ہیں پہلے نماز سے فارغ ہونا چاہئے پھر اسکے بعد اس اہم معاملہ پر بحث کیجائیگی" بحث کے روکنے کے متعلق اس شاہی فرمان کے جواب میں دارالعوام نے ایک عذر داری پیش کی اس عذر داری کے دارالعوام لب و لہجہ سے انکا انداز ظاہر ہو گیا۔ اس میں لکھا تھا کہ "پارلیمنٹ کی عذر داری کی آزادی اسکا انتخاب اسکا حق امتیازی اسکا اقتدار و اختیار سب رعایائے انگلستان کا قدیمی و پیدائشی حق ہے اور ورثہ انہیں حاصل ہوا ہے۔ تمام اہم و ضروری معاملات جنکا تعلق بادشاہ سلطنت کا حفاظت ملک اور کلیائے انگلستان سے ہو نیز قوانین کا وضع کرنا اور انکا قائم رکھنا اور جس قسم کی شکایات روزانہ حاکم میں پیش آتی رہتی ہیں انکا رفع کرنا یہ سب ایسے معاملات ہیں جن پر پارلیمنٹ میں بحث ہو سکتی ہے اور جنکی نسبت پارلیمنٹ مشورہ دے سکتی ہے۔ ان معاملات کی کارروائی اور بحث کے دوران میں ہر عرکن کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ آزادی کے ساتھ ان پر بحث کرے اپنے دلائل پیش کرے اور انہیں انجام کو پہنچائے۔"

بادشاہ نے اس عذر داری کے جواب میں بڑی تضرعاً سے

دسمبر ۱۶۲۱ء

کام لیا۔ اسنے وارالعوام کی روٹداد طلب کر کے ان اوراق کو خود اپنے ہاتھ سے پھاڑ ڈالا جنہیں یہ مضمون بچ تھا اور کہا کہ ”میں اپنی حکومت میں عام نفع رسائی کا خیال رکھوں گا مگر میں عام رائے کا پابند نہیں ہوں گا۔“ چند روز بعد اسنے پارلیمنٹ کو برطرف کر دیا۔ خطرہ جنگ کے رفع ہو جانے کے جوش مسرت میں کاؤنٹ گونڈوہار نے اپنے آقا شاہ اسپین کو لکھا تھا کہ ”جسوقت سے لوٹھرنے وعظا کہنا شروع کیا ہے اسوقت سے اسپین اور مذہب کیتھولک کے لئے اس سے زیادہ مفید کوئی کام نہیں ہوا ہے۔“ دوسری طرف سرسبری سیول اپنے بستر مرگ پر پڑا یہ کہہ رہا تھا کہ ”میں نے اچھا زمانہ دیکھا ہے اب آئندہ ناگوار زمانہ دیکھنے کے بہ نسبت مجھے مرنا زیادہ پسند ہے۔“ درحقیقت بیرون ملک کے تمام مفاد کا خاتمہ ہو گیا تھا اور سلطنت جرمنی بھونوانہ و کورانہ طور پر جنگ سی سالہ کے سمندر میں کود پڑی تھی مگر خود انگلستان کے اندر آزادی کوئی حقیقت فتح حاصل ہو گئی تھی جہز نے خود اپنے ہاتھوں سے بادشاہی کے خاص ذریعہ قوت کو برباد کر دیا تھا۔ اپنی شخصی حکومت کے شوق میں اسنے مجلس شاہی کے اقتدار کو ضایع کر دیا اور لوگ وزراء شاہی کو بے حقیقت سمجھنے لگے تھے وہ دیکھتے تھے کہ بادشاہ کے مورد عنایت مذہم وزیر کو چشم نمائی کرتے ہیں اور خود وزرا رشوت ستانی کے الزام میں عہدہ برطرف کئے جاتے ہیں۔ اسکے قبل رعایا آنگہ بند کر کے بادشاہ پر اعتماد کرنے کی عادی ہو گئی تھی۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ ان پر سحر کر دیا گیا؟ مگر جہز نے ملک کے اندر اور ملک کے باہر ایسی روش اختیار کی جسے

قوم کا ہر فرد خلاف عقل سمجھتا تھا۔ اس سے لوگوں کی آنکھیں کھل گئیں اور یہ طلسم ٹوٹ گیا۔ اس نے ایوانہائے پارلیمنٹ سے ایسے مناقشے برپا کر دیے اور اس طرح انکی تدبیریں و اہانتیں کی کہ انگلستان کے کسی بادشاہ نے ایسا نہیں کیا تھا۔ خوبی یہ تھی کہ جس اقتدار پر وہ اسقدر تازا تھا وہ برابر پارلیمنٹ کی طرف منتقل ہوتا جا رہا تھا اور وہ اس کے روکنے سے عاجز تھا۔ ارکانِ دارالعوام کو طنزاً "سفرا" کہنے میں طعن کے علاوہ جیمز کی تفرس کو بھی دخل تھا۔ دارالعوام میں ایک قوت ایسی پیدا ہو گئی تھی جسے آخر کار بادشاہ کو ماننا پڑیگا۔ بادشاہ کے رنج و غصے کے باوجود پارلیمنٹ اپنے اس مختص حق پر قائم رہی کہ محاصل کی نگرانی اسی کا کام ہے۔ اس نے اجاروں پر اعتراض کیا عدالتوں کی خرابیوں کی اصلاح کی۔ اپنے اس استحقاق کو دوبارہ زندہ کیا کہ وہ تاج کے بڑے سے بڑے وزیر سے مواخذہ کر سکتی اور اسے برطرف کر سکتی ہے۔ اس نے اس حق خاص کا بھی دعویٰ کیا کہ بیہود سلطنت سے جہن معاملات کا تعلق ہے ان پر وہ آزادانہ بحث کر سکتی ہے۔ اس نے مذہبی مسائل کے طے کرنے کا بھی دعویٰ کیا۔ غیر ملکی حکمتِ عملی کے مقدس "راز" تک کی نسبت اپنی رائے کا اظہار کیا۔ جیمز عذر داری کو پارلیمنٹ کی کتاب کارروائی سے نکال سکتا تھا مگر ۱۶۲۱ء کی پارلیمنٹ کے کارناموں میں اور بہت سے ایسے اوراق تھے جن کا تلف کر دینا اسکے امکان سے باہر تھا۔

جز سوم

پادشاہ و پارلیمنٹ

۱۶۲۳ - ۱۶۲۹

اسناد۔ اس زمانے کے پہلے حصے کیلئے مسٹر گارڈنر کی "تاریخ انگلستان
من ابتدائے عہد جمیز اول بدستور کار آمد ہے۔ اس کتاب سے تاریخ انگلستان
کے ایک نہایت ہی تاریک زمانے پر بہت کافی ودانی روشنی پڑتی ہے۔ چارلس
کے اوائل عہد کیلئے بھی گارڈنر کی کتاب خالی از فوائد نہیں ہے۔ مسٹر فارمر

کی "سوانح عمری سر جان ایلٹ" (Life of Sir John Elist)

میں اس دور کے حالات بڑی ہی صفائی سے لکھے گئے ہیں۔ عہد چارلس کے
عام حالات کے متعلق مسٹر ڈزرائلی کی "تشریحات حکومت چارلس اول"

(Commentaries on the Reign of Charles I)

ایک جانب کے بیانات میں بہت ہی ممتاز ہے۔ دوسری طرف برادی کی
"تاریخ شہنشاہی برطانیہ" (History of the British Empire)

اور گاڈون کی "تاریخ دولت عامہ" (History of the Commonwealth)

میں۔ ایم گیزو کی تصنیف بے لوث و صحیح واقعات پر مشتمل ہے لنگارڈ

کی کتاب انگلستان کے کیتھولکوں کی تاریخ اور غیر ملکی معاملات کی تفصیل کیلئے

خاص طور پر قابل قدر ہے۔ مذہبی لحاظ سے لاد کا "روز نامچہ" (Diary)

دیکھنا چاہئے۔ دارالعوام کی روداد سے پارلیمنٹ کی کارروائیوں کا حال معلوم ہوتا ہے۔ سرکاری کاغذات کی جو فہرستیں ”محافظ صحائف“ (Master of the Rolls)

کی طرف سے شایع ہو رہی ہیں، وہ بھی تمام دور کے لئے نہایت ہی قابل قدر تاریخی مواد کا کام دیتی ہیں۔ انکے کی ”تشریہیں صدی کی تاریخ“ انگلستان“ (History of England in the Seventeenth century)

شاہانِ یورپ کے تمام دور حکمرانی کیلئے ضروری ہے۔

اسپینی زواج

جیمز نہایت اصرار کے ساتھ اپنی اسپین والی حکمت عملی پر اڑا ہوا تھا مگر اس معاملہ میں وہ بالکل تنہا تھا۔ نہ صرف پرانے امرا و مدبّرین جو عہد الیزبتھ کے روایات پر قائم تھے دارالعوام کے ہنجیال تھے بلکہ خود جیمز کے وزرا میں بکننگھم اور کریفیلڈ (خازن) کے سوا باقی تمام وزرا بھی اسی خیال کے تھے۔ اوپر یہ بیان ہو چکا ہے کہ بادشاہ کا مقصد یہ تھا کہ اسپین کے اثر سے شخصین کو صلح پر مجبور کر دے اور پارلیمنٹ کو اسکے اکثر (والی) کو واپس دلا دے۔ اس اثر کے پیدا کرنے کیلئے وہ اس امر پر زور دیتا تھا کہ اس خلیفہ الشان کیٹھولک سلطنت سے زیادہ قریب اتحاد پیدا کیا جائے۔ اس اتحاد اور اسکی متوقع کامیابی کو مستحکم کرنے کیلئے وہ اپنے بیٹے چارلس کا عقد اسپین کی شہزادی سے کرنا چاہتا تھا جیمز کی سخت و تعالیٰ کو قائم رکھنے کیلئے شاہ اسپین نے شہزادی کے عقد کو روک رکھا تھا۔ جیمز اسکی تکمیل پر جسقدر زور دیتا تھا شاہ اسپین اسقدر کھینچتا جاتا تھا۔ آخر بکننگھم نے یہ صلاح دی کہ شاہ اسپین کو مجبور کر دینے کیلئے چارلس خود اسکے دربار میں جائے۔

۱۶۲۳

اس صوابدید کے موافق شاہزادہ خفیہ طور پر انگلستان سے روانہ ہوا اور

بلنگھم کے ساتھ میڈرڈ پیپٹر اپنے عقد کی خواہشگاری کی اسپین نے کچھ مطالبات بڑھادے مگر جب انگلستان اسکے ہر مطالبے کے پورا کرنے کیلئے آمادہ تھا تو اسکا کوئی مال کار نہیں ہوا۔ کیتھولکوں کے خلاف تفریری قوانین کی برطرفی شہزادے کے بچوں کی کیتھولک تعلیم و تربیت شہزادی کیلئے کیتھولک انتظام خانہ داری سب زبان سے نکلتے ہی منظور ہو گئے۔ لیکن پھر بھی عقد میں تاخیر ہوتی گئی اور جرمنی میں اس نئی حکمت عملی کا بہت برا اثر پڑا تھا۔ کیتھولک لیگ کی فوجیں کاؤنٹ ہلی کے تحت میں اپنے غیر متحد دشمنوں کے خلاف فتح پر فتح حاصل کرتی جاتی تھیں۔ ہانڈلبرگ اور مین ہاؤم کے زیر ہوجانے سے پیلٹینٹ کی فتح بالکل مکمل ہو گئی اور پیلٹینٹ کا والی بے یار و مددگار ہالینڈ کو بھاگ گیا۔ شہنشاہ نے اسکے شاہی اعزاز کو ڈیوک بیوریا کی طرف منتقل کر دیا۔ لیکن اس وقت تک بھی اسپین کی مترقبہ مداخلت کے آثار کہیں نظر نہیں آتے تھے۔ آخر خود چارلس کے زور دینے پر اسپین کی حکمت عملی کا راز کھل گیا۔ شہزادے نے جب جرمنی میں پرزور مداخلت کا مطالبہ کیا تو ایوارینز نے صاف کہہ دیا کہ "ہماری سلطنت کا یہ ایک مسئلہ اصول ہے کہ شاہ اسپین کسی حال میں بھی شہنشاہ سے جنگ نہیں کریگا۔ ہم اپنی فوجیں شہنشاہ کے خلاف استعمال نہیں کر سکتے" شہزادے نے جواب دیا کہ "اگر یہی ہے تو پھر سب باتوں کا خاتمہ ہے۔"

شہزادے کی واپسی پر تمام قوم میں مسرت و شادمانی کی ایک لہر دوڑ گئی اس ازدواج کی ناکامی اور اس حکمت عملی کی شکست سے

چارلس او

جس نے اتنی مدت تک انگلستان کی عزت کو اسپین کے قدموں پر نثار کر دیا تھا، لندن میں خوشی کا یہ عالم ہوا کہ باوجودیکہ یہ ناکامی فی الوقت باعثِ ذلت تھی مگر ہر جگہ خوشی میں آگ روشن کی گئی۔ چارلس نے واپس آکر بکننگھم کی مدد سے اختیارات اپنے باپ کے ہاتھ سے نکال لئے۔ اس سفر میں جو لوگ شہزادے کے ہمراہ تھے انہیں یہ اچھی طرح معلوم ہو گیا تھا کہ اسکی طبیعت میں خود رائی و کمزوری کیسے عجیب طور سے ملی ہوئی ہے۔ وہ اپنی دو روی کی وجہ سے بے تامل ہربات کا وعدہ کر لیتا تھا مگر وہ وعدے کی پابندی کو کبھی لازم نہیں سمجھتا تھا اپنی رعونت کے باعث وہ ہر ایک سیاسی ضرورت کو اپنی شخصی نخوت اور شخصی عداوت کے زیر اثر کر دیتا تھا۔ اسنے اسپین کے اس قدر مطالبات منظور کر لئے تھے کہ خود اہل اسپین کو ان مراعات کے پورے ہونے کا اعتماد نہیں رہا تھا۔ اپنی کوششوں کی ناکامی سے اس کا دل غصہ سے بہرا ہوا تھا مگر عین روانگی کے وقت اسنے اپنے وعدہ عقد کو پھر تازہ کر دیا تاکہ جب وہ خود انگلستان پہنچ کر محفوظ ہو جائے تو اس وعدے کو واپس لیکر شہزادی کی توہین و تذلیل کرے، مگر انگلستان کے عام لوگوں کو ابھی تک اسکی طبیعت کی ان ترابیوں کا علم نہیں ہوا تھا۔ اسکی متانت، اسکی شان خود داری، اسکی خوش اخلاقی اسکے باپ کی فضول گوئی اور نازیبا حرکات کے مقابلے میں بہت عنینت معلوم ہوتی تھی۔ جن درباریوں نے اسے نوعمری میں دیکھا تھا، اکثر خدا سے یہ دعا کرتے تھے کہ ”تحت نشین ہونے پر وہ راہ راست پر قائم رہے کیونکہ اگر اسنے غلط روش اختیار کی تو اسوقت تک جینے

بادشاہ ہوئے ہیں وہ سب سے بدتر ثابت ہوگا۔ لیکن قوم اس کی خود رائی کو استقلال پر محمول کرتی تھی، اسپین سے واپس آکر اس نے اپنی کینہ پڑوسی کے باعث جو روش اختیار کی لوگوں نے اسے حُب الوطنی اور عہدہ حکومت کے آثار خیال کئے۔ چارلس اور مکننگھم کے زور دینے پر بادشاہ کو پارلیمنٹ طلب کرنا اور اس امر پر راضی ہونا پڑا جس کے باعث گزشتہ پارلیمنٹ سے مخالفت ہوگئی تھی یعنی اسپین کی گفت و شنود کی تمام کیفیت پارلیمنٹ کے سامنے پیش کر دی گئی۔ شہزادے اور مکننگھم نے بذاتِ خاص پارلیمنٹ کے اس مطالبہ کی تائید کی کہ اسپین سے جو معاہدے ہوئے ہیں نسخ کر دئے جائیں اور اسکے خلاف اعلان جنگ کر دیا جائے۔ اخراجات بھی ذوق و شوق کے ساتھ منظور ہو گئے۔ اسپین کے خیال سے کیتھولکوں کی داروگیریت سے بند تھی اب اس میں بھی شدت پیدا ہوگئی۔ حامی اسپین فریق کے سرگروہ اول کرنیلڈ ارل میڈیکس (خازن) پر رشوت ستانی کا مقدمہ قائم کر کے اسے عہدے سے معزول کر دیا گیا۔ اس رو میں جیمز کی کچھ پیش نہ گئی مگر اس نے اپنی تیز فہمی سے یہ اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ ہوا کا رخ کدھر ہے۔ اسکے منظور نظر مکننگھم نے بہت کوششوں سے اسے میڈیکس کی معزولی پر راضی کیا۔ مگر اس نے یہ کہہ دیا کہ ”تم خود اپنے پاؤں پر کلہاڑی مار رہے ہو“ مکننگھم اور چارلس جنگ کی تجویز پر مصر رہے ہالینڈ سے اتحاد کا عہد نامہ ہو گیا۔ شمال جرمنی میں لوٹھر کے پیرو حکمرانوں کے ساتھ مراسلت جاری ہوگئی جو الکسٹر پیلیناؤن کی بربادی کو خاموشی کے ساتھ دیکھتے رہے تھے

اسپین سے تفرقہ

۱۶۲۴

اب تجویز یہ ٹھہری کہ فرانس سے اتحاد کر لیا جائے اور ہنری چہارم کی بیٹی یعنی موجودہ شاہ فرانس کی بہن ہنریٹا (Henrietta) سے چارلس کا عقد کر دیا جائے۔ اتحاد ثلاثہ کو از سر نو قائم کرنا درحقیقت الیزبیتھ کے طریق پر دوبارہ کار بند ہونا تھا۔ ہنریٹا کیتھولک عقیدے کی تھی اسلئے اس تجویز کا پتہ چلتے ہی دارالعوام میں مخالفت شروع ہو گئی۔ اسی اشار میں جمیز کا انتقال جمیز کا انتقال ہو گیا چارلس تخت پر بیٹھا اور اسکی پہلی پارلیمنٹ مئی ۱۶۲۵ء میں جمع ہوئی۔ سر بنجمن رڈیارڈ نے دارالعوام میں کہا کہ اب جو بادشاہ ہم پر حکمران ہے اس سے ہم ہر ایک امر کی توقع کر سکتے ہیں۔ لیکن دارالعوام میں سر بنجمن رڈیارڈ سے زیادہ دلفہم لوگ بھی موجود تھے اور پارلیمنٹ کی آخری نشست کے بعد چند مہینے کے اندر اندر بہت سے واقعات اسے پیش آچکے تھے جسکی وجہ سے ضروری تھا کہ وہ اپنی وفاداری کے اظہار میں زیادہ تامل سے کام لیں۔

یہ یاد رکھنا چاہئے کہ عام انگریزوں کی نظر میں اسپین سے جنگ کرنا مذہب کیتھولک سے جنگ کرنے کے مرادف تھا اور جب بیرون ملک کے کیتھولکوں کے خلاف جوش پیدا ہوتا تھا تو لاجاً اندرون ملک کے کیتھولکوں کے خلاف بھی جوش میں ترقی ہو جاتی تھی۔ پروٹسٹنٹ انگلستان کے ہر ایک کیتھولک کو دشمن سمجھتے تھے۔ جو پروٹسٹنٹ کیتھولک طریقے یا عقیدے کی طرف ذرا بھی مائل ہوتا وہ چھپا ہوا باغی سمجھا جاتا تھا۔ چارلس نے یہ اقرار کیا تھا کہ وہ فرانس کے ساتھ کسی قسم کی مذہبی مراعات نہیں برتنے گا

چارلس کی
طرز عمل

لیکن عام گمان یہ تھا کہ اس نے اپنے عقد کی وقت یہ وعدہ کر لیا ہے کہ وہ کیتھولکوں کے خلاف تفریری قوانین کو نرم کر دے گا۔ یہ گمان بہت جلد یقین سے بدل گیا اور ایک غیر ملکی طاقت کو پھر سلطنت کے اندرونی معاملات میں دخل دینے کا حق حاصل ہو گیا۔ چارلس کی نظر عنایت بھی بظاہر انہیں لوگوں کی جانب تھی جو مذہب کیتھولک کی طرف مائل تھے۔ جن مختلف گروہوں کی طرف سے طریق پورٹی کی مخالفت ہو رہی تھی اس کے ارکان آرمینین (پیروان آرمینین) کے نام سے ایک حد تک باہم متحد تھے اور اس مخالفت کا مسئلہ مرکز اسقف لاڈ تھا اور لاڈ ہی کو اب بادشاہ نے معاملات مذہبی میں اپنا مشیر بنالیا تھا اسکی سرپرستی میں اس نے فریق کی جرات و تعداد دونوں میں اضافہ ہو گیا۔ اسے بالطبع یہ فکر تھی کہ تاج کے اختیاراً کو فروغ دیکر وہ اسکی حفاظت میں آجائے۔ بادشاہ کے ایک ندیم مانیگو نے اس حد تک جرات کی کہ براعظم کے اصلاح شدہ مذہبوں کو روم کے مقابلے میں حقیر بتایا اور کلیسا کے لئے انہیں عقائد کے مسلم سمجھنے پر زور دیا جنہیں پیروان کالون مسترد کر چکے تھے۔ مذہبی معاملات میں دارالعوام کا انداز ہر غور کرنے والے شخص پر واضح تھا۔ ایک رکن جو دارالعوام کی کارروائی کی یادداشت لکھا کرتا تھا وہ لکھتا ہے کہ "مذہب کے متعلق جب کبھی کسی خون و خطر کا مذکور ہوتا ہے یا پوپ کے اثر بڑھنے کا ذکر آتا ہے تو ارکان کے خیالات میں ہیجان پیدا ہو جاتا ہے۔" دارالعوام نے پہلا کام یہ کیا کہ مانیگو کو جوابدہی کیلئے طلب کیا اور اسے قید کر دیا

لیکن بادشاہ کے مذہبی خیال کے علاوہ اس سے بدظن ہو جانے کے اور بھی اسباب تھے۔ اسپین کی جنگ کیلئے آخری مرتبہ جن شرائط پر رقم منظور کی گئی تھی ان شرائط کو حقارت سے کے ساتھ پس پشت ڈال دیا گیا تھا۔ نئی امداد کی خواہش کی تو نہ رقم کی کوئی مقدار معین کی گئی نہ یہ بتایا گیا کہ کس جنگ کیلئے اس رقم کی ضرورت ہے۔ اس سکو کے جواب میں پارلیمنٹ نے بھی امتیاط سے کام لیا۔ اس نے ایک قلیل و ناکافی رقم منظور کی اور اسکے ساتھ ہی ”ٹیچ“ اور ”پونڈیج“ کے نام کے جو محصولات ہر نئے بادشاہ کو زندگی بھر کیلئے دئے جایا کرتے تھے انہیں اس بنا پر ایک برس کیلئے محدود کر دیا تاکہ اس اثاء میں ان جسمیہ اضافوں پر غور کیا جاسکے جو جہز نے از خود ان محصولوں پر بڑھاوئے تھے۔ اس بندش کو چارلس نے اپنی توہین قرار دیا اس نے ایسے روپے کے قبول کرنے سے انکار کر کے پارلیمنٹ کو ملتوی کر دیا۔ پارلیمنٹ جب دوبارہ آکسفورڈ میں جمع ہوئی تو اس نے اور زیادہ سخت روش اختیار کی کیونکہ چارلس نے پارلیمنٹ کے علی الرغم مانٹیگو کو قید خانے سے نکال کر ایک شاہی عبادتگاہ کا پیش نماز مقرر کر دیا تھا۔ اور بغیر اختیار قانونی منازعہ فیہ آمدنی کو وصول کرتا رہا تھا۔ سر رابرٹ فلیس نے کہا کہ ”انگلستان آخری بادشاہت ہے جسکی آزادی اب تک قائم ہے۔ چاہے کہ اب اسے تباہی سے محفوظ رکھا جائے۔ لیکن دارالعوام نے جیوں ہی اپنا ارادہ ظاہر کیا کہ وہ پہلے عام شکایات کو سنیگی اسکے بعد کسی اور کام کی طرف توجہ کرے گی“ معاً چارلس نے

۱۶۲۵
اگست

پارلیمنٹ کو برطرف کر دیا۔ بلنگھم نے یہ خیال کیا کہ دارالعوام کے اس اصرار و استقامت کا سبب صرف یہ ہے کہ جنگ کی ناکامی سے ان میں بالطبع بددلی پیدا ہوگئی ہے اسلئے اسنے یہ ارادہ کیا کہ کوئی بڑی فوجی کامیابی حاصل کر کے دارالعوام کو اس آئینی جدوجہد سے باز رکھے۔ موقع ملنے ہی وہ ہیگ کی طرف روانہ ہوگیا تاکہ خاندان آسٹریا کے خلاف ایک عام اتحاد کی تکمیل کرے اور نوے جہازوں کا ایک بیڑا اور دس ہزار سپاہی ماہ اکتوبر میں پلی منٹھ سے ساحل اسپین کی طرف روانہ ہوئے۔ لیکن بلنگھم کی بدانتظامی سے یہ تمام عظیم الشان تجویزیں برہم ہوگئیں۔ اتحاد کا منصوبہ بیکار ثابت ہوا۔ قادس پر ایک ست ساحلہ کرنے کے بعد اسپین کی فوج بغاوت و بیماری سے شکستہ حال ہو کر واپس آگئی۔ فوجی سازو سامان درست کرنے میں بہت بڑی رقم قرض لینا پڑی تھی اور اسوجہ سے بلنگھم کو مجبوراً یہ صلاح دینا پڑی کہ ایک نئی پارلیمنٹ طلب کی جائے مگر اپنی ناکامیابی کیوجہ سے وہ جس خطرے میں گھر گیا تھا اسے وہ اچھی طرح محسوس کرتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اسکے درباری رقیبوں اور سابقہ پارلیمنٹ کے سرگروہوں میں اسکے خلاف اتفاق ہوگیا ہے۔ مگر اسنے اپنی بے باکانہ جرات کیساتھ پہلے ہی اس خطرے کا تدارک کر دینا چاہا اور متواتر حملوں سے اپنے مخالفوں پر خوف طاری کر دینے کی کوشش کی لارڈ ارنڈل کو ٹاور میں بھیج کر مشیران شاہی کو پست کر دیا گیا سر رابرٹ فلیس گک اور چار اور مہمان وطن کو اپنے اپنے ضلعوں کا شیروں (ناظم ضلع) بنا دیا گیا اور اس طرح وہ آئندہ پارلیمنٹ میں شریک ہونے سے

روک دئے گئے۔ لیکن ان لوگوں کے خارج ہو جانے سے ایک ان سے زیادہ ٹیب دشمن کیلئے میدان صاف ہو گیا۔

اگر زمانہ مابعد کی قومی مقاومت میں ہیمپڈن اور پیم کی شخصیات بہت نمایاں سمجھی جاتی ہیں تو آزادی پارلیمنٹ کے ابتدائی سلسلہ کا محرک سر جان ایٹ کو سمجھنا چاہئے۔ اسکا تعلق ایک پرانے خاندان سے تھا جس نے الیزبیتھ کے زمانے میں سنٹ جرمینز نامی ماہی گیروں کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں اقامت اختیار کر لی تھی اور بعد کو وہیں اپنا شاندار محل پورٹ ایٹ کے نام سے تیار کیا تھا۔ وہ کننگھم کی سرپرستی میں ترقی کر کے ڈیو نٹسار کے نائب امیر البحر کے عہدے پر پہنچ گیا تھا رُودبار میں قرآنی کے فرو کرنے میں اسنے بڑے کارہائے نمایاں کئے تھے مگر اسکے صلے میں اسے قیدخانہ دیکھنا پڑا۔ ابھی اسکی جوانی کا آغاز تھا طبیعت میں مذاق زمانہ کے موافق شاعری و علم کا ذوق بوجہ تھا فطرت میں بلند نظری اور انہماک کا خاص مادہ تھا۔ مزاج بخون اور جوشیلا تھا۔ طبیعت اسقدر مستقل تھی کہ نوجوانی میں ایک مرتبہ ایک ہمسائے نے اسکے باپ سے اسکی شکایت کی تھی تو اسنے اس پر تلوار کھینچ لی۔ آگے چلکر یہی صفت اسکی گرمی تقریر کا باعث ہوئی۔ لیکن جسقدر اسکے مزاج میں تیزی و تندہی تھی اسقدر اسکا ذہن صاف و پرسکون تھا عقد اسپن کی ناکامی سے جو عام جوش پیدا ہو گیا تھا اسوقت وہی ایک شخص تھا جو اس امر پر زور دیر ہا تھا کہ بادشاہ کے ساتھ کسی حقیقی صلحت کے قبل یہ ضروری ہے کہ پارلیمنٹ کے حقوق کو تسلیم کیا جائے۔ اسنے ابتدا ہی سے اس امر کو اپنا نصب العین بنالیا تھا

کہ شاہی وزرا سے پارلیمنٹ کو باز پرس کا حق ہے انگلستان کی آزادی کا سب سے نازک مسئلہ ہی تھا۔ لیکن ہم نے جب دارالعوام کی ناراضماندی پر لیکس (خازن) کو قربان کرنا چاہا تو الیٹ نے اسی خیال سے اس موقع کو غنیمت سمجھا۔ اسنے یہ استدلال کیا کہ "قانون کی خلاف ورزی کرنے والے جتنے بلند مرتبہ ہونگے ان کی خلاف ورزی بھی اتنی ہی بڑی ہوگی۔ بلند پایہ اشخاص اور عمدہ دارالگریک صفت ہوں تو یہ خوش نصیبی کی دلیل اور ملک کیلئے بہت بڑی برکت ہے مگر جب اختیار حکومت سے تاجاڑر کام لیا جائے تو اس سے بڑھ کر کوئی بدبختی بھی نہیں ہے۔" نئی پارلیمنٹ کے جمع ہوتے ہی الیٹ نے سامنے آکر لیکس سے بھی ایک بڑے درجے کے شخص کو مجرم ٹھرانے کی دہکی دی۔ اسنے جب ہم قانس کی تحقیقات کا مطالبہ کیا تو اسنے ایسے تہدیدی الفاظ استعمال کئے کہ چانس کو خود دخل دینا پڑا اور بادشاہ نے بھی دہکی کا جواب دہکی ہی سے دیا۔ اسنے دارالعوام کو لکھا کہ "میں سمجھتا ہوں کہ تمہارا اشارہ ضرور ڈیوک لیکنگم کی طرف ہے۔ میں تمہیں بتا دینا چاہتا ہوں کہ میں اسکا روا دار نہیں ہوں گا کہ میرے کسی ادنیٰ ترین ملازم کی نسبت بھی تم لوگ جرح و قدح کرو چہ جائیکہ تم ایسے لوگوں سے باز پرس کرنا چاہتے ہو جنکے مرتبے اسقدر بلند ہوں اور جنہیں مجھ سے اس درجہ قرب حاصل ہو۔ لیکن اور لیکس کی باز پرس کی بنا پر جس حق کو تسلیم کیا جاچکا تھا اس پر اس سے زیادہ سخت حملہ نہیں ہو سکتا تھا مگر الیٹ نے بھی اپنے اپنی استحقاق سے ایک قدم پیچھے ہٹنے سے انکار کر دیا۔ قانون کے

سواخذہ لیکنگم
۱۶۲۶ء

روسے بادشاہ ذمہ داری سے بری تھا کیونکہ وہ ”کوئی کام خلاف قانون نہیں کر سکتا تھا“ پس ملک کو بگر خالص مطلق العنانی سے بچانا منظور تھا۔ تو وہ اسپرچ مکن تھا کہ ان وزراء کو ذمہ دار بنایا جائے جو بادشاہ کو صلاح دیتے اور اسکے احکام کو عمل میں لاتے ہیں۔ البتہ مکن کی ناقابلیت اور اسکی رشوت ستانی کے ظاہر کرنے سے باز نہیں آیا اور دارالعوام نے یہ طے کر دیا کہ بادشاہ کی مطلوبہ رقم اسوقت ادا ہوگی ”جب اپنی شکایات بادشاہ کے حضور میں پیش کر لینگے اور انکا جواب سن لینگے“۔ پچاس نے ارکان دارالعوام کو وہاں ہال میں طلب کر کے اس شرط کے خارج کر دینے کا حکم دیا اور کہا کہ ”میں تمہیں صلاح و مشورے کی آزادی دینے پر رضامند ہوں مگر نگرانی کی آزادی نہیں دے سکتا۔ اس طاقت کو اسنے اس سخت تہید پر ختم کیا کہ ”یاد رکھو کہ پارلیمنٹ کی طلب اسکا اجلاس اسکا التوا سب میرے اختیار میں ہے اسنے اسکا جاری رہنا یا بند ہو جانا اسی پر منحصر ہے کہ مجھے اسکے آثار نیک معلوم ہوتے ہیں یا بد۔“ لیکن جسقدر بادشاہ اپنی رائے پر مستقل تھا اسی قدر دارالعوام بھی اپنی رائے پر مستحکم تھا۔ مکنگھم نے مواخذہ کی تجویز منظور ہو کر دارالامرا میں بھیجی گئی۔ بادشاہ کا یہ مورد عنایت ندیم خود اپنے الزام کے سننے کیلئے ایسے متکبرانہ انداز سے آکر دارالامرا میں بیٹھا کہ دارالعوام کے مامورین میں سے ایک شخص سرد ڈلی ڈکس نے اسکی طرف مخاطب ہو کر سخت لہجے میں یہ کہا کہ ”کیا جناب والا اسے محض مذاق سمجھتے ہیں مگر میں یہ دکھا سکتا ہوں کہ جناب سے بھی ایک بلند پایہ

شخص جو اپنے مرتبہ و اختیار اور تقرب شاہی کے اعتبار سے جناب سے کسی طرح سے کم نہ تھا۔ ایسے ہی خفیف الزامات پر پھانسی پا چکا ہے۔ ڈیوک کے اس مشکبرانہ انداز کو دیکھ کر ایٹ نے زبانِ طعن و تشنیع وراژ کی جس سے پارلیمنٹ کی تقریروں کا ایک نیا دور شروع ہو گیا۔ پرانے مقررہوں کی سنجیدگی و بے مزہ بحث کے مقابلے میں اس کے الفاظ کی درشتی و تندی اول ہی سے نمایاں تھی اور اسکے مخالفین اسپر یہ الزام لگاتے تھے کہ وہ جذبات کو بھڑکانا چاہتا ہے۔ وہ اس زمانے کے تفتیل جملوں کے بجائے رواں اور زوردار جملے استعمال کرتا تھا۔ اسکے سرلیخ انھم استدلال اسکے چمکتے ہوئے شوخ استعارے، اسکی بے باکانہ طعن و تشنیع، اسکی پر جوش التجاؤں نے انگریزی زبان کی فصاحت و بلاغت میں ایک نئی جھلک دکھلا دی۔ مکننگھم کی نامی خفیف الحركاتی بلکہ خود اسکی ذات تک (جو زرو جواہر سے جگمگاتی رہتی تھی) سخت اعتراض کا موجب بن جاتی تھی۔ کہا جاتا تھا کہ ”اسنے سلطنت کے شیرازے کو دہم و برہم اور بادشاہ کے خزانہ کو خالی کر دیا ہے۔ اسکا ثبوت اظہر من الشمس ہے۔ اسکے بیدریغ اخراجات، اسکی بے ضرورت دعوتیں اسکی شاندار عمارتیں اسکے نامے و نوش، اسکی ہمیش پرستیاں، سب زبان حال سے یہ شہادت دیر ہی ہیں کہ اسنے سلطنت کا خون چوس لیا ہے اور بادشاہ کے خزانہ کو نہایت بیدردی سے ضائع کر دیا ہے“ اسی سختی کے ساتھ ایٹ نے ڈیوک کے دوسرے معائب پر نظر ڈالی۔ اسکی طمع و رشوت ستانی، اسکی نا آسودہ حرص، اسکا تمام سرکاری اختیارات کو اپنے اغراض کیلئے برباد کرنا، ایک ایک کر کے گتایا گیا۔ ایٹ نے کہا کہ ”بادشاہ کی

خوشنودی اسکے احکام اسکے سرکاری افعال اسکی مجلس کی کارروائیاں اسکی عدالتوں کے فیصلے سب اسی ایک شخص کی مرضی کے تابع ہونگے ہیں۔ کوئی استحقاق کوئی مقصد اسکے راستے میں حائل نہیں ہو سکتا۔ سلطنت اور عدالت کے اختیارات کو اسنے ہمیشہ اپنے اغراض ذاتی کے پورا کرنے کا آلہ بنائے رکھا ہے۔ آخر میں بکننگھم اور سیمینس کے مقابلہ میں الیٹ نے اپنی تقریروں کو ان الفاظ پر ختم کیا "حضرات والا یہ شخص آپ کے روبرو موجود ہے اسکے افعال کیسے ہیں اور وہ خود کسکے مثل ہے۔ اسکا فیصلہ میں آپ ہی پر چھوڑتا ہوں۔ دارالعوام کے ہر صنف کے ارکان ٹائٹوں۔ شہریوں اور بلدیوں کا خیال یہ ہے کہ ہماری تمام خرابیوں کا باعث وہی ہے۔ وہی اسکا سبب ہے اور اسکو اسکی پاداش بھگتنا چاہئے۔ جو شخص سب کو نقصان پہنچانا چاہے اسکا خاتمہ ہو جانا ہی بہتر ہے۔ ایسے شخص کو کھیل ڈالنا ہی اچھا ہے کہ وہ دوسروں کو تکلیف نہ پہنچا سکے!"

الیٹ کا یہ جملہ جیسا غیر متوقع اور سخت کٹھا چارلس نے ویسا ہی سخت جواب بھی دیا۔ اسنے خود بے جلت تمام دارالامرا میں پہنچ کر یہ کہا کہ بکننگھم پر جو الزامات لگائے جاتے ہیں۔ وہ سب میرے افعال ہیں۔ الیٹ اور ڈکس طلب کئے گئے اور قید کر کے ٹاور میں بھیجے گئے۔ لیکن دارالعوام نے اسوقت تک کسی کام کے کرنے سے انکار کر دیا جب تک کہ اسکے ارکان واپس نہ کر دئے جائیں۔ دس روز کی کشمکش کے بعد آخر الیٹ رہا کر دیا گیا مگر اسکی رہائی درحقیقت پارلیمنٹ کے بند کئے جانے کی تمہید تھی۔ مجلس شاہی نے تاخیر کی رائے دیا

پادشاہ اور
ارکان

گر بادشاہ نے جواب دیا کہ میں ایک لمحے کی بھی تاخیر نہیں چاہتا۔ اور جب دارالعوام نے آخری طور پر یہ مطالبہ کیا کہ بکنگھم ہمیشہ کیلئے ملازمت شاہی سے علیحدہ کر دیا جائے تو چارلس نے فوراً ہی پارلیمنٹ کو بند کر دیا۔ بادشاہ کے حکم سے اس درخواست کو جلا دیا گیا۔ الیٹ اپنے عہدہ نائب امیر البحری سے موقوف کر دیا گیا اور قوم سے یہ درخواست کی گئی کہ پارلیمنٹ نے اپنی شکایات کے رفع ہونے تک جس رقم کے دینے سے انکار کر دیا ہے قوم اسے خود اپنی مرضی سے دیدے۔ لیکن عوام میں آہستہ آہستہ مقاومت کا خیال ترقی کرتا جاتا تھا۔ بغیر استرخا پارلیمنٹ کے کچھ دینے سے یکے بعد دیگرے ہر صوبے نے انکار کر دیا۔ ڈسٹریکٹس اور سمنسٹر کے لوگوں پر جب اس درخواست کے پورا کرنے کیلئے زور دیا گیا تو ایک ہنگامہ برپا ہو گیا اور لوگوں نے پارلیمنٹ کا شور مچانا شروع کیا کہ "بغیر اجازت پارلیمنٹ کے کوئی رقم نہیں مل سکتی۔" کنٹ کے ایک ایک شخص نے مخالفت پر مکر باندھ لی تھی۔ بکنگھم شائر میں خود حکام تک نے اس عطیہ کے طلب کرنے میں تساہل سے کام لیا۔ کارنوال کے وٹیلکار کاشکاروں نے یہ جواب دیا کہ "اگر ان کے پاس صرف دو گائیں ہوں گی تو وہ ایک کو بیچ کر بادشاہ کی نذر کریں گے مگر صرف پارلیمنٹ کے توسط سے۔" آزادانہ عطیہ کی تجویز کے ناکام رہنے سے چارلس مجبور ہو گیا کہ علانیہ قانون کی مخالفت کرے اسنے جبری قرضے سے اس ضرورت کو پورا کیا۔ کٹسز نامزد کئے گئے کہ وہ اس امر کا اندازہ کریں کہ ہر ایک زیندار کو کس قدر قرض دینا چاہیے جو لوگ انکار کریں انکا حلفیہ بیان لیں۔ جبر و سختی کے ساتھ نرمی

۱۶۲۶ء
۱۶ جون

جبری قرضے

۱۶۲۶

واستی سے بھی ہر طرح پر کام لیا گیا۔ لارڈ کے زیر اثر پادریوں نے ہر طرف ہنس پر بے چوں و چرا اطاعت کا وعظ کہنا شروع کر دیا۔ ڈاکٹر ٹونزنگ نے خود چارلس کے روبرو وعظ میں یہ کہا کہ ”محمول لگانے کیلئے بادشاہ کیلئے پارلیمنٹ کی منظوری شرط نہیں ہے اور بادشاہ کی مرضی کے خلاف کرنا خود کو عذاب ابدی کا مستحق بنانا ہے۔“ جن غریب آدمیوں نے قرضہ دینے سے انکار کیا انہیں جبراً و قہراً بری یا بحری فوج میں داخل کر دیا گیا۔ جو تاجر قرضہ دینے پر مصر رہے انہیں قید خانوں میں ڈال دیا گیا۔ امرا اور شرفا کو مرعوب کرنے کا کام خود بکننگھم نے اپنے ذمے لیا۔ چارلس نے ججوں کی مخالفت کا تدارک یہ کیا کہ چیف جسٹس کریو کو فوراً اسکے عہدے سے ہٹا دیا۔ لیکن تمام ٹھک میں عام مخالفت پھیل گئی تھی۔ شمال کے تمام صوبے بالاتفاق بادشاہ کے خلاف ہو گئے تھے۔ لکنشائر کے کارکنوں نے کشفروں کو قبضے سے نکال دیا۔ شربٹائر ڈیون اور دارکشائر نے قطعی انکار کر دیا۔ آٹھ امیروں نے بسر کر دگی لارڈ اسکس اور لارڈ وارک اس مطالبے کو خلاف قانون قرار دیکر اسکی تعمیل سے انکار کر دیا۔ مفضلات کے دوسو معززین ایک قید خانے سے دوسرے قید خانے کو منتقل کئے جاتے رہے اس پر بھی جب وہ اپنے خیال سے باز نہ آئے تو انہیں مجلس شاہی کے روبرو حاضر کیا گیا۔ انہیں میں بکننگھم شائر کا جان ری میپڈن بھی تھا جو ابھی ایک نو عمر شخص تھا۔ جس نے حب الوطنی کی وجہ سے انگریز اسکے نام کو عزیز رکھتے ہیں اسکا دور ایسوقت سے شروع ہوتا ہے۔ اس نے مجلس شاہی کے روبرو یہ کہا کہ ”میں قرضہ دینے پر راضی ہو جاتا مگر میں ڈرتا یہ ہوں کہ مشورہ غلطی

خلاف ورزی کیلئے جو سنت درج ہے سال میں دو بار وہ سنت مجھپہ بھی پڑگی اس اعتراض کے باعث اسے گیٹ ہاؤس میں اس طرح قید میں رکھا گیا کہ "قید میں جانے کے قبل اسکی جو صورت تھی وہ بعد کو باقی نہیں رہی۔" ایک طرف بددلی بڑھتی جا رہی تھی دوسری طرف خزانہ کا دیوالہ نکلا جا رہا تھا اس صورت میں ڈیوک کی گلو خلاصی کی بھی ایک صورت تھی کہ وہ کوئی بڑی فوجی کامیابی حاصل کرے۔ اس خیال سے اسنے ایک نہایت ہی مجنوناہ و مسرفانہ مہم کیلئے چھ ہزار آدمیوں کی ایک فوج تیار کی۔ مذہب کیٹھولک کی عظیم الشان جدوجہد میں ہر ایک پروٹسٹنٹ کی امید کا مدار اس پر تھا کہ خاندان آسٹریا کے خلاف انگلستان فرانس کے ساتھ متحد رہے لیکن بکنگھم کی نخوت و غلط کاری کا نتیجہ یہ نکلا کہ آخر وہ خود اپنے ہی حلیفوں سے الجھ گیا اور انگلستان کو یکایک فرانس و اسپین دونوں کے ساتھ جنگ کا سابقہ پڑ گیا۔ فرانس کا وزیر کارڈنل ریشلیو انگریزوں کے ساتھ اتحاد قائم رکھنے کا بید خواہاں تھا۔ وہ اسے ضروری سمجھتا تھا کہ فرانس کے کسی یورپین جنگ میں دخل دینے کا پہلا قدم یہ ہونا چاہئے کہ خود ٹلک کے انڈر پروٹسٹنٹوں کے باغی شہر روٹشل کو پوری طرح زیر کر لیا جائے۔ ۱۶۲۵ء میں اس کام میں انگریزوں نے بادل ناخواستہ فرانسیسی فوجوں کو مدد دی تھی مگر اب بکنگھم نے اپنے کو ٹلک میں ہر دلعزیز بنانے کا ایک آسان ذریعہ یہ سوچا کہ وہ ہیوگیناٹ کی مقاومت میں ان کا معاون ہو جائے۔ ہیوگیناٹ کی طرفداری کا جوش بہت بڑھا ہوا تھا اور بکنگھم اس جوش سے یہ فائدہ اٹھانا چاہتا تھا کہ شاہی فوجوں کی کامیابی سے ہر قسم کی مخالفتوں کو دبا دے۔ پس خود اسکی سرکردگی میں سو

روٹشل کا محاصرہ

۱۶۲۴ء

جہازوں کا ایک بیڑا روسل کی امداد کیلئے روانہ ہوا۔ اسکی فوج اگرچہ بہت شاندار تھی مگر اس ہم میں جیسی ناعاقبت یعنی سے کام لیا گیا تھا ویسی ہی تباہی بھی دیکھنا پڑی۔ قلعہ سنٹ مارٹن کا بے حسود محاصرہ کرنے کے بعد انگریزی فوج کو ایک ایسے تنگ راستے سے اپنے جہازوں پر واپس آنا پڑا جسکے دونوں طرف پانی اور نشیب تھا اس بازگشت میں دو ہزار آدمی ہلاک ہو گئے اور دشمن کے ایک آدمی کا بھی نقصان نہیں ہوا۔

بکننگھم کی اس حماقت کا پہلا نتیجہ تو یہ ہوا کہ چارلس اگرچہ فرانس سے زیر بار اور شرم سے سرنگوں تھا مگر اسے ایک نئی پارلیمنٹ طلب کرنا پڑی۔ اس پارلیمنٹ کا انداز سابقہ پارلیمنٹ سے بھی زیادہ سخت تھا۔ وربارہ کے امیدوار ہر جگہ ناکام رہے اور محبت وطن سرگروہ بہت شان کیساتھ منتخب ہوئے۔ جن لوگوں نے حال کے جبری قرضے کی مخالفت میں تکلیفیں برداشت کی تھیں ان کے لئے پارلیمنٹ کی رکنیت یقینی ہو گئی تھی۔ شخصی آزادیوں کے خلاف جو زیادتیاں ہوئی تھیں انکے رفع کرنیکی درخواست کو مقدم سمجھا گیا اور باوجود ایٹ کے مشورے کے بکننگھم کی علیحدگی کو موخر کر دیا گیا۔ سراسر وینٹورٹھ نے کہا کہ ”ہمیں اپنی قدیم آزادی کے استحقاق پر قائم رہنا چاہئے ہمارے بزرگوں نے جو قوانین بنائے ہیں ہمیں چاہئے کہ انہیں پھر بزور جاری کریں۔ ہمیں ان پر ایسی زبردست مہر لگا دینا چاہئے کہ آئندہ پھر کوئی پہل شخص ان کے ٹوڑنے کی جرأت نہ کرے۔“ انہوں نے نہ تو بادشاہ کے سخت و تہدید آمیز پیغاموں کی پروا کی اور نہ اس کے کہنے کا کچھ لحاظ کیا کہ وہ اپنی آزادی کیلئے اس کے ”شاہی الفاظ“ پر اعتماد کریں بلکہ وہ صرف اپنی عرضداشت

شاہی
حکم
۱۶۱۸ء
پارلیمنٹ

۱۶۱۸ء
پارلیمنٹ

حقوق تیار کرنے کے عظیم الشان کام کی طرف ہمدن مصروف ہو گئے۔ اس درخواست میں ان تمام قوانین کا باقاعدہ حوالہ دیا گیا تھا جس میں رعایا کے تحفظ کا سامان مہیا کیا گیا ہے یعنی یہ کہ بادشاہ کی آزادانہ مرضی سے محصول 'قرضے' اور پیشکشیں عاید نہ کئے جائیں گے کوئی شخص بغیر اپنے ہمسروں کے قانونی فیصلے کے نہ سزایاب ہوگا نہ قانون کی حفاظت سے خارج کیا جائیگا اور نہ اپنے مال و متاع سے محروم کیا جائے گا۔ علیٰ ہذا بغیر الزام کے بیان کئے ہوئے کوئی شخص کسی کے خود مختارانہ حکم سے قید نہیں کیا جائیگا۔ نہ رعایا کے مکانات سپاہیوں کے ٹہرانے کے کام میں لائے جائیں گے اور نہ امن کے زمانے میں فوجی قانون جاری کیا جائیگا۔ آخری دو بادشاہوں کے عہد میں اور زیادہ تر گزشتہ پارلیمنٹ کی برطرفی کے بعد سے ان قوانین کی جقدر خلاف ورزی ہوئی اسکا بھی باقاعدہ ذکر کیا گیا تھا۔ اس واقعہ فہرست کے بعد دارالعوام نے یہ درخواست کی تھی کہ "اب آئندہ سے کوئی شخص بغیر پارلیمنٹ کی متفقہ منظوری کے کسی قسم کے 'ہدیہ' 'قرضہ' 'تذرانہ' محصول یا اور اس قسم کے مطالبے کے ادا کرنے پر مجبور نہیں کیا جائیگا۔ اور نہ اس امر کے متعلق یا اسکے انکار کی بابت کوئی شخص باز پرس یا حلف اٹھانے پر مجبور کیا جائے گا نہ قید کیا جائے گا نہ کسی اور طرح پر اسے پریشان کیا جائیگا۔ اعلیٰ حضرت سپاہیوں اور ملاحوں کو رعایا کے مکانات سے ہٹا دیں اور آئینہ اپنی رعایا پر اس قسم کا بار نہ ڈالیں۔ فوجی قوانین کے لئے جو احکام جاری ہوئے ہیں وہ سب منسوخ کر دئے جائیں اور آئندہ ایسا حکم کسی شخص یا اشخاص کے نام تسمیل کی غرض سے نہ جاری کیا جائے"

ایسا نہ ہونے پائے کہ اس حیلے سے حضور والا کی رعایا کو قانون ملک کے خلاف قتل و غارت کیا جائے۔ ہم لوگ ملک کے قوانین و ضوابط کے موافق ان تمام امور کیلئے اپنے حق و آزادی کے طور پر اعلیٰ حضرت سے بجز تمام متحی ہیں کہ حضور والا اس امر کے اعلان کو بھی مرعی رکھینگے کہ رعایا کیساتھ جن عطیات مراعات اور کارروائیوں کے وعدے ہو چکے ہیں وہ اس درخواست کے حقوق کے باعث واپس نہیں لئے جائینگے نیز حضور والا اپنی رعایا کے آرام و آسائش کے خیال سے ازراہ رحمت اپنی اس مرضی کا بھی اعلان فرمادینگے کہ حضور کے تمام عمال و وزراء ملک کے قوانین و ضوابط کے موافق عمل کریں کیونکہ انہیں پر حضور والا کی نیک نامی اور ملک کی خوشحالی کا مدار کار ہے۔ چارلس کے ہموار کرنے کیلئے دارالامرا نے یہ خواہش کی کہ اسکے "اختیار شاہی" کا تحفظ کر دیا جائے لیکن اسکا کچھ اثر نہ ہوا۔ ہم نے خاموشی کیساتھ یہ جواب دیا کہ "ہماری درخواست انگلستان قوانین کیلئے ہے اور یہ شرط اختیار قانونی سے ایک جداگانہ شے معلوم ہوتی ہے۔" دارالامرا نے اسے تسلیم کر لیا مگر چارلس نے ٹالنے کا سا جواب دیا۔ ایٹ کی رائے کے خلاف جن لوگوں نے زیادہ اعتدال کی صلاح دی تھی انکی ناکامی نے ایٹ کو پھر سب سے آگے کر دیا۔ اسنے یہ تحریک کی کہ سلطنت کی حالت کے متعلق بادشاہ کے سامنے ایک اعتراض پیش کیا جائے اور اس معاملے میں اسنے بے نظیر جرات سے کام لیا لیکن جب اسنے یہ بیان کرنا چاہا کہ وہی اصلح کی شرط اول یہ ہے کہ بکننگھم کو علحدہ کر دیا جائے تو اسپیکر (صدر) نے مداخلت کی اور کہا کہ اسے یہ حکم دیا گیا ہے کہ "بادشاہ کے

وزرا کی نسبت جو لوگ بدزبانی کریں انہیں روک دیا جائے۔ " آزادی تقریر کے حق میں اس طرح دخل دینے سے دارالعوام میں ایک ایسی حالت پیش آئی کہ سنٹ اسپون میں کبھی یہ کیفیت نظر سے نہیں گزری تھی۔ عام خاموشی کے درمیان ایٹ یکایک اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ اس زمانے کے ایک خط سے معلوم ہوتا ہے کہ "اظہار جذبات کا ایک ایسا منظر آنکھوں کے سامنے آگیا کہ اس قسم کی مجالس میں شاید ہی ایسا منظر دیکھنے میں آیا ہو۔ کچھ لوگ رو رہے تھے۔ کچھ بحث کر رہے تھے، کچھ سلطنت کی تباہی کی پیشینگونی کر رہے تھے، بعض خدا کے سامنے اپنے اور اپنے ملک کے قصوروں کا اعتراف کر رہے تھے کہ ہمارے گناہ ہی اس حکم کا باعث ہیں۔ بعض ان رونا والوں پر الزام لگا رہے تھے۔ سو سے زیادہ آدمیوں کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ بہت لوگوں نے بولنا چاہا مگر اپنے ہیجان و جوش کی وجہ سے بول نہ سکے" پیم بھی تقریر کرنے کیلئے اٹھا مگر وہ بھی ٹک کر رہ گیا۔ آخر سر اڈورڈ لک نے یہ الفاظ زبانی نکلے کہ "میری ہی غلطی و کمزوری تھی کہ نشست کے شروع میں میں نے ایٹ کو روکا تھا درحقیقت اس تمام مصیبت کا بانی مہانی ڈیوک بکننگھم ہی ہے۔"

اس تعرض میں ڈیوک کے نام کے شامل کرنے کی تجویز زور شور کیساتھ منظور کی گئی۔ لیکن اس موقع پر چارلس دب گیا۔ روسیل کی ایک جدید ہم کے لئے روپیہ حاصل کرنے کی غرض سے بکننگھم نے بادشاہ پر زور دیا کہ وہ عرضداشت حقوق کو منظور کر لے۔ چارلس اچھی طرح سمجھتا تھا کہ اس منظوری سے کچھ حاصل نہیں۔ اسے ٹکر تھی تو

بکننگھم کی موت

یہ کہ بغیر مقدمہ چلائے ہوئے اور بغیر وجہ بتائے ہوئے وہ لوگوں کو قید میں رکھ سکے۔ اسنے اس معاملہ میں جموں سے مشورہ لیا اور انہوں نے یہ جواب دیا کہ عرضداشت کے منظور کر لینے سے اسکے اختیار پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور جب عرضداشت کی بحث انکے سامنے آوے گی تو دوسرے قوانین کی طرح اسکی بھی تاویل کیجا سکیگی اور اقتدار شاہی پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ باقی امور کے متعلق چارلس نے بغیر منظوری پارلیمنٹ محصول لگانے کے حق کو ترک کر دینے پر آمادگی ظاہر کی مگر ان محصولوں کے برقرار رکھنے کے لئے اسنے اپنے حق کو محفوظ رکھنا چاہا جو حسب دستور بادشاہ کو ملتے تھے اور انہیں میں جہاز کا محصول اور مال و اسباب کا محصول بھی شامل تھا لیکن دارالعوام نے کبھی ان مستثنیات کو تسلیم نہیں کیا تھا۔ بادشاہ نے جب درخواست کو قبول کر لیا تو پارلیمنٹ نے بھی امداد کی منظوری دیدی اور عوام نے اسقدر شادمانی کے گھنٹے بجائے اور اسقدر الاؤ روشن کئے کہ "بادشاہ کے اسپن سے واپس آنکے وقت کے سوا اور کسی موقع پر کیفیت نظر نہیں آئی تھی"۔ مگر چارلس نے دوسری رعایتوں کی طرح اس رعایت پر بھی اسقدر دیر میں عمل کیا کہ مقصود حاصل نہیں ہوا۔ دارالعوام اپنے تعرض کے پیش کرنے پر مصر رہا۔ چارلس نے سر دہری اور ترشروٹی کیساتھ اس تعرض کو قبول کیا۔ لیکن کمپر دارالامرا میں جب الزام لگایا گیا تو وہ متکبرانہ انداز سے بادشاہ کے قریب کھڑا ہوا تھا۔ اب اسکا یہ حال ہوا کہ گفتگو کرنے کیلئے اپنے گھٹنوں کے بل جھک پڑا۔ بادشاہ نے "نہیں نہیں" کہتے ہوئے اسے اٹھایا اور اپنے برتاؤ سے یہ ظاہر کر دیا کہ دیوک کے تقرب و خصوصیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے۔

بادشاہ نے بعد میں یہ بھی کہا کہ "جارج تو تباہ ہوگا تو تنہا نہیں تباہ ہوگا ہم دونوں ساتھ تباہ ہونگے۔" پارلیمنٹ کے بند ہونے کے بعد جب یہ ممتاز مقرب شاہی ریٹیل کی خلاصی کی تھی ہم کی سرکردگی کے لئے روانہ ہوا تو اسے وہم و گمان بھی نہیں تھا کہ کیا ہونے والا ہے مگر قسمت کا لکھا مٹ نہیں سکتا۔ فوج کا ایک لفٹننٹ جان فلٹن کے تعاقب اور اپنی حق تلفی کے باعث اس سے انتقام لینے کی فکر میں تھا تعرض نامے کے بعض بیانات سے اس نے یہ رائے قائم کر لی کہ وہ جو کچھ بھی کرے بجا ہے۔ ڈیوک کی روانگی کی وقت پورٹسمتھ کے ہال میں ایک ازدحام ہو گیا تھا وہ بھی اس مجمع میں ٹکلیا اور موقع پا کر بکننگھم کے قلب میں خنجر بھونک دیا۔ چارلس کو جب یہ خبر پہنچی تو وہ روتے روتے پلنگ پر گر پڑا۔ لیکن دربار سے باہر بڑی خوشیاں منائی گئیں۔ آکسفورڈ کے نوجوان طلبہ لندن کے معمر آلڈر مین فلٹن کا جام صحت پینے میں ایک دوسرے پر سبقت لیجانے کی کوشش کرنے لگے۔ قاتل جب زنجیروں میں جکڑا ہوا ایک بوڑھی عورت کے سامنے سے گزرا تو اس عورت نے کہا کہ "اے میرے چھوٹے سے داؤد خدا تجھے اطمینان دے۔" جب مادر کا دروازہ بند ہوا تو مجمع نے چلا کر کہا کہ "خدا تجھے راحت و آرام نصیب کرے۔" بادشاہ جسوقت ڈیوک کے جہازوں کی روانگی کا معائنہ کر رہا تھا تو ان جہازوں کے طاقوں تک نے بادشاہ سے یہ التجا کی کہ "فلٹن کی جان بخشی کر دینا کیونکہ وہ اس سے پہلے انہیں کے زمرے میں داخل تھا۔" لیکن بکننگھم کے انتقال سے قوم میں جو امید کی شعاعیں طلوع ہو رہی تھیں وہ بہت جلد

فنا ہو گئیں۔ ڈیوک کا ایک دست پرور (وسن) وزیر خزانہ ہو گیا اور سابق طریقوں میں کوئی فرق نہیں آیا۔ ایٹ نے کہا "غارتگر کا تو خاتمہ ہو گیا مگر تباہ کاری بدستور باقی ہے۔"

انگریزوں کے
اسٹراٹجی کے

بظاہر یہ معلوم ہوتا تھا کہ چارلس کی بے باکانہ خلاف ضابطگیوں سے اسکے اور رعایا کے درمیان جو وسیع خلیج مغایرت کی حامل ہو گئی تھی اس سے اسے چارلس کے کسی نئے فعل سے مزید وسعت کا امکان باقی نہیں رہا تھا مگر پارلیمنٹ کی آزادی تقریر مال و متاع کی حفاظت بلکہ ذاتی آزادی سے بھی زیادہ انگلستان کو جو شے عزیز تھی وہ "انجیل" تھی۔ اس عہد کے شروع ہوتے ہی ہر پوریسٹن کے دل میں ایک طرح کی افسردگی پیدا ہو گئی تھی اور یہ افسردگی سال بساں بڑھتی جاتی تھی۔ دوسرے ممالک میں مذہب پروٹسٹنٹ کے خلاف جو عظیم جدوجہد جاری تھی وہ یوں ہی یوں سخت ہوتی جاتی تھی اور یہ معلوم ہونے لگا تھا کہ مذہب پروٹسٹنٹ کا آخری وقت قریب آ گیا ہے۔ جرمنی میں پیروان کالون اور پیروان لوکھر دونوں یکساں طور پر آسٹریا کے کیٹھولک خاندان کے قدموں کے نیچے پامال ہو رہے تھے۔ بکننگھم کے قتل کے بعد روسل کے سقوط سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ فرانس کے ہیوگینٹ کو ایک رومن کیٹھولک کارڈنل پامال کر ڈالے گا۔ اور انگلستان خود اسی خیال میں غلط چپاں تھا کہ کہیں ارمیڈا کے وقت کاسا ٹنک خطرہ اسے پھر نہ پیش آجائے اس صورت حال میں چارلس کا لاڈ کو لندن کا اسقف بنا کر مذہبی معاملات کی سربراہی اسکے تفویض کر دینا سخت پریشانی کا باعث ہو گیا ان گھبرائے ہوئے پروٹسٹنٹوں کو لاڈ اور اسکے زیر اثر اہل کلیسا اس

پیروان لاڈ

کیتھولک مذہب سے زیادہ خطرناک معلوم ہوتے جسے دوسرے ممالک میں پرزور کامیابیاں حاصل ہو رہی تھیں۔ پیورٹینوں کی نظر میں یہ لوگ خدا و ملک دونوں سے باغی تھے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ جہاں تک ہوسکے انگلستان کے کلیسا کو پروٹسٹنٹ کلیساؤں سے علیحدہ کر کے اس کلیسا سے قریب کر دیں جسے پروٹسٹنٹ شیطانی مذہب سمجھتے تھے۔ لاڈ وغیرہ رومن رسومات کی پیروی کرتے اور حرم و تدبیر کیساتھ رومی عقائد کو رائج کر رہے تھے لیکن انہیں مذہبی معاملات میں وہ آزادی حاصل نہ تھی جو اب تک روما میں کم و بیش قائم تھی۔ وہ بادشاہ کی ماتحتی کی ذلت میں مبتلا تھے۔ شاہی حفاظت کیوجہ سے وہ اپنے وقت کے مذہبی احساس کی پروا نہیں کرتے تھے اور اس حفاظت کی شکرگزاری کے طور پر انہوں نے نہایت ہی خطرناک دعاوی شاہی کو مذہبی عقاید میں داخل کر لیا تھا۔ اسقف اعظم وٹکنسٹ نے جیمز کی نسبت یہ بیان کیا تھا کہ اسے خدا کی طرف سے القا ہوتا ہے۔ بدترین مظالم کے مقابلے میں وہ خاموشانہ اطاعت کا وعظ کہتے رہتے تھے۔ انہوں نے یہ اعلان کر دیا تھا کہ رعایا کی جان و مال کلیتہً بادشاہ کے اختیار میں ہے۔ وہ مذہب کو انگلستان کی آزادی پر ایک باقاعدہ حملے کا ذریعہ بنا رہے تھے۔ اب تک اس خیال والوں کی حیثیت ایک درباری گروہ سے زیادہ نہیں تھی کیونکہ رعایا کی طرح عام پادری بھی بچے پیورٹین تھے، مگر لاڈ کی مستعدی اور دربار کی سرپرستی سے یہ اندیشہ پیدا ہو چلا تھا کہ انکی تعداد و قوت میں بہت تیزی کیساتھ ترقی ہو جائے گی۔ دور میں اشخاص اسوقت کو آنکھوں سے دیکھ رہے تھے جب ہر ایک نیر خاموشانہ اطاعت کی پند و نصیحت کا لونیٹ کی مذمت

اور روم کی جانبداری کے وعظ سے گونج اٹھیں۔ دارالعوام کے تمام ارکانیں ایٹ جوش مذہبی کے معاملہ میں سب سے ہیٹا تھا مگر اسوقت مذہب کی ہازک حالت نے اسکے دل سے تہم دوسرے خیالات کو بخو کر دیا تھا۔ اسنے اپنے دہات سے لکھا تھا کہ ”خطرہ استفدہ بڑھتا جا رہا ہے کہ خدا ہی ہم لوگوں کو مایوسی سے بچائے تو بچائے۔“ تمام ارکان دارالعوام ایسا ہی اندیشہ دل میں لئے ہوئے جمع ہوئے۔ پہلی کارروائی مذہب سے شروع ہوئی۔ ایٹ نے کہا کہ ”انجیل ہی وہ صداقت ہے جسکے باعث اس سلطنت کی ایسی متحد و ممتاز خوشحالی نصیب ہوئی ہے۔ اسلئے اپنے تمام کاموں کی بنا ہی پر رکھنا چاہئے کہ ہم الفناظ سے نہیں بلکہ اعمال سے اس صداقت کو قائم رکھیں۔ مشرقی کلیساؤں میں ایک رسم یہ بھی ہے کہ عقاید کی تکرار کے وقت لوگ اپنی استقامت ظاہر کرنے کیلئے نہ صرف سرو قد کھڑے ہو جاتے ہیں بلکہ تواریں کھینچ لیتے ہیں۔ میں اس کہنے کی اجازت چاہتا ہوں کہ یہ دستور نہایت ہی قابل تعریف ہے۔“ ارکان نے اپنے سرگروہ کے اس صلئے عام کا جواب ایک پرتگین ”اقرار صالح کے ذریعہ سے دیا۔ انہوں نے یہ اقرار کیا کہ وہ اسی خیال پر قائم رہینگے کہ عقائد کا صحیح مفہوم وہی ہے جسے پارلیمنٹ نے قائم کیا ہے اور جو کلیسا کے افعال اور مذہبی مصنفین کے عام خیال پر غور کرنے سے انہیں معلوم ہوا ہے مگر مذہب کے متعلق تمام مباحثے دفعہ روک دئے گئے۔ دارالعوام نے محاصل بھری کی منظوری اسوقت تک کیلئے ملتوی کر دی تھی جب تک ان نقصانات کی تلافی نہ کی جائے جو ناجائز محاصل درآمد و برآمد کے باعث وقوع پذیر ہوئے ہیں۔ اسکے ساتھ ہی دارالعوام نے ان محصولات کے

اقرار صالح

ادا کرنے والوں کو باز پرس کرنے کیلئے طلب کیا۔ یہ لوگ حسب حکم حاضر تو ہو گئے مگر جواب دینے سے اس بنا پر انکار کر دیا کہ بادشاہ نے انہیں جواب دینے کی ممانعت کر دی ہے۔ دارالعوام اس پر اعتراض پیش کرنے کی کارروائی کرنا چاہتا تھا کہ اسی اثنا میں اسپیکر نے یہ اعلان کر دیا کہ اسے اجلاس کے متوی کرنے کا حکم مل گیا ہے۔ یہ صاف ظاہر تھا کہ اسکے بعد ہی برطرفی عمل میں آئیگی۔ پس مدت کے دبے ہوئے غصے نے ایک ہنگامے پارلیمنٹ کی برطرفی کی کیفیت پیدا کر دی۔ لوگوں نے اسپیکر کو زبردستی کرسی پر بٹھائے رکھا اور ایٹ نے نئے وزیر خزانہ کو اس کارروائی کے صلاح دینے کیلئے نشانہ بنا دیا کیونکہ ایٹ ابھی تک اپنے اس اہم اصول پر قائم تھا کہ ذمہ داری وزیر پر عاید ہونا چاہئے۔ اسنے کہا کہ کسی نے بھی پارلیمنٹ کے توڑنے کی فکر نہیں کی کہ آخر میں خود پارلیمنٹ ہی نے اسے توڑ دیا ہو۔ اسے ان الفاظ کی ہیبت ناک اہمیت بعد کو ثابت ہوئی۔ دروازے میں قفل لگا دیا گیا۔ اسپیکر نے ہرچند اعتراض کئے۔ باہر سے نقیب پارلیمنٹ نے دروازے کو بہت کچھ کھٹ کھٹا اندر کے مجمع نے بھی برہمی پیدا کی مگر کسی کی کچھ پیش نہ گئی۔ انگلستان کی آزادی کی اس آخری کوشش میں اکثر ارکان نے ”شبابش و مرجبا“ کے شور کے ساتھ ایٹ کی تائید کی۔ متعدد تجویزیں منظور ہوئیں اور دارالعوام نے یہ طے کر دیا کہ جو شخص مذہب میں کسی قسم کی بدعت لگائے گا یا جو وزیر ایسے محمول لگائے گا جنہیں پارلیمنٹ نے منظور نہ کیا وہ سب ”سلطنت و دولت کے سخت دشمن سمجھے جائینگے“ علی ہذا رعایا میں سے جو شخص بخوشی خاطر نا جائز افعال و مطالبات پر کاربند ہوگا وہ بھی ”انگلستان کی آزادی کا

برباد کرنے والا اور ملک کا دشمن تصور ہوگا۔“

جزو چہارم

نیوا انگلینڈ

اسٹراو۔ سٹریٹنگرافٹ نے اپنی تاریخ ممالک متحدہ (History of the United States) میں امریکہ کی آباد کاری کی کیفیت بہت خوبی سے بیان کی ہے البتہ بعض جزئیات میں کچھ خلاف ہے اسکی تصحیح مسٹر گارڈنر کی تاریخ سے ہو سکتی ہے۔ لاطن کے متعلق خود اسی کا مشہور و معروف ”روز نامہ“ اور اسکے مراسلات دیکھنے چاہئے۔ کیمبرج میں اس نے جو کام انجام دئے انہیں پرانے کی جو آمیز کتاب ”کنیزبری کی قسمت“ (Canterbury's Doom) میں ”معاینہ کرنا چاہئے۔“ (مسٹر ڈائل کی کتاب ”امریکہ کے انگریزوں کے حالات“ (The English in America))

اس فہرست کے لکھے جانے کے بعد شائع ہوئی ہے۔ (او میر)

۱۶۲۹ء والی پارلیمنٹ کی برطرفی کا زمانہ انگلستان اور تمام دنیا میں نرسب پروٹسٹنٹ کیلئے روز سیاہ تھا مگر اسی مایوسی کے عالم میں پیورٹنوں نے سب سے بڑی کامیابی حاصل کی۔ بقول کینیٹگ ”وہ پُرانی دنیا کے بوجھ کو ہٹا کرتے کیلئے نئی دنیا کی طرف متوجہ ہوئے۔“ ان الفاظ سے

انگلستان اور
نئی دنیا

کیننگ نے جو کچھ بھی مراد لی ہو مگر وہ اس سے زیادہ موثر واہم ثابت ہوئے جو اس وقت خیال میں آسکتے تھے۔ چارلس کی تیسری پارلیمنٹ کے بند ہونے کے بعد ظلم و ستم کا جو زمانہ آیا اسی زمانے میں پیورٹنوں کی ایک جماعت کثیر نے ترک وطن کر کے نیوا انگلینڈ کی ریاستیں قائم کیں۔ شمالی امریکہ کے بسنے والے انگریزوں میں پیورٹن کسی اعتبار سے سب میں مقدم نہیں تھے۔ مغربی دنیا کے دریافت ہونے کے بعد ابتداً جو حالات پیش آئے وہ ایسے نہیں تھے کہ ان سے وہاں کی آزادی کی نسبت کوئی اچھی امید قائم کی جاسکے۔ بلکہ نتیجہ بالکل برعکس ہوا یعنی یورپ کی سب سے زیادہ متعصب اور سب سے زیادہ ظالم سلطنت (اسپین) کو اس بڑا عظم پر وسیع اقتدار حاصل ہو گیا اور مکسیکو اور پیرو کی دولت سے اسکا خزانہ مالا مال ہو گیا، مگر اسپین کے جہاز جنوبی سمندروں کی طرف جاتے تھے اور اسپین کے آباد کاروں کا دعویٰ بھی یہی تھا کہ اس وسیع براعظم کا جنوبی حصہ کینٹھوک بادشاہ کا حق ہے۔ حسن اتفاق سے انگریز شمالی امریکہ کے پڑھنے ویران نواح میں اترے۔ درحقیقت انگلستان کا حق اس بڑا عظم کے اصلی حصے پر اسپین سے بھی پہلے قائم ہونے کا تھا کیونکہ کولبس کے سواہل امریکہ پر پہنچنے کے قبل ہی سیسٹین کیبٹ ۱۴۹۲ء میں انگریز جہاز رانوں کو لئے ہوئے برل سے روانہ ہو کر سواہل امریکہ پر جنوب میں فلوریڈا تک اور شمال میں خلیج ہڈسن تک چکر لگا آیا تھا کیبٹ کا آباؤی وطن جنیوا تھا مگر وہ انگلستان میں پیدا ہوا اور وہیں اپنے پرورش پائی تھی لیکن اس صاحب ہمت جہاں گشت کے بعد کسی دوسرے انگریز نے اوہر کا رخ نہیں کیا اسپین نے نئی دنیا میں

اپنی شہنشاہی قائم کر لی اور انگلستان کے ملاح نیوفاؤنڈلینڈ میں پھیلی ہی پکڑنے پر قناعت کئے بیٹھے رہے، الزبتھ کے عہد تک انگریزوں کو دوبارہ نئی دنیا کی طرف توجہ نہیں ہوئی۔ براعظم امریکہ کے شمالی ساحل کی طرف سے ایشیا کا راستہ معلوم کرنے کے خیال میں مغربی انگلستان کا ایک جہاز لیسبرٹ پر جا پھینچا اور وہاں کاہنائے طلا کے موجود ہونے کی خبر لیکر واپس آیا۔ اس خبر کو سنکر بہت سے جانباز خلیج بینن کے تو دہائے برن کو جھیل کر وہاں پھینچنے پر آمادہ ہو گئے۔ حسن اتفاق کہ یہ لوگ سونے کی تلاش میں ناکام رہے اور ان میں سے اکثر عنیور طینت اشخاص نے سوچنا کہ وہیں نوآبادی قائم کرنا چاہئے۔ لیکن اس حصہ ملک میں سردی کا زمانہ بہت دراز ہوتا تھا اور ملک کے اندر جا بجا اندین جنگجو قبائل موجود تھے اس وجہ سے ان ابتدائی آبادکاروں کو سخت وقت کا سامنا ہوا۔ سر ہمفری گلبرٹ اس زمانے کے بلند حوصلہ لوگوں میں سے تھا۔ اسے جب آبادی قائم کرنے کی کوشش میں ناکامی ہوئی تو وہ انگلستان کی طرف پلٹا لیکن راستے ہی میں طوفان سے ہلاک ہو گیا۔ جب اسکی چھوٹی سی کشتی کی روشنی رات کی تاریکی میں ہمیشہ کے لئے گل ہوئی تو لوگوں نے اسکی زبان سے یہ یادگار الفاظ نکلتے ہوئے سنے کہ ”تری کے راستے سے بھی بہت اتنا ہی قریب ہے جتنا خشکی کے راستے سے ہے۔“ اسکے سوتیلے بھائی سردالر رائے نے ایک ٹیم روانہ کی جسے آبنائے پیکو کا پتہ چلایا۔ انکے دریافت کئے ہوئے اس ملک کو الزبتھ نے اپنے لقب ورجن دیا (دو شیرازہ) کی بنا پر ورجینیا کا نام عطا کیا اس ملک کے دریافت کرنے والوں کا خیال یہ تھا کہ وہاں لوگ ازمنہ زرتیں کی زندگی گزارتے تھے۔

راتے کی اسی انکشاف کے وقت سے یورپ میں تنباکو اور آلو کا رواج ہوا۔ لیکن ان بسنے والوں نے سونے کے جذب میں پڑ کر اپنی قوت کو ضایع کیا اور اصل باشندگان ملک کی دشمنی نے انہیں ساحل سے نکال دیا۔ شمالی کیرولینا کے دارالحکومت راتے سے اب تک سروالٹر کے یاد تازہ ہے مگر یہ نام اسکی کامیابی کا نتیجہ نہیں ہے۔ بلکہ بعد کے لوگوں نے اسکی کوششوں کے اعتراف کے طور پر اپنی دارالحکومت کا یہ نام تجویز کیا تھا۔ چسپیک کی مستقل آبادی جیمز اول کے اوائل عہد میں شروع ہوئی تھی اور اسکی کامیابی کا باعث یہ تھا کہ آباد کاروں کو یقین تھا کہ نئی دنیا کے فتح کا راز صرف محنت و جفاکشی میں مضمر ہے۔ اولاً جو ایک سو پانچ آباد کار یہاں آئے ان میں سے اسیالیس شخص معزز طبقے سے تعلق رکھتے تھے اور صرف بارہ نفر کسان تھے۔ ان کے سرگروہ جان اسمتھ نے نہ صرف چسپیک کی وسیع خلیج کی تحقیقات کی اور دریا، پولومیک و دریا، سکونے کا پتہ لگایا بلکہ قحط و کسرتی کے باوجود اپنے چھوٹے سے گروہ کا اتفاق قائم رکھا یہاں تک کہ ان لوگوں نے محنت و مشقت کا سبق سیکھ لیا۔ انگلستان میں آباد کاری کا ارادہ کرنے والوں کو اس نے جو خطوط بھیجے اس میں پُر زور الفاظ میں یہ لکھا تھا کہ ”سونے کا خواب دیکھنا ترک کرو اور نئے ملک میں محنت کے سوا اور کسی ذریعہ سے نفع کی توقع نہ رکھو“ اسنے دانشمندی یہ کی کہ ہر نووارد کیلئے ایک حصہ زمین کا مخصوص کر دیا اور اسطرح محنت پیشہ لوگوں کی آمد کے باعث پانچ برس کی کوشش میں ورجینیا کی قسمت چمک اٹھی۔

لوگ مکانوں کے بنانے اور غلے کی کاشت پر جھک پڑے۔ دارالصدر
جیمز ٹاؤن میں (جو بادشاہ وقت کے نام سے موسوم تھا) سرگوں تک
پر تنباکو کی کاشت ہوئی تھی۔ پندرہ برس کے اندر اس نوآبادی
کے باشندوں کی تعداد پانچ ہزار نفوس تک پہنچ گئی۔

انگلستان کے قوانین اور اسکے نیابتی تنظیمات دنیا میں سب سے پہلے
پہلے ورجینیا ہی کی نوآبادی میں رائج ہوئے۔ چارلس کی ملکہ ہنری میٹر
کے نام پر ایک دوسری نوآبادی ویرجینیا کے نام سے قائم ہوئی جسکی کیفیت یہ ہے
کہ شاہانِ اسٹوارٹ کے بہترین مشیروں میں ایک شخص کیلورٹ (لارڈ
بالیمور) تھا اسنے مذہب کیتھولک اختیار کر لیا تھا اور اسنے اسے
اور اسکے ہم مذہب نوواردوں کو دریا، پولومیک کے پار اور چسپیک کے
سرے پر اپنے لئے ایک جائے پناہ ہتیا کرنے کیلئے مجبور ہونا پڑا۔
اس نئی بستی میں ایک ایسا اصول رائج کیا گیا جو اسوقت نہ انگلستان
میں رائج ہوا تھا اور نہ یورپ کے بیشتر حصص میں شائع ہو سکا تھا
اس نئی آبادی میں یہ ممکن نہیں تھا کہ سب کے سب بسنے والے
مذہب کیتھولک ہی کے پیرو ہوں اسلئے وہاں سب سے پہلا قانون
یہ بنایا گیا کہ "اس صوبے میں کسی شخص کو جو حضرت عیسیٰ پر ایمان
رکھتا ہو کسی قسم کی زحمت یا تکلیف نہیں ہوگی نہ اسکے عقائد
مذہبی کے باعث اسے کسی بھت سے آزار پہنچے گا" نہ اس کے
فرائض مذہبی کی بجا آوری میں کسی قسم کی نفل اندازی ہوگی۔" اسلئے
کے ورجینیا میں آباد ہونے سے چند برس بعد بالیمور نے میری لینڈ
کی آبادی قائم کی لیکن پیروان براؤن جنہیں جیمز کے عہد میں ایسٹروم

بھاگنا پڑا تھا اس سے بدلتوں پہلے یہ عزم کر چکے تھے کہ ہالینڈ کو چھوڑ کر
 نئی دنیا کے بیابانوں کو آباد کریں۔ ورجینیا کی آبادی کے مشکلات و تکالیف
 کو سنکر ان کی ہمتیں ذرا بھی پست نہیں ہوئی تھیں۔ انکے سرگروہ جان زرا
 نے لکھا تھا کہ ”ہم وطن کے لطف و آرام کو خیر باد کہہ چکے ہیں اور
 شاید غربت کے برداشت کرنے کے عادی ہو گئے ہیں۔ ہم سب کے
 سب جفاکش و کفایت شعار ہیں۔ خداوند یسوع مسیح کے مقدس عہد پر
 ہم سب یکدل و یکزباں ہیں اور اسکی خلاف ورزی کو ہم بہت بڑا گناہ
 سمجھتے ہیں اس معاہدے کے رو سے ہم اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ ہم اپنی
 انفرادی و مجموعی خیر سگالی کی سنجی کے ساتھ پابندی کریں۔ ہمارا حال
 ان لوگوں کا سا نہیں ہے جو ذرا ذرا سی باتوں سے ہمت ہار دیتے ہیں۔“
 یہ لوگ ہالینڈ سے ساؤتھیمپٹن میں واپس آئے اور وہاں سے
 دو جہازوں میں سوار ہو کر نئی سرزمین کو روانہ ہو گئے۔ لیکن ان دو
 جہازوں میں سے ایک جہاز بہت جلد واپس آگیا اور صرف دوسرے
 جہاز میفلاور نے (جو کل ایک سو اسی ٹن کا تھا اور جسپر اکتالیس تارکین
 وطن مع اپنے خاندانوں کے سوار تھے) اپنا سفر جاری رکھا۔ اس
 چھوٹے سے گروہ کو زمانہ مابعد کے لوگ از راہ صحبت ”آباء زائرین“
 کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ یہ لوگ میسجوسٹس کے ویران ساحل پر
 اترے۔ اور اس انگریزی بندرگاہ کی یادگار میں جہاں آخری بار انکا
 جہاز ٹھہرا تھا اپنی جائے ورود کا نام ”پلمیٹھ“ رکھا۔ انہیں بہت جلد
 طویل و شدید موسم سرما سے سابقہ پڑا بیماری و قحط کی مصیبتیں برداشت
 کرنا پڑیں اسی طرح کی محنت و تکلیف میں کئی برس گزر گئے اور ایک وقت

ایسا آگیا کہ ”لوگ شام کو یہ نہیں جانتے تھے کہ صبح کو کیا کرنا ہے۔“ باوجودیکہ یہ لوگ بہت مستقل مزاج و عتیق تھے پھر بھی ان کی ترقی میں بہت دیر لگی۔ دس برس گزر جانے کے بعد ان کی تعداد صرف تین سو نفوس تک پہنچی تھی۔ لیکن باوجود اس قلت تعداد کے ان کی نو آبادی آخر الامر بہت مستحکم بنیاد پر قائم ہو گئی اور محض تنازعہ بقا کے سوال کا خاتمہ ہو گیا۔ ان غریب تارکانِ وطن کی مصیبت کے زمانے میں ایک ہم مذہب نے انہیں انگلستان سے لکھا تھا کہ ”تمہیں اس امر پر افسوس نہ کرنا چاہیے کہ تم نے برف توڑ کر دوسروں کیلئے راستے صاف کر دئے ہیں۔ جب تک دنیا قائم ہے یہ عزت تمہارے ہی حصہ میں رہے گی“

شمالی امریکہ میں جب سے پیوریٹنوں کی یہ چھوٹی سی نو آبادی قائم ہوئی انگلستان کے تمام پیوریٹنوں کی آنکھیں اسکی طرف لگی ہوئی تھیں چارلس کے ابتدائی زمانے میں یہ تجویز ہونے لگی کہ اس چھوٹے سے پلاٹہ کے قریب ہی ایک نئی آبادی قائم کی جائے۔ لنکسٹار کے شہر بوسن کے سوداگروں نے اس تجویز کے عمل میں لانے میں بڑی مدد دی اور ان کی اسی امداد کے اعتراف کے طور پر اس حصہ ملک کے دارالصدر کا نام انہیں کے شہر کے نام پر رکھا گیا۔ اپنی تیسری پارلیمنٹ کو برطرف کرنے کے قبل چارلس نے ایک فرمان عطا کیا تھا جسکے رو سے مساپوش کی نو آبادی قائم ہوئی تھی۔ عام پیوریٹنوں نے اس عطائے فرمان کو خدا کی طرف سے وہاں جانے کا حکم خیال کیا ۱۶۲۹ اپنی عظیم الشان آئینی جدوجہد کی ناکامی اور انگلستان میں خدا پرستی کی راہ میں خطرات کی زیادتی کے باعث ان لوگوں نے یہ خواب دیکھنا شروع کیا کہ مغرب کی سرزمین پر مذہب و آزادی کو محفوظ و مستقل جانے امن

حاصل ہو سکتی ہے۔ پارلیمنٹ کے بند ہوتے ہی تاجرین و معززین ملک کو بحر اوقیانوس کی دوسری جانب ایک بڑی نوآبادی قائم کرنے کی تجویز اٹھانے لگی اور ہر ایک پیورٹن کے گھر میں مساجوس کے نئے حالات کا چرچا ہونے لگا۔ اقتضائے زمانہ کے موافق اس تجویز کا خیر مقدم خاموشی و پائدار جوش کے ساتھ کیا گیا، لیکن ایک تارک وطن کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ بڑے بڑے باہمت و پرجوش اشخاص کیلئے بھی وطن کو خیرباد کہنا کس قدر صبر آزما تھا۔ اس قسم کے خیالات کے جواب میں وینٹھراپ اصغر نے کہا تھا کہ ”جہان میں بہترین طریقے سے خدا کی عبادت کر سکو اور اپنے عزیز ترین دوستوں کی صحبت کا لطف حاصل کر سکو اسی کو میں اپنا وطن سمجھتا ہوں“ لوگوں نے اس جواب کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا اور پیورٹنوں نے اس کثرت کے ساتھ ترک وطن اختیار کیا کہ انگلستان میں کبھی یہ صورت پیش نہیں آئی تھی۔ پہلے دو سو آدمی سلیم کو روانہ ہوئے اس کے بعد ہی جان وینٹھراپ کے ہمراہ آٹھ سو آدمی اور چل کھڑے ہوئے اور بادشاہ کی شخصی حکومت کے پہلے سال کے ختم ہوتے ہوئے مزید سات سو آدمی ملک سے نکل گئے۔ جنوب کے سابق تارکان وطن کی طرح یہ گروہ پریشان حال ’اوباش‘ دیوالیے اور جرائم پیشہ لوگوں کا غول نہیں تھا، نہ میفلاور کے ’زارین اولین‘ کے مانند یہ سب کے سب غریب و دستکار اشخاص تھے بلکہ ان میں زیادہ تر اہل پیشہ اور متوسط طبقے کے لوگ تھے۔ بعض بہت بڑے صاحبِ جاہ اور بھی تھے۔ کان ہر اور راجرولیمز جیسے پرجوش پادری بھی ان میں داخل تھے، لندن کے ہوشیار قانون پیشہ اور آکسفورڈ کے زعم طلبہ سے بھی یہ گروہ خالی

نہیں تھا مگر اسکا زیادہ حصہ لنگنٹائر اور مشرقی صوبوں کے خداترس کسانوں پر
مشتمل تھا۔ اس کوشش میں شریک ہونے سے ان کی غرض صرف یہ تھی کہ
وہ اپنے ”بہترین مقاصد“ کو حاصل کر سکیں یہ لوگ کسی دنیاوی غرض سونے
چاندی کی حرص یا لوٹ مار کے شوق میں اپنے ملک سے نہیں نکلے
تھے بلکہ صرف خدا کے خوف اور خدا کی عبادت کے وفور شوق نے
انہیں ملک سے نکلنے پر مجبور کیا تھا لیکن اس بڑے ہوئے جوش
کے باوجود ان کے دل اس صدمہ سے خالی نہیں تھے کہ وہ اپنے
انگلستان کے گھروں سے علیحدہ ہونے پر مجبور ہوئے۔ انگلستان کا
ساحل جب ان تارکان وطن کی پہلی مختصر سی جماعت کی نظروں سے
غائب ہونے لگا تو میا ختہ انکی زبانوں سے نکلا کہ

رخت اے اہل وطن ہم تو سفر کرتے ہیں۔

و نہر آپ کے ہمراہیوں نے اپنے ان بھائیوں کو جو پیچھے رہ گئے تھے
لکھا تھا کہ ”جب ہم بیابانوں میں اپنے غریبانہ جھونپڑوں کے اندر
رہتے ہونگے تو ہمارے دل تمھاری ابدی بہتری کیلئے آرزوؤں کے سرچنے بننے لگیں
ایٹ کے اندیشہ ناک خیالات کے باعث جو شدید خوف دفعہ

طاری ہو گیا تھا جب وہ فرو ہو گیا تو آئندہ دو برس تک ترک وطن کی
رفتار ست رہی لیکن لاڈ کی کارروائیوں نے پھر پور پور میں اضطراب
پیدا کر دیا۔ بلکہ ہم نے جب اول بار جمیز پر یہ نور ویا کہ لاڈ کو سنٹ ڈیوڈ
کا اسقف بنا دیا جائے تو اس بوڑھے بادشاہ نے اپنے تفس سے
اس کی دلی کیفیت کا پورا پورا اندازہ کر لیا اور کہا کہ ”وہ ایک
بیچین طبیعت کا آدمی ہے وہ یہ نہیں دیکھتا کہ کام کا موقع ہے

لاڈ اور پور پور میں
ط

یا نہیں۔ ہر وقت ایک نیا خیال قائم کرتا رہتا ہے اور جو خیال اس کے
 ذہن میں آجاتا ہے چاہتا ہے کہ تمام معاملات کو اسی رنگ میں رنگ دے۔
 تم چاہو تو اسے اپنے ساتھ رکھ لو مگر یقین مانو کہ پچھتاؤ گے۔ لاؤ حقیقت
 ایک خشک مزاج، تعلق پسند اداہم پرست شخص تھا مگر ہر بار کے تمام
 مقدمات میں وہی ایک شخص تھا جسے اپنی ذاتی منیت اپنی دلی
 بیغرضی اپنی نمایاں قوت انتظام کے باعث ترقی حاصل کی تھی اسکا توہم
 اس حد تک بڑھا ہوا تھا کہ اسکے پڑھنے کے کمرے میں ایک نغمہ سنج چڑیا
 آگئی تو اسے اسے بھی خاص اہمیت دی۔ بعد کو جب وہ ہمد تن
 سلطنت کے معاملات میں مستغرق ہو گیا تو اسے تجارتی معاملات
 سے ایسی کامل واقفیت پیدا کر لی تھی کہ لندن تک کے تاجر اسے اس
 کام میں ماہر سمجھنے لگے تھے۔ تدبیر کا البتہ اس میں کہیں پتہ نہیں
 تھا لیکن اسکے اثر و قوت کی اہلی بنا اسکے مقصد کی یکسانی تھی۔ اس میں
 دور بینی، سنگینائی، پختگی موجود تھی اور اس نے اپنی تمام قوت صرف
 ایک مقصد کے حاصل کرنے پر صرف کر دی تھی۔ اسکا خیال یہ تھا کہ
 انگلستان کے کلیا کی واقعی حیثیت یہ ہونا چاہئے کہ وہ کیتھولک کلیا
 کی ایک شاخ ہو اور اس میں حسب ضرورت اصلاح کریجائے۔ انگلستان
 کلیا کو اس حالت پر لانے کیلئے وہ عزم بالجزم کر چکا تھا۔ وہ روما اور
 کالون دونوں کی بدعتوں پر یکساں معترض تھا اور کلیا کے رسوم و عقائد
 کو اس حالت پر لانا چاہتا تھا جو مجلس نیا سے قبل کی صدیوں میں
 پائی جاتی تھی۔ اس مقصد کے حاصل کرنے کا پہلا قدم یہ تھا کہ
 براعظم کے ہندسہ کلیساؤں سے کلیا کے انگلستان کے جو روابط اب تک

باقی رہ گئے ہیں وہ یکطرفہ منقطع کر دئے جائیں۔ لاڈ کی رائے میں اس واقعہ کی جائزگی کا مسئلہ کلیسا کا اصل الاصول تھا اور جرمنی اور سویٹزرلینڈ میں چونکہ پیروان لوکٹر وکالون نے اس واقعہ کی ضرورت سے انکار کر دیا تھا اس لئے (اس کے خیال کے موافق) کلیسا کے اندر انکا شمار باقی ہی نہیں رہا تھا۔ چنانچہ فرانس کے ہیوگیناٹ اور فلینڈرز کے والون پناہ گزینوں کو عبادت کی جو آزادی عطا کی گئی تھی وہ اسی بنا پر دفعہ واپس لے لی گئی اور ان سے یہ کہا گیا کہ انگلستان کے طریقہ عبادت سے اتفاق کریں اس لئے روادی کی توقع میں یہ لوگ نہایت کثرت کے ساتھ جنوبی سواحل سے ہالینڈ کو چلے گئے۔ انگریز سپاہی و تجارت جو ممالک غیر میں مقیم تھے وہ اب تک بے روک ٹوک کالونی کلیساؤں کی عبادت میں شامل ہوتے تھے اب ان سے بھی انگلستان کے طریق عبادت سے اتفاق کرنے کی خواہش کی گئی۔ انگریزی سفیر مقیم پیرس کو شارانٹون کے ہیوگیناٹ عبادت گاہ میں جانے کی ممانعت کر دی گئی۔ لاڈ برا عظیم کے پروٹیسٹنٹوں سے جس قدر دور ہوتا جاتا تھا اس قدر وہ بالارادہ یا بلا ارادہ روم سے قریب ہوتا جاتا تھا۔ اسے کلیہ کے موافق روم اگرچہ بعض غلطیوں اور بدعتوں کے باعث انگلستان سے الگ ہو گیا تھا مگر فی الحقیقت وہ کلیسا کی ایک جائز شاخ تھا اور لاڈ انہیں غلطیوں اور بدعتوں کے سنانے کیلئے بہت بڑی کوشش کر رہا تھا۔ ان موانعات کے رفع ہو جانے کا فطرتی نتیجہ یہی ہوتا کہ دونوں کلیسا پھر متحد ہو جاتے اور لاڈ بھی خواب دیکھ رہا تھا کہ اصلاح کے زمانے سے دونوں کلیساؤں میں جو خلیج حائل ہو گئی ہے اس پر ایک پل بنا دے۔ لاڈ کو خفیہ طور پر کارڈنل کی کلاہ کے

پیش کئے جانے سے ثابت ہوتا ہے کہ روم کا خیال یہ تھا کہ لاڈ اسی کا کام انجام دیرا ہے لاڈ کا اس منصب کے قبول کرنے سے انکار کرنا اور بطور خود رسوم مردِ جبر متواتر اعتراضات کرتے رہنا اپنی جگہ پر یہ ثابت کرتا ہے کہ وہ فی الحقیقت نادانستہ طور پر روم ہی کا کام انجام دیرا تھا اسکا خیال یہ تھا کہ مذہب کا عام اتحاد زمانے کے ہاتھ ہے مگر کلیسائے انگلستان میں کیتھولکوں کے خیالات اور کیتھولکوں کے طریقوں کو ایک بلند سطح پر لاکر وہ اس اتحاد کیلئے راستہ صاف کر سکتا تھا۔ اسکے راستے میں سب سے بڑی وقت مذہب پیورٹن نے پیدا کر رکھی تھی اور انگلستان کی آبادی کے دس حصوں میں سے نو حصے اسی مذہب کے معتقد تھے، اسلئے اس نے بے رحمی سے اس مذہب کے خلاف جہاد شروع کر دیا کیتھولکوں کا اسقف اعظم ہو کر جب کلیسائے انگلستان کی باگ اسکے ہاتھ میں آئی تو اسے فوراً ہی ہائی کمیشن کو پیورٹن پاورٹیوں پر حملہ کرنے کے لئے ایک مستقل آلہ بنالیا۔ ریکٹروں (Rector) اور وکاروں (Vicar) کی تنبیہ کی جاتی، انہیں معطل کیا جاتا اور وہ انجیل کا وعظ کہنے سے روکے جاتے تھے سفید عباؤں کا استعمال اور ناگوار رسومات کا سجالانا پیورٹنوں کے علی الرغم ہر مذہبی طبقے میں بزور جاری کیا گیا۔ شہروں میں لکچر کیلئے جو مقامات بنائے گئے تھے وہ پیورٹن واعظوں کے بہت مفید مطلب تھے ان لکچروں کے سلسلے کو بھی سختی کر کے روکا گیا۔ پیورٹن واعظوں نے دیہات کے مفرزین کی پناہ ڈھونڈی مگر اسقف اعظم نے فوراً ان مفرزین سے اپنے لئے پیش نماز مقرر کرنے کے حق کو سلب کر لیا حالانکہ اسوقت تک یہ لوگ اس حق سے مستفید ہوتے رہے تھے۔

لاڈ پیورٹن
اسقف اعظم
۱۹۳۳ء

دیہات میں پادریوں کی جس قدر جگہیں خالی ہوتی جاتی تھیں مائی چرچ کے اساتذہ ان پر ایسے لوگوں کو مامور کرتے جانتے تھے جو کالونیت پر تیار کرتے اور بادشاہ کی بیچون وچرا اطاعت کو قانونِ خدا کا ایک جزو بنا لیتے تھے۔ پورٹین بہت جلد اس وقت کو محسوس کرنے لگے اور انہوں نے اسکا توڑیہ سوچنا کہ اوقاف کی آمدنی کو خرید لیں اور حقیقت داروں کے توسط سے پروٹسٹنٹ پادریوں کو مقرر کرائیں مگر لاد نے ان حقیقت داروں کو کورٹ آف کسچکر (عدالت خزانہ) کے روبرو طلب کر کے یککلم اس طریقے کا خاتمہ کر دیا۔ یہ داروگیر پادریوں ہی تک محدود نہیں تھی بلکہ عام لوگ بھی اسکی زد میں آگئے۔ دو آخری حکمرانوں کے دور میں جیسی انجیل (جسے جینوا کی انجیلین کہتے تھے) انگریزوں میں عام طور پر رائج ہو گئی تھیں، اس کتاب کے حواشی پر کالونیت کے اصول لکھے ہوئے تھے اس لئے ان کی درآمد کی بھی ممانعت کر دی گئی۔ عشائے ربانی کے ادائے رسوم کے وقت بیٹھے رہنا طریقہ عام ہو گیا تھا لیکن اب گھنٹوں کے بل جھکنے پر زور دیا گیا اور اس حکم کی تعمیل سے انکار کرنے کے باعث سینکڑوں آدمی ملت سے خارج کر دئے گئے۔ پرتیسا کرنے کا ایک اس سے بھی زیادہ تکلیف وہ ذریعہ یہ نکلا کہ دونوں مذہبی فرقوں میں اتوار کی حرمت کے بابت سخت اختلاف، رائے تھا پورٹین حضرت عیسیٰ کے اس دن کو یہودیوں کے سبت کے مثل قرار دیتے تھے اور جس طرح یہود سبت کی حرمت کرتے ہیں ایسے وہ اتوار کی حرمت کرنا چاہتے تھے۔ اسکے خلاف لاد کے مخالف پادری اتوار کو کلیسا کی اور تعطیلوں کے مانند ایک تعطیل سمجھتے تھے

اور اپنے پیروں کو عبادت کے بعد اس قسم کی سیر و تفریح کی رغبت
 دلاتے تھے جس کا رواج "اصلاح" کے قبل تھا جہر اپنے وقت
 میں ہائی چرچ کے پادریوں کا طرفدار تھا اور اسے کھیل تماشے
 کی ایک کتاب بھی شائع کی تھی جس میں چند کھیلوں کو اتوار کے
 روز جائز و مناسب قرار دیا تھا۔ لیکن پارلیمنٹ باصرار دوسری جانب
 مائل تھی اور اسے از روئے قانون اتوار کی تفریحوں کو ناجائز
 قرار دیدیا تھا اس میں شک نہیں کہ ملک کا عام خیال اتوار کی حرمت کو
 زیادہ پابندی کے ساتھ مہرعی رکھنے کی طرف مائل تھا۔ اس اثناء میں
 لاڈ نے یکایک اس معاملہ کو ایک معرکہ الآرا مسئلہ بنا دیا، چیف جسٹس
 رچرڈسن نے اس قانون کو مغربی اضلاع میں رائج کیا تھا لاڈ نے
 اسے مجلس شاہی کے روبرو طلب کر کے اس بڑی طرح اسکی سرزنش کی
 کہ پڑھا چیف جسٹس یہ کہتا ہوا نکلا کہ "میرے گلے میں صرف اسقف
 کی ریشمی آستینوں سے پھندا لگا دینے کی کسر رہی تھی۔" اسکے بعد لاڈ
 نے ہر ایک پادری کو حکم دیا کہ اتوار کی تفریح کے متعلق خبروں
 پر اعلان کیا جائے۔ پیورین پادریوں میں سے ایک پادری نے
 اس حکم کی تعمیل کرنے کیلئے اعلان کو پڑھ دیا مگر آخر میں یہ معنی خیز فقرہ
 بھی کہہ دیا کہ اسے لوگو تم نے خدا کا حکم اور انسان کا حکم دونوں کو
 سن لیا۔ اب جسکی چاہو اطاعت کرو۔ لیکن پادریوں کی جماعت کثیر
 اسقف اعظم کے حکم کی تعمیل سے انکار کر دیا۔ اسکا انجام وہی ہوا جو
 لاڈ نے سوچ رکھا تھا۔ یہ تمام پادری ہائی کمیشن کے روبرو طلب
 کئے گئے اور انہیں یا خاموش رہنے کا حکم دیا گیا یا وہ اپنی جگہ سے

ہٹا دئے گئے۔ صرف ایک نادرچ کی اسقفی کے اندر تیس قصبوں کے پادری اپنی اپنی جگہوں سے خارج کر دئے گئے۔

لاؤ اور پادری

ادنی درجے کے پیورٹنی پادریوں کا یہ اخراج درحقیقت اس اصلی کام کی تمہید تھی جس کا تھی اسقف اعظم پہلے سے کرچکا تھا یعنی پادریوں کو کیتھولک عقائد اور کیتھولک رسوم کا پابند بنا کر مذہب کیتھولک سے دوبارہ اتحاد قائم کر لیا جائے۔ لاڈ علانیہ یہ کھتا تھا کہ وہ متاثر پادریوں پر مجرد پادریوں کو ترجیح دیتا ہے۔ پیورٹنی پادریوں کی جگہ پر جو پادری مقرر ہوئے تھے ان میں سے اکثر انہیں عقائد و رسوم کی پابندی کرتے تھے جن کو بڑے بڑے مصلحین پوپ پستی کے عقائد قرار دیکر قابل لعنت ٹھہرا چکے تھے۔ اکثر اسقف بھی لاڈ کے ہتھیال تھے ایک پادری مانسگو صدق دل سے چاہتا تھا کہ روما سے مصالحت ہو جائے۔ دوسرے گڈمین نے مرتے دم یہ اقرار کیا کہ وہ پوپ کا پیرو ہے۔ اس درمیان میں لاڈ اس سلسلے ان تھک کوشش میں مشغول تھا کہ "اصلاح" کی تہنک ضرب سے پادریوں کا ملکی سیاسی درجہ جس قدر پست ہو گیا ہے اس قدر وہ بلند ہو جائے۔ اسکے اسقفی کے دفتر میں ایک بہت بڑی اور قیمتی کتاب صاف شدہ چمڑے کے کاغذ پر لکھی ہوئی رکھی ہوئی ہے اس کتاب میں اسنے پادریوں کے حقوق کے متعلق وہ تمام تحریریں جمع کیں ہیں جو انور میں محفوظ ہیں اسقف اعظم نے اپنے روز نامے میں لکھا تھا کہ "اگر خدا کی مدد شامل حال ہوئی تو میں اکیس کام انجام دوں گا" ان اکیس کاموں سے ایک کام اس کتاب کا جمع کرنا بھی تھا۔ انیس

پندرہ کاموں کے سامنے اسنے زور دیکر لفظ "کنٹری" لکھا تھا۔ انہیں میں یہ کتاب بھی شامل تھی۔ عدالتہائے اساتذہ کے اختیارات مدت سے کمزور ہو گئے تھے مگر اب لاڈ کی سرپرستی سے انہیں پھر قوت حاصل ہو گئی۔ ۱۶۳۶ء میں اسنے بادشاہ کو اس امر پر آمادہ کر دیا کہ سلطنت کے متعلق عہدوں میں سے سب سے بڑا عہدہ یعنی خزانے کی وزارت اعلیٰ جکسن اسقف لندن کو دیدیجائے۔ لاڈ نے فخریہ لکھا ہے کہ ہماری مقیم کے زمانے کے بعد سے کوئی پادری اس عہدے پر مقرر نہیں ہوا تھا۔ میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ جکسن کے ہاتھ سے یہ کام اس طرح انجام پائے کہ کلیسا کی عزت اور سلطنت کی ترقی و بہبودی کا باعث ہو۔ اہل کلیسا اگر اب بھی اپنے آپکو نہ سنبھال سکیں تو میں اس سے زیادہ کیا کر سکتا ہوں۔ جطرح وہ چاہتا تھا کہ پادری عقائد کے بارے میں کیتھولک معیار پر آجائیں اسی طرح وہ یہ بھی چاہتا تھا کہ جہانتک ہو سکے عام عبادت میں طریقہ کیتھولک کی شان و شوکت پیدا ہو جائے۔ خود اپنے گرجا میں اسنے جو طریقہ اختیار کیا اس سے صاف عیاں ہو گیا کہ وہ کس بے باکانہ خیرات کے ساتھ اس زمانے کے مذہبی احساس کے خلاف چلنا چاہتا تھا۔ اس زمانے میں اکثر لوگوں کے دلوں میں یہ خیال جاگزیں ہو گیا تھا کہ عبادت کے نظا ہری و رسمی پہلو کے بجائے درجہ میں نفاست پسندی کا شائبہ بھی شامل تھا، اسکے روحانی پہلو پر زیادہ لحاظ کرنا چاہئے لاڈ جب پہلی بار لیمنٹھ میں داخل ہوا ہے تو دریا سے گزرتے وقت کشتیوں کا پل لوٹ گیا اور اگرچہ گھوڑے اور ملازمین بچ گئے۔

لاڈ اور روم بھی

لیکن اسقف اعظم کی گاڑی دریائے ٹیمز ہی میں رہ گئی۔ لوگوں نے اس حادثے کو فال بد سمجھا مگر خود اسکی ہمت و استقلال میں ذرا بھی فرق نہ آیا اسنے خود اس حادثے کی کیفیت پوری پوری قلبند کی ہے۔ اسنے فریڈرک لکھا تھا کہ میں نے پھر اپنے معبد کو اسکی اصلی حالت پر پھیر دیا جسکا نشان یہ تھا کہ "اصلاح" کے وقت سے اسکے پیشرووں نے جو کچھ کیا تھا ان سب کو پلٹ دیا۔ لیکن کے محل کی عبادت گاہ اسوقت کی کلیسیائی عمارتوں میں بہت ممتاز و شاندار عمارت تھی۔ کرنیفر کے وقت سے ہر ایک مقتدائے اعظم روزانہ اسیں عبادت کرتا رہا تھا۔ اور اکثر امراء، جج، پادری، اور ہر قسم کے ملکی و غیر ملکی اشخاص وہاں آتے رہتے تھے۔ لیکن عبادت کی تمام شان و شوکت آہستہ آہستہ مٹ گئی تھی۔ کرنیفر کے وقت میں کھڑکیوں کے تصویر دار شیشے توڑ ڈالے گئے الزبتھ کے وقت میں عشاء ربانی کی میز عبادت گاہ کے وسط میں رکھی گئی اور تبریک کی بغلی میز توڑ ڈالی گئی۔ جیمز کے وقت میں اسقف اعظم ایبٹ نے آخری کارروائی یہ کی کہ تمام رسومات کا خاتمہ کر دیا عبادت کے وقت لمبی لمبی عبادوں کا پہنا ترک ہو گیا۔ اسقف اعظم اور اسکے مقتدیوں نے حضرت عیسیٰ کے نام پر جھکنا چھوڑ دیا۔ راگ اور باجا قطعاً مسرک ہو گیا اور عبادت میں اسقدر سادگی پیدا کی گئی کہ کالون بھی اسے دیکھ کر خوش ہو جاتا۔ لاد سے عبادت گاہ کی یہ حالت دیکھی نہ جاسکتی تھی۔ اسے سابق حالت کی بحالی میں اسقدر غلو تھا کہ کھڑکیوں میں تصویر دار شیشوں کے لگانے وقت وہ خود اپنے ہاتھوں سے کام کرتا توڑے ہوئے ٹکڑوں کے جوڑنے میں اسنے اپنی انتہائی قابلیت صرف کر دی تھی۔ آئینہ ساز کو خاص طور

یہ حکم دیا تھا کہ "ٹوٹی ہوئی صلیب" کی مرمت کر کے اسکو دوبارہ پورب
 والی کھڑکی میں لگا دے۔ مقدس میز پھر وسط سے ہٹا کر قربان گاہ کے
 طور پر مشرقی دیوار سے ملا کر رکھ دی گئی۔ اسکے پیچھے ایک گلدار قالین
 دکھایا گیا جس پر حضرت عیسیٰ کے آخری کھانے کا نقشہ گل بوٹوں میں
 دکھایا گیا تھا لکڑی کے باریک نقشہ و نگار کے کام، بغلی میز باجے شاندار
 مراسم عبادت، حضرت عیسیٰ کے نام پر جھکنا منبر کے قریب گھٹنوں کے
 بل کھڑے ہونا، ان تمام باتوں نے آخر معبدو کو اس حد پر پھینچا دیا جسکی
 تہا لاد کے دیں تھی۔ دوسرے مقامات میں اگرچہ وہ عبادت کو اسقد
 شاندار نہ بنا سکا مگر جہانگ اس سے ہوسکا اسنے کوتاہی نہیں کی منبر کے
 سامنے جھکنے کا رواج تمام بڑے بڑے گرجوں میں رائج ہو گیا۔ عشاء ربانی
 کی میز تقریباً نصف صدی سے ہر ایک چھوٹے سے چھوٹے گرجا
 اندر وسط میں رکھی رہتی تھی اب وہ شاہی حکم سے پھر اسجگہ رکھ دی
 گئی جہاں "اصلاح" کے قبل رکھی ہوئی تھی اور بے ادبی سے بچانے
 کیلئے اسکے گرد ایک کھڑا لگا دیا گیا۔ منبر کے اس نقل مکان سے
 مقصود یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ کے حقیقتہ موجود ہونے کا یقین کیا
 جائے اور عشاء ربانی کے متعلق انگریزوں کا جو عام خیال تھا
 اسے باطل قرار دیا جائے۔ لوگ بھی اس نقل مکانی کا یہی مطلب
 سمجھتے تھے اور اس سے لاد کو سخت مخالفت کا سامنا کرنا پڑا
 مگر اسکی ہٹ اور تشدد نے سب کو دبایا جن پادریوں نے منبر پر سے
 اس تغیر کی مذمت کی انہیں جرمانے اور قید کی سزا دی گئی اور ان کے
 وظائف بند کر دئے گئے۔ گرجوں کے جن محافظوں نے اس حکم کی

تعمیل سے انکار کر دیا یا اس میں تاخیر روا رکھی، انہیں ہائی کمیشن کے سامنے بلا کر سرزنش کی گئی اور ڈرا دی جا کر اطاعت پر مجبور کیا گیا۔

طیبت
پورٹو لیا
پورٹو لیا

دارالعوام نے بادشاہ کے حضور میں اپنا آخری تقرض جو ظاہر کیا

اس میں اس نے لادپر یہ الزام لگایا تھا کہ وہی خاص طور پر کلیسائے انگلستان

کے پروٹسٹنٹ طریق کے خلاف ہے اور اسکے منصب اسقف اعظم پر

فائز ہونے کے بعد سال بسال یہ ثابت ہوتا جاتا تھا کہ یہ الزام صحیح

ہے۔ وہ اب پارکریا ہٹلنٹ کی طرح صرف مستحفظ روش کا پیرو نہیں تھا بلکہ

وہ اپنی چہرہ دہی سے ایک انقلاب پیدا کر دینا چاہتا تھا۔ اسکے

حملوں کے مقابلے میں کلیسائے انگلستان کی قدیم روش کی حفاظت کرنے

والے اب صرف پیورٹن رہ گئے تھے اور اسلئے مقدائے اعظم کے

”نئے مشوروں“ کے بعد اس خیال حفاظت میں جو کچھ قوت باقی تھی

وہ محض پیورٹنوں کے دم سے تھی۔ لادکو اگرچہ بادشاہ کی پشت گرمی

حاصل تھی مگر اس جدوجہد میں وہ یوماً فیوماً مایوس ہوتا جاتا تھا

کیٹھولک یہ کہتے تھے کہ انہیں جو کون اس وقت حاصل ہے وہ پہلے

کبھی نصیب نہیں ہوا تھا، تقریباً پندرہ دن کے جرمانے بھی گھٹا دے

گئے تھے اور ان کو گھروں کے اندر عبادت کرنے کی اجازت مل گئی

تھی مگر پیورٹن یہ دیکھتے تھے کہ ان کے تمام پادری خاموش یا مغزبل

کردے گئے ہیں، ان کے سبت کی بھرتی کی جاتی ہے اور ان کے خیال

کے موافق ان کی عبادت کے مقدس ترین حصے کی یہ حالت کر دی گئی ہے

کہ وہ رومن کیٹھولک عبادت کے مثل ہو گیا ہے۔ اس صورت حالات میں اگر

انگلستان کے باخدا لوگ مساجد کی نوآبادی کو خدا کا عطیہ سمجھتے اور

وہاں پہنچنے کیلئے یحییٰ تھے ”تو ہمیں تعجب کی کوئی وجہ نہیں ہے۔“ کروز
 طبیعت کے لوگ وہاں سے آکر وہاں کے شدید خطرات کا قصہ سناتے
 اور کہتے تھے کہ نئے آنے والوں میں سے دوسو آدمی پہلے ہی جاڑے
 میں مر گئے۔ مگر ان قصوں کا کوئی اثر نہیں ہوتا تھا۔ ہنٹنر اپ کے
 ایک خط سے معلوم ہوا کہ باقی لوگ مردانہ وار محنت سے بسر کر رہے
 ہیں۔ اس نے لکھا تھا کہ ”ہم اب آزادی سے خدا ^{تقاً} اور مسیح کی عبادت
 کرتے ہیں۔ کیا یہ بجائے خود کافی نہیں ہے۔ میں خدا کا شکر کرتا
 ہوں کہ مجھے یہاں آنے پر افسوس نہیں ہے۔ اگر یہ تمام مصائب و
 تکلیفات مجھے پہلے سے معلوم ہو جاتے تب بھی میں اپنے اداے
 کو نہ دیتا۔ مجھے جو سکون دلی اسوقت حاصل ہے اسکے قبل ایسا سکون
 حاصل نہیں ہوا تھا۔“ پورٹین اپنے اس دلیرانہ عزم و قوت کے ساتھ
 اپنا تعصب اور اپنی تنگدلی بھی بحر اوقیانوس کے پار لیتے گئے تھے۔
 ایک نوجوان پادری راجر ولیمز کا عقیدہ یہ تھا کہ آزادی ضمیر ہر شخص کو
 حاصل ہونا چاہئے۔ اسے اس بنا پر نوآبادی سے نکال دیا گیا اور وہ
 ”رود آکلینڈ“ میں جا کر وہاں کی نوآبادی کا داعظ بن گیا۔ انگلستان کے
 تشدد مذہبی کے باعث ان تارکانِ وطن کے دلوں میں بھی سخت ناراضگی
 پیدا ہو گئی تھی۔ وہ استغنی حکومت کے منکر ہو گئے اور انہوں نے نوآبادی
 میں انگلستان کی کتاب ادعیہ کے لانے کو ممنوع قرار دیا تھا مذہبی
 خیال کی شدت نے اس نوآبادی کو ایک مذہبی حکومت بنا دیا۔ ”اس عرصہ
 سے کہ وہاں کے عوام میں ایمانداری اور نیک کرواری قائم رہے
 انہوں نے بالاتفاق یہ حکم دیا کہ آئندہ سوائے ان لوگوں کے جو ہمارے

گلیساؤں کے اندر داخل ہوں کسی اور شخص کو آزادی عام کے حقوق حاصل نہ ہونگے۔ انگلستان میں مذہبی مخالفت جس قدر بڑھتی جاتی تھی اس قدر پورٹن تارکان وطن کی تعداد میں بھی ترقی ہوتی جاتی تھی۔ صرف ایک برس کے اندر تین ہزار نئے آباد کار انگلستان سے امریکہ بھیج گئے۔ تارکان وطن کی اس ترقی تعداد سے ظاہر ہوتا ہے کہ کس قدر سخت وباؤ پڑ رہا تھا۔ وینٹھراپ کی ہم کی روانگی "اور پورٹن ایگزیکٹو کمیٹی" کے درمیان دس گیارہ برس کا وقفہ پڑتا ہے اتنے ہی زمانے میں تارکان وطن کے ۷۷ سو چہاروں نے بحر اوقیانوس کو قطع کیا اور بیس ہزار انگریزوں نے مغرب کو اپنا ماں بنایا۔

جزو چہارم

حکومت شخصی

۱۶۲۹-۱۶۴۰

اسٹراو۔ اس زمانے کے عام واقعات کیلئے اجزائے ماقبل کے اسناد دیکھنا چاہئے۔ "اسٹریفورد کے خطوط" (Strafford Letters) اور بادشاہوں کی ذاتی تحریرات کی فہرست سے اس عہد کی اصلی تاریخ کا حال معلوم ہوتا ہے۔ اسکاٹ لینڈ کے عام حالات سٹرابرسن کی تاریخ اسکاٹ لینڈ (History of Scotland) سے واضح ہوتے ہیں۔

اور اس دور کے دوسرے بہت سے بدبڑوں کی تصویریں گلبرگین کی تاریخ
بغادت History of the Rebellion کے ابتدائی حصے میں ملتی ہیں۔

پارلیمنٹ کا التوا

اپنے عہد کی تیسری پارلیمنٹ کے افتتاح کے وقت چارلس نے یہ
معنی خیز اشارہ کر دیا تھا کہ پارلیمنٹ کا جاری رہنا اس امر پر موقوف ہے
کہ وہ بادشاہ کی مرضی کے موافق رہے، اسکے الفاظ یہ تھے کہ "اگر تم اپنے
فرض کو انجام نہ دو گے تو میں اپنے فریض کی انجام دہی کیلئے ان
دوسرے ذرائع سے کام لوں گا جو خدا نے مجھے عطا فرمائے ہیں۔" لیکن
یہ تحدید پارلیمنٹ کی مقاومت کے رفع کرنے میں چل بسکی اور چارلس
کی بدشگونی نے الفاظ سے گزر کر عملی صورت اختیار کر لی۔ پارلیمنٹ
کی برطرفی کے بعد ایک اعلان یہ شایع ہوا کہ "ہم نے بارہا رعایا کے قائم مقام
کو جمع کرنے سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ہم پارلیمنٹ کو کس قدر پسند کرتے
ہیں لیکن سابق خرابیوں کے اعادہ نے ہمیں اپنی مرضی کے خلاف
اس روش کے ترک کر دینے پر مجبور کر دیا اور اب اگر کوئی شخص
پارلیمنٹ کے اجتماع کیلئے ہم سے کسی خاص وقت کا تقاضا کریگا
تو ہم اس امر کو اس شخص کی گستاخی پر مھول کریں گے۔"

اپریل ۱۶۲۹ء

فی الواقع گیارہ برس تک پارلیمنٹ کا اجلاس نہیں ہوا، لیکن اس
ابتدائی زمانے میں بادشاہ پر یہ الزام کسی طرح نہیں آسکتا کہ اس نے
مطلق العنان حکومت کے قیام کی کوئی قطعی تجویز قرار دے لی تھی
یا وہ سلطنت کے قدیم نظام حکومت کو بدلنا چاہتا تھا۔ اسکا
یقین یہ تھا کہ کچھ عرصہ بعد انگلستان کے خیالات درست ہو جائیں گے
اور اسوقت پارلیمنٹ کے اجتماع سے بادشاہ کو کوئی زحمت

چارلس کی طرز عمل

بیش نہیں آئی۔ اس وقت میں وہ "ان ذرائع کی اعانت سے جو خدا نے اسے عطا کئے تھے" تھا۔ "تھا حکومت کرنا چاہتا تھا" البتہ مقاومت و مخالفت کے پامال کرنے پر وہ عزم مصمم کے ہوئے تھا۔ سابقہ پارلیمنٹ کے فریق عام کے سرگروہ قید خانہ میں ڈال دئے گئے، الیٹ ٹاور ہی میں مرگیا اور انگلستان کی آزادی پر وہی سبب سے پہلے قربان ہوا۔ پارلیمنٹ کے دوبارہ اجتماع کے متعلق گفتگو کرنے کی مانفت کر دی گئی تھی لیکن بادشاہ اسی حد پر رکا رہا۔ ریشلیو جیسے شخص کو اگر ایسا موقع ملتا تو ایک باقاعدہ مطلق العنانی کے قائم کرنے کا خواب دیکھنے لگتا مگر چارلس نے اس موقع سے صرف اتنا ہی فائدہ اٹھایا کہ "کیطرح اپنا خزانہ بھرے۔ ایک خلقی مطلق العنانی میں جیسی عظمت و شان اور اسکے ساتھ ہی جیسی ذلت پسندی ہوا کرتی ہے، وہ ان دونوں سے معرزا تھا۔ وہ اپنی رعایا پر اختیار مطلق کا خواہاں نہیں تھا کیونکہ اس کو یقین تھا کہ نظام حکومت کے رُوسے یہ اختیار مطلق اسے پہلے ہی سے حاصل ہے۔ اسنے اس اختیار کے قائم کرنے کیلئے کوئی مستقل فوج نہیں رکھی جسکی وجہ کچھ تو یہ تھی اسکے پاس روپیہ نہیں تھا مگر بڑی وجہ یہ تھی کہ وہ اپنے اقتدار شہری کو اسقدر محفوظ سمجھتا تھا کہ اسے خواب میں بھی یہ خیال نہیں آتا تھا کہ بزور اسکی مخالفت کیجائیگی۔ اسکا غرور اسے پارلیمنٹ کی دست نگری کی اجازت نہیں دیتا تھا اسنے اسنے تاج کو اسوقت سے خلاصی دلانے کیلئے امن و کفایت شہاری کو ذریعہ بنانا چاہا۔ قیام امن کے خیال سے اسنے ایک ایسا موقع ہاتھ سے نکل جانے دیا کہ اسکے باپ کو

کبھی ایسا موقع نصیب بھی نہیں ہوا تھا۔ گسٹاوس اڈولفس کے سوڈن کی فوج کے ہمراہ وسط جرمنی میں آجانے سے جرمنی کی جدوجہد عظیم کی صورت حال یکایک بدل گئی تھی۔ ٹلی شکست کھا کر مارا گیا اور کیتھولک لیگ خاک میں مل گئی اور اسکے سرگروہ والٹی بیویریا کے دار الحکومت میونخ پر سوڈن کی فوج نے قبضہ کر لیا اور شمال جرمنی کے لوٹھر کے پیر حکمراں نہ صرف شہنشاہ کی سپاہ کے اثر سے آزاد ہو گئے بلکہ خود شہنشاہ ہراساں و ترساں و اٹنا کی دیواروں کے اندر بند ہو گیا اور اس پروٹسٹنٹ فاتح کی ترقی کو روکنے کیلئے اسے صرف ایک والنٹائن کی فوج کا سہارا نظر آتا تھا۔ والنٹائن ایک نو دولت شخص تھا اور شہنشاہ اسکی الوالعزمیوں سے خائف تھا مگر اسوقت بدرجہ مجبوری اسی سے مدد کا خواہاں ہوا۔ جیمز کی پیدا کی ہوئی تباہی یکایک رفع ہو گئی مگر طرح پرٹسٹنٹوں کی شکست سے جیمز اپنے ناکارہ تدابیر سیاسی سے باز نہیں آیا، اسی طرح ان فتوحات کے باعث چارلس اپنے اندرون ملک کے سیاسیات کے محدود حلقے سے باہر نہیں اٹھا۔ گسٹاوس نے جسوقت جرمنی پر حملے کا ارادہ کیا اسنے انگلستان و فرانس سے مدد کی درخواست کی مگر پارلیمنٹ کی برطرفی کی وجہ سے چارلس کا ہاتھ خالی تھا اور اسنے صلح کی روش پر ہی قائم رہنا مناسب سمجھا۔ اپنے جہازوں کو بحر بالٹک سے واپس بلایا، اسپین سے گفت و شنود جاری کر دی اور اترالہ اسپین سے ایک عہد نامہ ہو گیا اور پارلیمنٹ کو اسکے حال پر چھوڑ دیا گیا۔ جنگ کی طرح صلح کی حالت میں بھی نصیبی نے اسکا پیچھا نہیں چھوڑا، عہد نامہ کی تکمیل کو ابھی کچھ دیر نہیں ہوئی تھی کہ گسٹاوس کی

حیرت انگیز فتوحات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ چارلس نے فوراً ہی اسکی کامیابی سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی اور پارلیمنٹ کے دوبارہ فتح کرنے میں اسکاٹ لینڈ اور انگلستان کی فوجوں کے چند دستے گٹاوس کے ساتھ شریک ہو گئے لیکن فاتح نے پارلیمنٹ پر دوبارہ فریڈرک کو والی بنانے کیلئے یہ شرط کی کہ چارلس پھر اسپین کے خلاف اعلان جنگ کر دے۔ بادشاہ کو یہ منظور نہیں تھا کیونکہ وہ یہ ارادہ کرچکا تھا کہ ایسی جنگ میں نہ پھنسے جسکی وجہ سے اسپین پارلیمنٹ کے بلائیے مجبور ہونا پڑے۔ اسکی توجہ تمام تر اپنی آمدنی کی طرف منطقت تھی۔ اسیکا اس پر سخت بوجہ پڑا ہوا تھا 'قرض بہت بڑھ گیا تھا' بادشاہ کی مقرّر آمدنی میں اگر پارلیمنٹ مزید اضافے نہ کرتی تو معمولی اخراجات کے لئے وہ کافی نہیں تھی۔ چارلس خود کفالت شعار اور جفاکش تھا اور کنگم کے دور اقتدار میں جسقدر اصراف و فضول خرچی جاری تھی اسکے مقابلے میں نئے وزیر خزانہ ارل پورٹ لینڈ کی جروریسی بسا غنیمت تھی۔ لیکن جروریسی و کفایت شعاری خزانہ کی کمی کے پورا کرنے کیلئے کافی نہیں تھی اور مالی مشکلات کے باعث چارلس جس روش کے اختیار کرنے پر مجبور ہوا اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ دارالعوام نے کسقدر صحیح رائے قائم کی تھی کہ آئینی آزادی کو سب سے زیادہ خطرہ خود مختارانہ محصول سے ہے۔

بادشاہ کی
حکمرانی

بادشاہ کی خواہش یہ تھی کہ اپنے خزانہ کو بھی معمور کر لے اور اسکے ساتھ ہی جہانگیر حکم ہو اپنے خاص اختیار سے محصول عاید کرنے میں آئینی قوانین کی خلاف ورزی سے بھی بچا رہے، اسنے اپنے غور کی

وجہ سے عجیب و غریب طریقے اختیار کئے۔ اقتدار شاہی کے جو اختیارات
 عملاً معطل ہو چکے تھے ان سے انتہائی حد تک کام لیا باوجود شاہ کو
 یہ اختیار حاصل تھا کہ معزز زمینداروں کو "ٹائٹ" کا خطاب حاصل کرنے
 پر مجبور کرے اس کی تجدید کی گئی اور جن لوگوں نے انکار کیا ان سے
 روپیہ وصول کیا گیا۔ جن زمینداروں کی دستاویز ملکیت میں کسی قسم کا
 نقص نکلا ان پر جرمانے کئے گئے۔ جنگوں کیلئے ایک کمیشن مقرر کیا گیا
 اور گرد و نواح کے جن زمینداروں نے شاہی زمینوں پر قبضہ کر لیا تھا
 ان سے بہت بڑی بڑی رقمیں حاصل کی گئیں۔ لندن اپنے پیورٹنی
 خیالات کی وجہ سے خاص طور پر مشہور تھا۔ اس سے جیمز
 کے ایک بے ضابطہ اعلان کی خلاف ورزی پر بہت سخت رقم وصول
 کی گئی۔ جیمز نے یہ حکم دیا تھا کہ لندن کے حدود میں اضافہ نہ کیا جائے
 اس حکم کے خلاف شہر کے وسیع مضافات میں جس قدر مکانات بنے تھے
 وہ مسمار ہونے سے صرف اس طرح بچے کہ مالکوں نے تین تین برس کا
 کرایہ بادشاہ کے خزانے میں داخل کیا کیتھولکوں پر اگرچہ اب کسی قسم کا
 جبر و تشدد نہیں ہوتا تھا اور وزیر خزانہ خود دیرپہ وہ کیتھولک تھا
 مگر خزانہ کی ضرورت نے بادشاہ کو مجبور کیا کہ "عدم اتفاق کے لئے
 جرمانے کا قدیم طریقہ قائم رکھے۔ جبر و تشدد کی یہ تمام کارروائیاں
 سلطنت کیلئے اس قدر مضر ثابت نہیں ہوئیں جس قدر کہ اسٹارچیمبر کے
 ذریعہ سے عدالتی کارروائی سے روپیہ حاصل کرنے کی کوشش مضر ثابت
 ہوئی۔ وولزی نے امر کی روک کیلئے مجلس شاہی کے عدالتی اختیارات
 کو زندہ کر دیا تھا اور شاہان ٹیوڈر کے عہد میں اسے بہت ترقی ہوئی تھی

اسٹارچیمبر

خاصہ فوجداری کے معاملات میں دغا فریب، شورش، سپاہیوں کا رکھنا، جعل سازی، ازالہ حیثیت عرفی اور سازش، وہ خاص جرائم تھے جو اس عدالت میں پیش ہو سکتے تھے مگر اور قسم کے جرائم بھی اسکے حد اختیار سے باہر نہیں تھے خاصہ کہ ایسے الزامات جہاں عام قانون کے ناکمل ہونے یا ملزم کے اقتدار کے باعث عدالت ماتحت میں مشکل پیش آجائے، وہ تمام معاملات اس عدالت میں منتقل ہوتے تھے۔ اسکی کارروائی کا طریق وہی تھا جو عدالت خزانہ کا تھا۔ سلطنت کے مقدمات میں وہ وکیل شاہی کی اطلاع پر کارروائی کرتا تھی۔ گواہ و ملزم دونوں سے حلفیہ سوالات کئے جاتے تھے اور سزائے موت کے سوا اور ہر طرح کی سزا دینے کا اس عدالت کو اختیار تھا۔ عام مقدمات میں اسٹار جیمز کے ججوں کی علمیت اور ان کے بے لوث فیصلے کی شہرت کیسی ہی کچھ کیوں نہ ہو مگر ایک ایسی عدالت سے جو ٹائمز مشیران شاہی پر مشتمل ہو سیاسی مقدمات میں بے لاگ فیصلے کی توقع مشکل تھی۔ کسی بڑے مطلق العنان بادشاہ کے ہاتھ میں یہ عدالت آزادی پر چھری پھیرنے کیلئے کافی تھی۔ مگر چارلس نے اس سے صرف اتنا ہی کام لیا کہ وہ اپنے خزانہ کو معمور کر لے اور اپنی آزادانہ حکومت کو قائم رکھے۔ شاہی مرضی کے خلاف عمل کرنے پر نہایت سخت جرمانے ہوتے تھے اور اگرچہ یہ جرمانے اکثر معاف کر دئے جاتے تھے مگر اس سے لوگوں کو بید تکلیف پہنچتی تھی۔ پھر بھی ان جرمانوں کی زد کم لوگوں پر پڑتی تھی۔ لیکن وٹسن نے اجاروں کے تجدید کرنے کی جو کارروائی اختیار کی اسکا اثر بہت ہی وسیع ہو گیا۔ الیزبتھ نے اجاروں کا طریقہ متروک کر دیا تھا اور جیمز کے وقت میں پارلیمنٹ نے قانوناً

اسے بالکل مٹا دیا تھا مگر اب پھر اسے جاری کیا گیا اور سابق کی نسبت
اسے بہت زیادہ وسعت دی گئی۔ جو کمپنیاں یہ اجارے حاصل کرتی تھیں
جرمانے اور اجارے وہ حصول رعایت کے وقت ایک بڑی رقم ادا کرنے کے علاوہ اپنے
منافع پر ایک معینہ محصول بھی دیتی تھیں۔ شراب، صابون، نمک اور خانگی
استعمال کی قریب قریب تمام چیزیں اجارہ داروں کے ہاتھوں میں آگئی
تھیں۔ بادشاہ کو اس سے جو نفع ہوتا تھا اسکے مقابلے میں قیمتیں بدرجہا
زیادہ بڑھ گئی تھیں۔ کوپسپر نے بعد کو لانگ پارلیمنٹ میں کہا تھا کہ ”یہ اجارہ دار
ہمارے پیالوں میں پیٹے ہماری رکابیوں میں کھاتے ہیں اور ہمارے استاد
کے پاس اگر آگ تاپتے ہیں۔ کپڑوں کے رنگنے، دھونے اور سکھانے سب
میں شریک ہیں، باورچیخانہ میں وخیل ہیں۔ غرض سر سے پاؤں تک انہوں
نے ہمیں قبضہ کر رکھا ہے“ لیکن ان تدبیروں کے باوجود بھی اگر بادشاہ
و تحصیل بے جا کی وہ کارروائیاں اختیار کرتا جن پر پارلیمنٹ اعتراض کر چکی تھی تو خزانہ خالی
ہی رہتا۔ بندرگاہوں پر حسب سابق محصول درآمد و برآمد بدستور وصول کیا
جاتا تھا۔ لندن کے تاجروں نے اس محصول کے ادا کرنے کی مخالفت
کی مگر انکی مخالفت بزور و باد گئی۔ ان میں سے تاجر چیمبرز نے جب
شکایت یہ کہا کہ ”انگلستان میں تاجروں کی حالت ترکی سے بدتر ہے تو اسے
اسٹارچیمبر کے سامنے پیش کیا گیا اور دو ہزار پونڈ جرمانہ کر کے اسے بالکل
تباہ کر دیا گیا۔ انہیں کارروائیوں کی وجہ سے لندن کا وسیع شہر چارلس
کا سخت دشمن ہو گیا اور آئندہ کی جنگ میں اس شہر کی دولت و قوت
اسکے حق میں مہلک ثابت ہوئی۔ صوبوں کے اراضی داروں کی جانب
سے بھی ایسے ہی مشکلات پیش آئے۔ ایک موقع پر کارلوزال کے اراضی دار

محاصل بحری

بادشاہ میں اسی غرض سے جمع کئے گئے تھے کہ وہ خود اپنی مرضی سے قرض دیں۔ ان میں سے نصف حلقوں نے انکار کر دیا اور جن حلقوں نے قرضہ دینا منظور کیا اس سے صرف دو ہزار پاؤنڈ سے کچھ اوپر وصول ہوئے۔ تشخیص قرضہ کیلئے جو کمشنر (مامورین) مقرر ہوئے تھے ان سے جو معاملات پیش آئے انکی کیفیت کاراؤنل کے ایک شخص نے بہت دلچسپ پیرایہ میں لکھی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ "کسی سے باتیں بنا کر کسی کو ڈرا دہمکا کر کسی کو لالچ دلا کر اس جال میں پھنسا دیا گیا۔ قریب تھا کہ میں بھی روپیہ دیکر کچھ تعریف حاصل کر لوں مگر میں جانتا تھا کہ مجھے کس سے سابقہ پڑنے والا ہے اسلئے میں جب زبان سے ان کمشنروں سے باتیں کر رہا تھا تو اپنے ہاتھوں سے اپنی جیبوں کو مضبوط پکڑے ہوئے تھا۔"

{ عام خوشحالی

اس قسم کی تدبیروں سے قرضہ کم کیا گیا اور بادشاہ کی سالانہ آمدنی بڑھائی گئی۔ بددلی کے قوت سے فعل میں آنے کے زیادہ آثار نہیں پائے جاتے تھے۔ بادشاہ کی کارروائیاں اگرچہ تکلیف دہ اور خلاف قانون تھیں مگر شخصی حکومت کے اس ابتدائی زمانہ میں عام ملک کی آزادی کے لئے کسی مستقل خطرے کا کچھ ایسا اندیشہ نہیں تھا۔ اس زمانے کے خطوط پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے لکھنے والوں کو کسی نہ کسی وجہ سے یہ عام اعتقاد ہو گیا تھا کہ آخر کار "قانون ہی کو فتح حاصل ہو جائیگا۔" چارلس ضدی ضرور تھا مگر ضد کوئی ایسی اخلاقی خرابی نہیں سمجھی جاتی تھی جس سے انگریزوں میں سخت اشتعال پیدا ہو جاتا۔ بادشاہ کی طرح رعایا بھی اپنی ہٹ کی پوری تھی۔ وہ اپنی سیاسی دور بینی سے یہ سمجھے ہوئی تھی کہ چارلس اپنی آمدنی کی جو عمارت آہستہ آہستہ تعمیر کر رہا ہے۔

وہ ایک ادنیٰ سے اضطراب سے منہدم ہو جائیگی اور پھر اسے پارلیمنٹ کے طلب کرنے اور پارلیمنٹ ہی سے امداد لینے پر مجبور ہونا پڑیگا۔ رعایا چاہتی تھی کہ اچھے موقع کا انتظار کرے۔ ملک کی عام خوشحالی سے انکے اس انتظار کو اور مدد ملتی جاتی تھی۔ براعظم کی جنگ و جدال کے باعث انگریز دولت مند ہوتے جاتے تھے۔ اسپین و فلپینڈرز کے درمیان آمد و شد بالکل انگریزی جہازوں پر ہوتی تھی پرنگال کے بندرگاہوں اور افریقہ ہندوستان اور بحر الکاہل کی نو آبادیوں کے درمیان عام طور پر انگریزی ہی جہاز چلتے تھے۔ طولانی امن کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ تجارت میں وسعت ہو، یارکشائر کے وست رائڈنگ کے قصبہات صنعت میں برابر ترقی کرتے جاتے تھے۔ نئی زمینوں پر کاشت ہوتی جاتی تھی اور ایک بہت بڑی تجویز یہ پیش تھی کہ فنز رائڈنگ اور سٹاک کے داروں) کو خشک کر کے زراعت کے کام میں لاسکیں۔ گرایونج بڑھ جانے سے دیہات کے متوسط الحال لوگوں کی آمدنی میں اضافہ ہو گیا تھا اور وہ لوگ بڑے بڑے مکان بنا رہے تھے۔ براعظم کی خونریزی و تباہی کے مقابلے میں انگلستان کی اس امن و خوشحالی سے ایک قوی دلیل ان لوگوں کے ہاتھ آگئی تھی جو بادشاہ کے طرز عمل کے موافق تھے۔ ملک کی ظاہری حالت میں اس قدر سکون تھا کہ درباری حلقوں میں خطرے کا اندیشہ ذرا بھی نہ تھا۔ مے لکھتا ہے کہ "بعض بڑے بڑے ممبر اور مشیران شاہی آزادی رعایا کے الفاظ پر بالعموم ہنسنا کرتے تھے" ایسے بھی درباری تھے جنکی جرات یہاں تک بڑھی ہوئی تھی کہ وہ علانیہ کہتے تھے کہ "اب بادشاہ کو کبھی پارلیمنٹ کی

ضرورت نہیں پڑی۔ لیکن اس سطحی خاموشی کے پردہ میں حالت کچھ اور ہی تھی۔ کلیئرڈن نے اس امن کی تعریف کرتے کرتے ایمانداری سے یہ لکھا ہے کہ "ہلک، غرور، بغاوت اور بددلی کے خیالات سے بھرا ہوا تھا۔ ہزاروں آدمی انگلستان کو چھوڑ کر امریکہ جا رہے تھے۔ شرفا و مغزین دربار سے کنارہ کش تھے۔" عوام اور تصدقات کے اراضی دار خود صحیح طور پر اپنے حقوق اور ان تکلیفوں پر بحث کر سکتے تھے جنس وہ بتا تھے۔ چارلس نے اگرچہ اپنے کو دھوکے میں ڈال رکھا تھا مگر اسکے وزرا میں ایک شخص تھا جو اچھی طرح سمجھتا تھا کہ رعایا کی یہ خاموشی بہت معنی خیز ہے اور اگر کچھ اور کارروائیاں نہ اختیار کی گئیں تو مخالفت کی ہوا چلتے ہی مطلق العنانی کی ساری عمارت مسمار ہو جائیگی۔

اور پھر

سرٹمس ونورڈھ یارکشائر کا ایک بڑا زمیندار اور پارلیمنٹ میں اپنے صوبے کا قائم مقام تھا۔ ۱۶۲۸ء میں وہ دارالتوام کے فریق میں خصوصیت سے ممتاز تھا مگر جسوقت اسنے امور عامہ میں دخل دینا شروع کیا تھا اسوقت سے اسے بے انتہا شوق تھا کہ وہ بادشاہ کی ملازمت میں داخل ہو جائے۔ شاہ سابق کا دور حکومت ابھی ختم ہوا تھا کہ اسنے دربار سے تعلق پیدا کر لیا اور بادشاہ کے ایک وزیر کو یارکشائر کی طرف سے منتخب کر لیا، لوگوں کو یقین تھا کہ وہ جلدتر امرا کے زمرے میں شامل کر لیا جائے گا مگر اپنی جس سیاسی قابلیت کے احساس سے اسکے حوصلے بڑھ گئے تھے اسی قابلیت کی وجہ سے بکننگھم کو اس سے رقابت ہوئی تھی

وہ اپنے پُر غرور تفاخر کے باعث مکنگھم کی متواتر اہانتوں کو برداشت نہ کر سکا اور مخالفت کا پہلو اختیار کر لیا۔ اسکی فصیح البیانی نے اس مخالفت کو اور خوفناک بنا دیا۔ اسکی تقریر میں ایٹ کی ہی صداقت و پختگی تو نہیں تھی مگر اسکی قادر البیانی کے اسطرح یکایک ظاہر ہونے سے ایک خاص عظمت پیدا ہو گئی تھی۔ مکنگھم کو اپنے اس رقیب کی ذہانت و فطانت سے بالطبع خوف پیدا ہو گیا تھا اور جب اسنے دربار میں سازشیں شروع کر دیں تو مکنگھم اسے نہایت ذلت کے ساتھ پامال کرنے پر آمادہ ہو گیا۔ وٹور ڈیوڈ یارکشائر کا ناظم ضلع تھا اسے عدالت ہی میں یہ اطلاع دی گئی کہ اسے اس عہدے سے برطرف کر کے اسکے حریف سرجان سیول کو اس عہدے پر مقرر کیا گیا ہے۔ اس حکم سے مطلع ہو کر اسنے ایک خاص حقارت آمیز غرور کے ساتھ کہا کہ ”چونکہ یہ لوگ اپنی کمزوری کی وجہ سے مجھے فلک میں بدنام کیا چاہتے ہیں اسلئے میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ میں علامت اس ذلت کو رفع کر سکوں اور یہ میرے لئے بہت آسان ہے۔“ وٹور ڈیوڈ مضبوط اور عاقلانہ حکومت کے خیال میں غرق تھا اس مقرب بارگاہ کی تباہ کن حکومت سے اسکے تمام خیالات میں سخت برا فرخندگی پیدا ہو گئی۔ ایٹ جس قسم کی آزادی کا مستحق تھا اور جس کے لئے وہ بادشاہ کو مجبور کرنا چاہتا تھا اس قسم کی آزادی وٹور ڈیوڈ کے مد نظر نہیں تھی بلکہ وہ شاہان یوڈر کے طریق کار کا موید تھا جب کہ ایک وسیع اور کشادہ دل طرز عمل کی وجہ سے بادشاہ بذات خاص قوم کا سرتاج بن گیا تھا اور پارلیمنٹ کا کام صرف یہ رہ گیا تھا کہ وہ بادشاہ کے

اداء زر کیا کرتی تھی لیکن اس کام کے انجام پانے کے قبل یہ ضروری تھا کہ بنگلہم کا قبضہ پاک کیا جائے۔ اس خیال سے "عرضداشت حقوق" کے سرگرم حامیوں میں ونٹورٹھ دارالعوام کے اندر یکایک سب سے پیش پیش نظر آنے لگا۔ یہ کھنا مشکل ہے کہ اس نازک موقع پر ونٹورٹھ کے جوش انتقام کے ساتھ کوئی شریفانہ خیال اور آزادی کا صحیح جذبہ بھی شامل تھا یا نہیں۔ اسوقت جس آزادی کیلئے وہ زور لگا رہا تھا بعد میں خود اسی نے اس آزادی کو پامال کیا۔ لیکن اس موقع پر تو اسکے الفاظ نے آگ لگادی۔ "عرضداشت حقوق" کے متعلق اسنے اپنی ایک تقریر کو ان الفاظ پر ختم کیا کہ "اگر میں رعایا کی مشترکہ آزادی کے تمام وکمال قائم رکھنے پر ایمانداری کے ساتھ ثابت قدم نہ رہوں تو میری خواہش یہ ہے کہ مجھے ایک عجیب و غریب شے کے طور پر کسی پہاڑی پر رکھ دیا جائے تاکہ دوسرے مجھ سے عبرت حاصل کریں۔"

درحقیقت اسوقت سے آج تک اسکا نام نشان عبرت بنا رہا ہے اور اسکی حوصلہ مندی اور اسکے حصول مقاصد کے درمیان جو موافق تھے وہ جب بنگلہم کی موت سے رفع ہو گئے تو اسنے فوراً ہی حبت الوطنی کا جامہ ۱۶۲۹ آثار کے پھینک دیا۔ وہ مجلس شاہی میں داخل کر لیا گیا اور بقول خود اس عزم کے ساتھ اسنے اس مجلس میں شرکت کی کہ "رعایا کے شرائط بقیود سے بادشاہی کو ہمیشہ کیلئے پاک وصاف کر دے۔" اسکے جوش اور اسکی قوت عمل پر اسقدر اعتماد تھا کہ وہ فوراً ہی طبقہ امراء میں داخل کر لیا گیا اور بشمول لارڈ بادشاہ کا خاص الخاص مشیر بن گیا۔ اسنے اپنے جوش و قوت سے بادشاہ کو بھی موثر کر دیا تھا۔ اپنے اس نئے وزیر پر

ونٹورٹھ کی وزارت

اس قدر جلد اعتماد کر لینے کیلئے چارلس کے پاس کافی وجوہ موجود تھے۔ مطلق العنان حکومت کیلئے جس وزیر کی ضرورت تھی، ونٹورٹھ اسکا محکمہ نمونہ تھا۔ اسنے اپنی اختتام زندگی کے قریب ارل اسٹریفڈ کا خطاب اختیار کر لیا تھا اور اسی نام سے وہ زیادہ مشہور ہے۔ وہ اپنے آقا کے اس یقین میں شریک تھا کہ بادشاہ جن مطلق العنان اختیارات سے کام لے رہا ہے وہ اختیارات ملک کے قدیم نظام سلطنت کا جزو ہیں اور دارالعوام اپنے قدیمی حدود سے تجاوز کر گیا ہے لیکن اسکے ساتھ ہی اسے صاف طور پر یہ بھی نظر آ رہا تھا کہ انگلستان میں مطلق العنان حکومت کے مستقلاً قائم کرنے کیلئے صرف بحث و محبت یا رواج کے زور سے کام نہیں چلیگا بلکہ اسکے لئے تحویف کی ضرورت ہے۔ اسکا طریق انتظام اسکے باطنی خیال کا آئینہ تھا۔ اسکی تصویر میں اسکا تارک و پشمروہ چہرہ اور اسکی بھاری بھاری آنکھیں بہت اچھی طرح اس شخص کی دلی کیفیت کو ظاہر کر دیتی ہیں جو اپنے ہر کام کو پورا کرنے کا خواہاں تھا۔ اسکا زورِ قابلیت ان دلی الطبع لوگوں پر جنہیں سنگٹھم چھوڑ گیا تھا اسکی سخت گیری کا ثبوت اسکی طاقت کا عام احساس یہی ہے کہ وہ باتیں ہی جتنی وجہ سے وہ سارے دربار پر چھا گیا تھا۔ عام درباریوں کی کسی خفیف الحکاتی اس میں مطلق نہیں تھی اسکا انداز ایک خاموش، متکبر، پر جوش شخص کا سا تھا۔ وہ جب پہلی مرتبہ وہاٹ ہال میں آیا تو اسکی آداب دربار کے خلاف وضع سے بادشاہ کے حاشیہ نشین مسکرانے لگے مگر یہ مسکراہٹ بہت جلد عام نفرت سے بد لگئی۔ ملکہ جوائت مستقل مزاج عورت تھی اور جاویجا دخل دیا کرتی تھی وہ اس سے

متفر ہو گئی اسکے شریک کار و زرا اسکے خلاف سازش کرنے اور بادشاہ کی نگاہ میں اسے ذلیل کرنے کی تدبیریں سوچنے لگے۔ اسنے امراء عظام کے خلاف سخت تقریریں کیں، بادشاہ کے خانگی ملازموں سے اختلافات پیدا کر لئے، خود مجلس شاہی میں اپنے غصے کے اظہار میں شامل نہ کیا، مخالفین نے ان باتوں سے اسکے خلاف کام لینا چاہا۔ بادشاہ کی حالت یہ تھی کہ اگرچہ اسکے حریفوں کے مقابلے میں برابر اسکی تائید کرتا جاتا تھا مگر اسکے اصلی مقصد کے سمجھنے سے وہ بھی قاصر تھا۔ چارلس اسوجہ سے اسکی قدر کرتا تھا کہ وہ ایک اچھا منظم تھا، ذاتی اغراض سے اسے نفرت تھی وہ کسی کی الفت و نفرت کی پروا نہیں کرتا تھا اور چھوٹے بڑے سب کو پامال کر دیتا تھا، وہ صرف ایک خیال میں غرق تھا کہ بادشاہ کی قوت کو مستحکم کر دے۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ آزادی کے مقابلے میں سخت جدوجہد ہونے والی ہے اور اسکے لئے تیاری ضرور ہے، وہ انگلستان میں بزور اسی قسم کی مطلق العنانی قائم کرنا چاہتا تھا جیسی ریشلیو نے فرانس میں قائم کر دی تھی تاکہ یورپ میں انگلستان کو وہی عظمت حاصل ہو جائے جو ریشلیو کے باعث فرانس کو حاصل ہو گئی تھی مگر ان کاموں میں اسے بادشاہ کی جانب سے رنانت و اعانت کی بہت کم امید تھی۔

وَنورثہ اپنی اظہار قابلیت کیلئے بیہر تھا اسنے اس غرض کیلئے
 ایک ایسا موقع تجویز کیا جہاں وہ تنہا کام کر سکتا ہو اور انگلستان میں
 جو وقتیں پیش آتی تھیں ان سے آزاد ہو جائے۔ اسکا مقصد یہ تھا کہ
 آنے والی جدوجہد کیلئے مستقل آمدنی، سلاح خانے، قلعے اور مستقل فوج کا

وَنورثہ
 اور کیلئے

انتظام کر لے، اور اسے ارباد کر لیا تھا کہ آرلینڈ میں اس کام کو انجام دے۔
 اسے انگلستان کی آزادی کو برباد کرنے کیلئے اس ملک سے کام لینا
 چاہا جو اب تک شاہی محاصل پر ایک باعظیم بنا ہوا تھا۔ آرلینڈ میں
 کیتھولک اور پروٹسٹنٹ کے توازنِ باہمی سے یہ کام لیا جاسکتا تھا
 کہ دونوں فریق اقتدار شاہی کے تابع ہو جائیں۔ وٹور تھو اس اصول
 کا قائل تھا کہ حقوق فاتحانہ کیوجہ سے ملک کی تمام زمین بلا شرکت
 غیرے بادشاہ کی ملک ہے اور اس اصول کی بنا پر اسے اپنی انتظامی
 قابلیت کا جوہر دکھانے کیلئے ایک وسیع میدان ہاتھ آگیا۔ باقی امور
 کیلئے اسے اپنی طبیعت اور اپنے عزم پر اعتماد تھا اور بجا اعتماد تھا۔
 ۱۶۲۳ء میں وہ لارڈ ڈپوٹی (نائب السلطنت) مقرر کیا گیا اور پانچ برس
 بعد یہ معلوم ہوتا تھا کہ اسکا مقصد بالکل حاصل ہو گیا ہے۔ اسے
 لارڈ کو لکھا تھا کہ ”دنیا میں کسی حکمراں کو جسقدر اقتدار مطلق حاصل
 ہونا ممکن ہے وہ یہاں بادشاہ کو حاصل ہے۔“ درحقیقت وٹور تھو
 کی حکمرانی نے ایک عام خون پیدا کر دیا تھا۔ آرلینڈ کی پنی اور
 دینیوی عمائدین مثلاً اسقف اعظم اشتر اور لارڈ چانسلر لافنس اور بوائے اربل کارک
 اس کے نشانہ ہائے ملامت و اہانت تھے۔ کوئی قانونی پابندی اسکے
 ظلم و ستم میں مانع نہیں ہو سکتی تھی۔ لارڈ ماؤنٹ نائس کی زبان سے
 کچھ گستاخانہ الفاظ لکھ گئے تھے ان الفاظ کو بغاوت قرار دیکر
 اسے ایک مجلس جنگ کے روبرو حاضر کیا گیا اور موت کی سزا دیدی گئی
 لیکن ان تمام مطالبہ سے اسکی غرض یہ ہوتی تھی کہ عام فائدہ حاصل
 ہوں۔ آرلینڈ میں ایک پرزور مطلق العنان سے اتنا فائدہ تو ہوا کہ

برعکاس سینکڑوں مطلق العنانوں کی جور و تعذیب سے محفوظ ہو گئی۔ یہ پہلا موقع تھا کہ آرلینڈ کے زمینداروں نے یہ سمجھا کہ وہ بھی کسی قانون کے تابع ہیں۔ انصاف کا نفاذ ہونے لگا تھا، زیادتیوں کو روکا جاتا تھا، پادریوں کی حالت کی قدر درست ہو گئی تھی، سمندر ترقیوں سے پاک ہو گیا تھا۔

کٹان کی کاریگری دجنے زمانہ مابعد میں اسٹر کو کالا مال کر دیا اور آرلینڈ کی تجارت کی ابتدائی ترقی و ترقی ہی کے دور حکومت سے شروع ہوئی۔ لیکن وٹوروتہ اس باہن حکومت کو اپنے دوسرے مقاصد کے حصول کا محض ایک ذریعہ سمجھتا تھا۔ آرلینڈ میں اس سے زیادہ شریفانہ کوئی کام نہیں ہو سکتا تھا کہ کیتھولک اور پروٹسٹنٹ میں مصالحت کرا دی جائے اور اسٹر کی آباد کاری کے باعث غنیمت و انتقام کی جو آگ بھڑک رہی تھی اسے فرو کیا جائے۔ لیکن وٹوروتہ نے اسے خلاف کیتھولک عبادت کی رواداری کی اجازت دیکر اور اس باب میں جو تھوڑی بہت داروگیر پادریوں کے دباؤ سے شروع ہو گئی تھی اسے سوتوں کر کے پروٹسٹنٹوں کے غصے کو مشتعل کر دیا دوسری طرف کٹان میں نوآبادی کے قائم کرنے کی تجویز سے کیتھولکوں کو بھی برہم کر دیا۔ اسکا مقصد یہ تھا کہ آپس میں ایسی نا اتفاقی ہو جائے کہ کسی فریق کو بادشاہ کی اطاعت و حفاظت کے بغیر چارہ کار باقی نہ رہے۔ اس طرز عمل کا انجام یہ ہوا کہ آرلینڈ میں ہولناک بغاوت ہو گئی، کرامول کو انتقام لینا پڑا اور دونوں جانب سے جس قدر کشت و خون ہوا اسکا قصہ اسقدر دردناک ہے کہ بیان نہیں ہو سکتا۔ یہ تمام تباہی و ترقیوں کے سبب سے آئی۔ مگر فی الوقت اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ

آئرلینڈ بالکل اسکے بس میں آگیا۔ اسنے آمدنی کو دونا کرویا فوج مرتب کرنی فوج کی ضروریات پہنچا کرنے کیلئے وہ یہاں تک کرگزا کہ آئرلینڈ کی ایک پارلیمنٹ طلب کی حالانکہ چارلس اس تجویز کے سنے ہی سے مضطرب ہوگیا تھا۔ اسکی غرض یہ تھی۔ وہ انگلستان کو اور بادشاہ کو دکھادے کہ وہ بیعتناک شے جسے پارلیمنٹ کہتے ہیں کس طرح شاہی اغراض کے زیر اثر لائی جاسکتی ہے۔ اس مقصد میں اسے پوری کامیابی حاصل ہوئی۔ آئرلینڈ کے دارالعوام میں دو تہائی قائم مقام ان بد نصیب دیہاتوں کے تھے جو "بادشاہ کے جیبی قصبے" کہلاتے تھے۔ اسکے ساتھ ہی غیر حاضر امر کو مجبور کیا گیا تھا کہ وہ اپنی طرف سے رائے دینے کا اختیار مجلس شاہی کو دیدیں لیکن فی الحقیقت اس قسم کی احتیاطوں کی کچھ ضرورت بھی نہیں تھی۔ دونوں ایوانہائے پارلیمنٹ اس سخت گیر آقا کے نام سے کانپ رہے تھے جس نے ارکان پارلیمنٹ سے حکمانہ طور پر یہ کہدیا تھا کہ "ایسا نہو کہ بادشاہ اپنی نسبت یہ خیال کرے کہ وہ صرف کونوں میں گھس کر بڑبڑاتے ہیں یا صاف الفاظ میں یہ کہئے کہ فساد پیدا کرتے ہیں۔" پارلیمنٹ نے کمال اطاعت کے ساتھ پانچ ہزار پیدل اور پانچ سو سوار رکھنے کے اخراجات منظور کر لئے اگر یہ رقم نہ بھی منظور ہوتی تو بھی نتیجہ یہی ہوتا ورنہ وہ نے لکھا تھا کہ "میں اپنی جان پر کھیل جاؤنگا مگر بادشاہی فوج کی ضروریات پوری کر کے رہوںگا" یہ ضروریات انہیں کے ملک سے بلائی امداد کے حاصل کی جائیگی۔"

جس زمانہ میں مذکورہ دو بار سنٹ جارج کے مغربی جانب اپنا

چارلس اول اور اسکا

نظام "نکسب" دکھا رہا تھا اسی زمانے میں ایک دوسرا شخص رُو و بار کے مشرقی جانب سرگرم کار تھا۔ یہ شخص اگرچہ طبعاً و ذہانت میں ذمورتحہ کا مد مقابل نہیں تھا مگر ہمت و استقلال میں اس سے کم بھی نہیں تھا۔ ۱۶۳۵ء میں سٹون کے انتقال کے بعد لاد نے انگلستان کی مجلس شاہی میں سب وزراء پر تقدم حاصل کر لیا تھا وہ جس بیباکانہ و ناعاقبت اندیشی زور کیساتھ کلیسائے انگلستان کے اندر پیورٹینیت کو پامال اور اور پیورٹینی پادریوں کو اس کلیسائے خارج کر رہا تھا اسکا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ لاد اپنے اس کام کو ملکی و مذہبی دونوں سمجھتا تھا۔ اسنے انضباط کلیسائے کام کو سلطنت کی مطلق العنانی کا ایک جزو بنادیا تھا۔ وہ ایک طرف کلیسائے آزادی کو پامال کرنے میں بادشاہ کی طاقت سے کام لیتا تھا اور دوسری طرف کلیسائے کے اثر سے ملکی آزادی کو تباہ کر رہا تھا۔ لیکن اسکا اختیار اسکالینڈ کی سرحد تک پھیل گیا ہوا تھا۔ سرحد کے دوسرے جانب ایک ایسا کلیسائے تھا جسے اسانفہ توستے مگر عقائد و مراسم میں وہ جینوا کا پیرو تھا۔ تعلیم دین کالون کے اصول پر ہوتی تھی اور کلیسائے کی حکومت بھی ایک حد تک اسی طریقے کی پیرو تھی۔ اس قسم کے کلیسائے کا وجود ہی فی نفسہ انگلستان میں پیورٹینیتی کی تقویت کا سبب تھا اور اندیشہ یہ تھا کہ اگر مذہبی وقت کسی وقت ذرا بھی کمزور ہو جائے تو انگلستان پر اسکا خطرناک اثر پڑ جائیگا۔ لیکن اسکالینڈ کے معاہدے میں لاد صرف چارلس کے توسط سے ہی کارروائی کر سکتا تھا کیونکہ بادشاہ کو یہ امر پسند نہیں تھا کہ اسکے انگریز وزراء یا انگلستان کی پارلیمنٹ اسکی شمالی سلطنت میں دخل دیا

مگر چارلس کو خود اس معاملہ میں سخت فکر تھی۔ اسے ہر اس شے سے نفرت تھی جس پر سیریت کا تعلق ہو۔ اسے اپنے باپ سے ورثے میں ملی تھی۔ وہ اپنے اوائل عہد سے مکمل استغنیہ قائم کرنے کیلئے قدم بقدم آگے بڑھتا جاتا تھا۔ لیکن جو کچھ وقوع میں آیا اور اسکا لینڈ اور اسکے بادشاہ کے درمیان جو تعلقات رونما ہوئے انہیں سمجھنے کیلئے ہمیں پھر اس ملک کی تاریخ کی کڑی اس زمانے کے سلسلہ سے ملنا پڑیگی جب کہ میری بھاگ کر انگلستان کی سرحدیں داخل ہوئی ہے۔

چند برس تک ہوشیاری و قابلیت کے ساتھ حکومت کرنے کے بعد ارل مرے قتل ہو گیا اور اسکے قتل ہونے کے بعد ملک کی شورش انگیزی اور خانہ جنگی کی تجدید سے مذہب پروٹسٹنٹ کی کامیابی میں خلل پڑ گیا۔ مرے کے بعد خورد سال بادشاہ کا وادا متوالی مقرر ہوا مگر وہ ایک جھگڑے میں مارا گیا۔ اور مارٹن کے پُرزور انتظام میں ملک ذرا سانس لینے کا موقع ملا۔ اوتیرا آخری قلعہ تھا جس پر میری کے نام سے قبضہ تھا اس قلعے نے الیزبتھ کی بھیجی ہوئی ایک انگریزی فوج کی اطاعت کر لی۔ اور اسکے محافظ کرک کیڈی ساکن گریج کو سر بازار پھانسی دیدی گئی۔ اسکے ساتھ ہی مارٹن کے پُرزور انصاف نے متحکم امر کو باامن روش اختیار کرنے پر مجبور کر دیا۔ بولینڈز کے لوگ اب مضبوطی کے ساتھ نیا عقیدہ اختیار کر چکے تھے تاکس کے انتقال کے بعد پروٹسٹنٹ کلیسا جلد جلد ترقی کر کے ایک قوت بن گیا تھا اور ہر نماز موقع پر اسکا اثر عام قوم کے اندرونی جذبات پر پڑتا تھا۔ مذہب

اسکا لینڈ اور
سکاٹلینڈ

کیتھونک کے جدال و قتال کے دوران میں اساتذہ قدیم مذہب کی طرفداری پر تگے رہے اسلئے نئے مذہب میں اپنی مداخلت باقی نہیں رہی اور ناکس کی جینوا کی تعلیم کا اثر یہ ہوا کہ جس طرح اس کلیسا کے عقائد و عبادت کالون کی تعلیم سے لئے گئے تھے اسی طرح اسکا طریق حکومت بھی کالون سے اخذ کیا گیا۔ یہ پرسٹرن مذہب برابر ترقی کرتا گیا مگر قانوناً اسے تسلیم نہیں کیا گیا تھا۔ اسلئے تمام اسکاتلینڈ کو اس طرح متحد کر دیا تھا کہ انتظامی قوت مذہبی مجالس اور عام اجتماعات سے کبھی یہ اتحاد پیدا نہ ہو سکا تھا۔ اس مذہب نے بزرگان عوام کو اپنی مجلسوں میں جو اختیارات دئے اور اپنے ابتدائی مجموعوں میں عام لوگوں کو جس کثرت کے ساتھ بلایا اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ انتظامی معاملات میں عام لوگوں کو رائے اور موثر رائے دینے کا خیال پیدا ہو گیا۔ اس مذہب میں پادریوں کی حکومت بظاہر مطلق العنان معلوم ہوتی تھی مگر درحقیقت کلیسا کے کسی نظام حکومت میں اسکاتلینڈ سے زیادہ جمہوریت کا اثر غالب نہیں تھا۔ چنانچہ جو وقت سے یہ مذہب مستقلاً قائم ہو گیا اسی وقت سے تاریخ اسکاتلینڈ سے واضح ہوتا ہے کہ قوم کے عام لوگوں میں اپنی قوت کا احساس پیدا ہو گیا تھا۔ اسلئے قوم کو جس میدان عمل کی طرف بلایا وہ صرف مذہبی ہی نہیں بلکہ قومی بھی تھا اور اسلئے کلیسا کا اثر امر اور بادشاہ پر یوں فیوماً زیادہ محسوس ہونے لگا تھا۔ پانچ برس بعد ۱۵۶۶ جب مارن کے حریفوں نے متحد ہو کر اسکی تولیت کا خاتمہ کر دیا تو ہر فریق اس فکر میں پڑ گیا کہ نو عمر بادشاہ جیمز ششم کو اپنے اثر میں رکھ کر اسکے نام سے اختیار شاہی کو عمل میں لائے اس سے اسکاتلینڈ کا

شیرازہ بکھر گیا۔ لیکن جب جیمز سن بلوغ کو پہنچا تو اسے اتنی قوت حاصل ہو گئی تھی کہ اسنے امرا کے جوے کو اپنے کندھے سے اتار پھینکا اور ان بڑے بڑے خاندانوں کو اپنے زیر اثر کر لیا جنہوں نے اسوقت تک حکمرانوں کو مغلوب کر رکھا تھا مگر اسکی طبیعت سے یہ بہت بعید تھا کہ اپنی مملکت پر حکومت مطلق کا خواہاں نہ ہو۔۔۔ "اصلاح" کے شور و شغب میں ایک نئی قوت نے عروج حاصل کر لیا تھا۔ یہ نئی قوت عام لوگوں کی قوت تھی جسے اسکاچ "گرک" (کلیسا) کے پردے میں اپنی ہمتی کو مضبوط کر لیا تھا۔ ناکس کے

ایڈریوٹول جانشینوں میں طویل سب سے بڑا شخص ہوا ہے، اسنے کلیسا کی جماعت کیلئے سلطنت سے آزاد رہنے کا مطالبہ کیا اور جیمز اس سے اختلاف کرنے کی جرأت نہ کر سکا۔ اسکے ساتھ ہی کلیسا کی مجلس عامہ کے وسیلے سے حکومت ملی کے متعلق عوام کی جس رائے کا اظہار ہوتا تھا جیمز اس سے بڑی طرح مغلوب ہوتا جا رہا تھا۔ آرمیڈا کی آمد کے نازک ترین موقع پر انگلستان کے اتحاد کیوجہ سے اسکے ہاتھ بندھ گئے تھے اور یہ اتحاد اسی رائے عامہ کی مجبوری سے کرنا پڑا تھا۔ کالونیت میں جمہوریت کا زور اور پریسٹین پادریوں کو اپنی روحانیت کا غرہ تھا تاج سے معاملت کرنے میں یہ دونوں قوتیں ایک ساتھ مل گئی تھیں طویل نے ایک عام مجلس میں جیمز کی آستین پکڑ لی اور اسے "خدا کا نادان بندہ" کھکر مخاطب کیا۔ اسنے جیمز سے کہا کہ "اسکاٹلینڈ میں دو بادشاہ اور دو سلطنتیں ہیں۔ ایک بادشاہ مسیح ہیں اور انکی سلطنت گرک (کلیسا) ہے اور جیمز ششم انکی رعایا میں داخل ہے اور وہ اس

مذہبی سلطنت کے اندر نہ بادشاہ ہے نہ امیر ہے نہ کوئی سردار ہے بلکہ ایک عام شخص ہے۔ جیمز جب تخت انگلستان پر ٹھکن ہوا تو اسے اس واعظ کے الفاظ کو اور اسکی حرکت کو تلخی کیساتھ یاد رکھا۔ کئی سال بعد پیرسین کورٹ کی کانفرنس میں اسنے یہ کہا کہ "اسکالینڈ کا طریقہ پیرسین بادشاہ سے ایسی ہی مناسبت رکھتا ہے جیسے شیطان خدا سے! اسقف نہ تو بادشاہ بھی نہیں۔ لیکن اسکالینڈ یہ عزم کرچکا تھا کہ وہاں اسقف ہوں زیادہ پرورش اہالیان اسکالینڈ حکومت اساتفہ کو اسی مذہب کیتھولک کا مرادف سمجھے تھے جس سے انہوں نے گلو خلاصی حاصل کی تھی۔ طویل جب بعد کو ایک مرتبہ انگلستان کی مجلس شاہی میں حاضر ہوا تو اسنے اسقف اعظم کنٹریری کے جیسے کی آستینیں پکڑ کر بلائیں اور انہیں روما کے چھترے اور جیوانیت کی علاقیں کہا۔ غرض آرمیڈا کی تباہی کے چار برس بعد اساتفہ کی حکومت باضابطہ منسوخ کر دی گئی اور کلیسائے اسکالینڈ کی حکمرانی کے لئے پیرسین طریقہ باضابطہ قائم ہو گیا۔ کلیسا کی حکومت کا یہ طور قرار پایا تھا کہ اول ایک مجلس عامہ تھی اسکے تخت میں صوبوں کی مجلسیں تھیں اور اسکے بعد ضلع کی مجلسیں تھیں اور سب سے آخر میں مجلس کرک (کلیسا) تھی۔ اس طرح اس مذہب کا ہر رکن ایک انضباط عام کے تحت میں آگیا تھا۔ جیمز اس انتظام میں اپنا کوچہ حق قائم رکھے گا وہ صرف یہ تھا کہ وہ بھی مجلس عامہ میں موجود رہے اور اسکے سالانہ انعقاد کیلئے وقت و مقام کا تعین اسی کے اختیار میں ہو۔ لیکن تخت انگلستان پر ٹھکن ہوتے ہی اسنے اپنی

نئی قوت سے یہ فائدہ اٹھانا چاہا کہ جو کام ہو چکا ہے اسے پلٹ دے۔

باوجودیکہ وہ اس قانون کی منظوری دے چکا تھا کہ مجلس عامہ کا

اجلاس سالانہ ہوا کرے گا مگر پے درپے التوا سے اسے پانچ برس تک

اسکا اجلاس منعقد نہ ہونے دیا۔ پادریوں کے تعذرات کا جواب دہشتی

کے ساتھ دیا گیا۔ ایس پادریوں نے اپنے کو مجلس عامہ (قرار دیکر

کام کرنا چاہا مگر انہیں باعنی قرار دیکر ملک سے نکال دیا۔ جو سرگروہ

زیادہ صاحب جرات تھے وہ سب اینڈر وٹویل کے ہمراہ تئیرت

کے متعلق بادشاہ سے گفتگو کرنے کیلئے انگلستان بلائے گئے اور

جب انہوں نے کلیسا کی آزادی کے ساتھ بیوفائی کرنے سے

انکار کیا تو وہ قید خانے میں ڈال دئے گئے ٹویل نے انگریزی

دستوروں کے متعلق ایک نظم لکھی تھی اس بنا پر وہ انگلستان کی

پریوی کاؤنسل کے روبرو باز پرس کیلئے بلایا گیا اور ٹاور میں بھیجا

گیا۔ چند برس بعد اسے اس شرط سے رہا کیا گیا کہ وہ ملک سے

باہر چلا جائے۔ جب اسکالینڈ کے پادری اس طرح اپنے

سرگروہوں کی رہبری سے محروم ہو گئے تو انہیں قید و جلا وطنی کا خوف

دلایا گیا 'آمرانے انکا ساتھ چھوڑ دیا۔ عوام ابھی کماحقہ ان کی

پشت پناہی نہیں کرتے تھے ناچار انہیں بادشاہ کا دباؤ ماننا پڑا۔ انہوں نے

اپنی مذہبی مجلسوں میں اساتذہ کی صدارت کو جائز رکھا اور آخر الامر

کلیسائے اسکالینڈ نے حکومت اساتذہ کو باضابطہ تسلیم کر لیا و اعظم کو

حکومت اسکی بجائے رشوتیں دیں۔ مجلس عام کو مطیع کر لیا 'احکام مذہبی کی پابندی نگرانی

کی حکومت سے خارج کرنے کا اختیار پادریوں اور بزرگان قوم کے

ہاتھ سے نکال کر اسقف کی منظوری کے تابع کر دیا۔ ہائی کمیشن کی ایک عدالت نے تاج کی فوقیت کو جبراً راج کر دیا۔ جیمز اپنے شاہی حق کے اس حد تک تسلیم کر لئے جانے پر قانع تھا۔ اسکا مقصد اصلی مذہبی نہیں بلکہ سیاسی تھا اور اپنے مقتدیوں دین کی منتظم جماعت کی وجہ سے کلیسا پر قابو حاصل کر لینے سے اسنے یہ سمجھ لیا کہ "اصلاح" کے باعث ملک کی جو عنان حکومت اسکاٹلینڈ کے بادشاہوں کے قابو سے نکل گئی تھی، وہ پھر اسکے ہاتھ میں آگئی۔ چارلس کا ابتدائی طرز عمل اسکے باپ کے طرز عمل کے مطابق تھا۔ اس کارروائی کا اثر اس سے زیادہ نہیں ہوا کہ امرا کو مجبور کر کے کلیسا کی کچھ زمینیں واپس دلا دیں لیکن لاڈ کی پرزور کارروائی کا اثر بہت جلد محسوس ہونے لگا۔

اسنے مذہب پر سٹرین کے واقعی انتظامات پر حملہ کرنے کے بجائے اولاً اسکے اضافی و خارجی امور پر اعتراضات شروع کئے "طبقات" اس امر پر آمادہ کیا کہ وہ مذہبی لباس کی نگرانی کو مجلس عامہ (مذہبی) کے ہاتھ سے نکال کر بادشاہ کے اختیار میں دیدیں۔ اسکے بعد ہی اسکاٹلینڈ کے اساقف نے اپنے قدیم اسقفی لباس پھر پہن لئے۔ مورے کے اسقف نے چارلس کے وروداً انبرا کے وقت جبہ پہن کر اسکے سامنے وعظ کیا۔ "اصلاح" کے بعد سے اس لباس کے استعمال کا یہ پہلا موقع تھا۔ اس بدعت کے بعد ایک شاہی حکم یہ جاری ہوا کہ تمام پادری عبادت کے وقت سفید عبا پہنا کریں۔ اب یہ مستعد کار پادری لباس سے گزر کر اہم معاملات کی طرف بڑھا۔ کئی برس پیشتر اس نے جیمز سے یہ درخواست کی تھی کہ وہ اپنی رعایاے اسکاٹلینڈ کو انگریزی قوم کے

لاڈ اور کلیسا

اسکاٹلینڈ

۱۶۳۳

عقاید و عبادات سے زیادہ قریب کر دے" مگر اس ذہن بڑھے بادشاہ نے اس کے متعلق کہا تھا کہ میں نے اسکے لایسنی مسودے کو واپس کر دیا مگر اسپر بھی اسنے میری ناگواری کا کچھ خیال نہ کیا اور پھر ایک دوسری تجویز تیار کر کے میرے پاس لے آیا کہ میں اسکالینڈ کے ضدی کلیسا کو انگریزی کلیسا سے زیادہ متصل کر دوں مگر میں اس قسم کی لایسنی کارروائی کی جرأت نہ کر سکا۔ وہ اس قوم کی اصل کیفیت سے واقف نہیں ہے۔ لیکن لاڈ کو انتظار کرنا خوب آتا تھا اور آخر موقع آ ہی گیا۔ وہ اس بات پر تامل ہوا تھا کہ کلیسائے اسکالینڈ سے پریسٹیریٹ خصوصیت کو بالکل مٹا دے اور اسے ہر اعتبار سے کلیسائے انگلستان کے مثل بنا دے۔ بادشاہ نے خاص اپنے اختیار سے قواعد مذہبی کی ایک کتاب شایع کی اور اس کتاب کے رو سے کلیسا کی حکمرانی کا تمام اختیار اساقفہ کے ہاتھ میں دیدیا گیا۔ کلیسا کی مجلس عامہ کو بادشاہ کے سوا اور کوئی طلب نہیں کر سکتا تھا اور بغیر بادشاہ کی منظوری کے عبادت یا انضباط کلیسا میں کسی قسم کا تغیر نہیں ہو سکتا تھا۔ ناکس نے جینوا کے طرز پر ایک کتاب ادعیہ تیار کی تھی اور تمام اسکالینڈ میں عام طور پر یہی کتاب رائج اور ناکس کی کتاب ادعیہ کے نام سے مشہور تھی۔ چارلس نے اپنے اقتدار شاہی سے کام لینے میں اسقدر جسارت کی کہ اس کتاب کو خارج کر کے ایک نئی کتاب ادعیہ جو انگلستان کے مروجہ طریق پر مرتب ہوئی تھی جاری کرنے کا حکم دیا۔ یہ کتاب ادعیہ اور قواعد مذہبی اسکالینڈ کے چار اسقفوں نے تیار کر کے لاڈ کے روبرو پیش کئے تھے اسکی تیاری میں

نئی کتاب ادعیہ

نہ تو مجلس عامہ سے صلاح لی گئی تھی اور نہ اس مجلس کو باضابطہ تسلیم کیا گیا۔
 یہ حیثیت مجموعی وہ ایک طرح کا سیاسی و مذہبی ضابطہ تھا جس کا مقصد یہ تھا
 کہ اسکالینڈ کلیئٹہ بادشاہ کا مطیع ہو جائے۔ ان قواعد کا ملک میں جاری
 کرنا ایک سخت انقلاب برپا کرنا تھا۔ لیکن اس کتاب کے اجرا کو
 ایک شاہی حکم سے تقویت دی گئی تھی اور لاد نے اپنے دل میں
 یہ سمجھ لیا کہ انقلاب پورا ہو گیا۔

مجلس ہارن
 ہارن

لاد نے اپنے خیال میں یہ سمجھ لیا تھا کہ اسکالینڈ کا کلیسا
 اسکے قدموں کے نیچے آگیا ہے اور اس ملک میں اسے پوری فتح
 حاصل ہو گئی ہے پس اسے انگلستان کے بیورٹمنوں پر بدستور سختی جاری
 رکھی لوگوں کے انداز کچھ ایسے بدلے ہوئے معلوم ہو رہے تھے
 کہ لاد سے زیادہ صاحب جرأت اشخاص بھی اس موقع پر رک جائے
 ملک کے ہزاروں "بہترین اشخاص" جنہیں عالم "تاجر" قانون پیشہ زمیندار
 سبھی شامل تھے بحر اوقیانوس کے دوسری طرف فرار ہو رہے تھے
 تاکہ وہاں کے ویرانوں میں وہ آزادی کے ساتھ زندگی بسر کریں اور
 اپنے مذہب کو پاک رکھ سکیں۔ بڑے بڑے زمیندار اور اُمرا بھی
 ان کے عقب میں جانے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ بادشاہ کے
 حکم کی تعمیل میں سبت کی بے حرمتی کرنے کے بجائے پادری اپنی
 جگہوں سے کنارہ کش ہوتے جاتے تھے۔ پادریوں میں جو بیورمین
 باقی رہ گئے تھے وہ مقدس میز کو قربانگاہ میں تبدیل کرنے اور نئے
 مذہب پوپ کے رواج پر اعتراض سے محترز رہنے کے بجائے
 اپنے گھروں ہی کو خیرباد کہہ رہے تھے۔ اس زمانے کے سب سے زیادہ

مہرز انگریز نے اس کلیسا میں پادری کا عہدہ قبول کرنے سے انکار کر دیا جس میں یہ عہدہ صرف "غلامی اور دروغ بیانی" سے حاصل کیا جاسکتا تھا۔ اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ ملٹن اس ارادے کے ساتھ کیمرج سے رخصت ہوا تھا کہ "اقتضائے زمانہ اور خدا کی مرضی سے جو کام بھی اعلیٰ یا ادنیٰ اسے ملجائے گا وہ اسے قبول کر لیا۔ لیکن جس کام کیلئے وہ بچپن سے مخصوص ہو چکا تھا یعنی خدمت کلیسا وہ کام اسے نہیں ملا۔ بعد کو وہ بہت ناگواری کے ساتھ یہ قصہ بیان کیا کرتا تھا کہ "کس طرح مقتدایان دین نے اسے کلیسا سے نکال دیا تھا وہ لکھتا ہے کہ "کچھ بختگی حاصل ہونے کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ ملک میں کس قدر ظلم ہو رہا ہے۔ جو شخص کلیسا کی خدمت کرنا چاہے اسے غلامی اختیار کرنا اور حلف اٹھانا پڑتا ہے۔ اور اگر وہ اس ارادے کے ساتھ حلف نہ اٹھائے کہ اسے حلق ہی سے اگل دے گا تو دو حال سے خالی نہیں یا تو اسے ریاکاری کی یا اپنے ایمان کو غارت کیا۔ ان حالات کو دیکھ کر میں نے غلطیوں کے مقدس کام کے نسبت خاموش رہنا ہی زیادہ مناسب سمجھا کیونکہ اس خدمت کا حصول اور اسکی ابتدا غلامی و دروغ بیانی سے ہوتی تھی۔" اسوجہ سے وہ اپنے باپ کی رعیتگی کے باوجود اس مکان میں گوشہ گزیں ہو گیا جسے اسکے ساہوکار باپ نے دوسرے کے قریب موضع ہارٹن میں تعمیر کرایا تھا اور وہاں کتابوں کے دیکھنے اور نظم لکھنے میں مشغول ہو گیا۔ "نشأۃ جدیدہ" کا شاعرانہ جوش شاہان ایسوارٹ کے زمانے میں بتدریج گھٹتا جاتا تھا۔ تھیٹراب محض نو

اور ہوسناک مناظر کا مجموعہ رہ گیا تھا۔ طمن کے بچپن ہی میں بمقام اسٹریٹفورد
 شیکسپیر کا انتقال ہو چکا تھا اور جس سال وہ (طمن) ہارن میں اقامت
 پذیر ہوا ہے اسی سال جانسن کا آخری دور بدترین ڈراما تیار ہوا فورڈ
 اور نیچر اگرچہ ابھی زندہ تھے مگر شرے اور ڈیونمنٹ کے سوا کوئی
 انکا جانشین نظر نہیں آتا تھا۔ البتہ اس زمانے کے فلسفیانہ و مرثیہ
 مذاق کے حسب حال شاعروں کے خاص گروہ پیرا ہو گئے تھے ہال
 (جو پیشیت اسقف کے زیادہ مشہور ہے) اسکی شاعرانہ جوش بہت
 مقبول ہو گئی تھیں جارج وور نے اس طرز کو زور کے ساتھ جاری
 رکھا تھا۔ ایک قسم شاعری کی الہیاتی شاعری کہلاتی تھی جس میں
 مفید باتوں کو زور وار الفاظ میں سادگی و بے کھنی کے ساتھ بیان کیا
 جاتا تھا۔ اسکی ابتدا سر جان ڈیوس سے ہوئی اور اسکا خاتمہ دون کے
 پرتھوئیس خیالات پر ہوا۔ مذہبی نظم کو کانس کی خشک حکایات و تشبیہات
 اور جارج ہربرٹ کی لطیفہ سنجی و نزاکت آفرینی اور مبالغے سے فریغ
 حاصل ہوا۔ لیکن حقیقی شاعرانہ رنگ اگر کچھ تھا تو ہیرک کے طرح کے
 تخیل آفریں و بزلہ سنج نغمہ نوازوں کی شاعری میں تھا۔ ہیرک کے لطیفیہ
 میں جذبات کو مطلق دخل نہیں ہے بلکہ اکثر جگہ اسکی کوشش اور
 علم نامی نظم کی خوبی کو زائل کر دیتی ہے۔ انکے علاوہ اسپنسر کی
 طرز کے زندہ رکھنے والوں میں بھی شاعری کا کچھ وجود باقی تھا
 ان میں براؤن کے چند سواعظ اور دونوں فلیم فیئاس اور جانز کے
 متقابل فہم کنایات و تشبیہات میں لگچہ اسپنسر کی استادانہ قادر الکلامی کا
 کوئی اور ارتظر نہیں آیا مگر کلام میں اسکی سی حلاوت ضرور پائی جاتی ہے۔

ملن کی ابتدا
شاعری

ملن بھی اسپنسر کے پیچ کرنے والوں میں تھا۔ اسے خود بعد میں ڈراما سے یہ اعتراف کیا تھا کہ "اسے ابتداءً اسپنسر ہی کا پیچ کیا تھا۔ اور اپنے ہارن کے ابتدائی کلام میں اسے بہت شوق کے ساتھ قری کوئی کے "مؤثر و متین انداز" کی نقل کی ہے، لیکن اسپنسر کے جانشینوں میں کمزوری و نقص کا جو عیب موجود تھا اسکا شائبہ تک بھی ملن میں نہیں پایا جاتا۔ ہارن میں گوشہ گزریں ہونے کے بعد اسکے ابتدائی نتیجہ اوکار "ایگرو" اور "پنیروسو" کی شکل میں ظاہر ہوئے۔ ان میں عہد الریتہ کی کسی تخیل پرستی اور رنگینی پائی جاتی ہے۔ خیالات کی وسعت و فطرت و انسان کے ساتھ وسیع ہمدردی کا بھی وہی عالم ہے۔ "نشاة جدیدہ" کے زمانے کی کسی آزادی و آمد میں شاید کچھ کمی ہوگئی ہے مگر شاعر کی طبیعت میں جوش کے بجائے قافیہ سنجی کا میدان زیادہ پایا جاتا ہے تاکہ کاسا زور بالکل مفقود ہے اور اسکے دلکش فقروں تک میں ہوہو نقشہ نہیں کھینچتا۔ ملن کی قوت خیال میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ جس عالم کا وہ تصور باندھتا ہو خود اس میں جو ہو جاتا ہو۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ دور سے کھڑا ہوا اسے دیکھ رہا ہے اور اپنی مرضی کے موافق اس میں ترتیب و تنظیم قائم کرتا جاتا ہے۔ لیکن اگر اس خصوصیت میں وہ اپنی اولین و آخرین سب نظموں میں شکسیر و اسپنسر سے دیا ہوا ہے، تو اس کمی کی تلافی اور طرح پر ہو جاتی ہے۔ اسکے احساس و اظہار کی بلندی اسکے مذاق طبیعت کی سنجی و پابندی اسکا وقار، اسکی نظموں کا مکمل و محشم ہونا، اس نقص کو پورا کرتے ہیں۔ اسکے زمانہ شباب کی ہلکی نظموں میں بھی ایک ایک مصرع سے

یورپینوں کی عظمت اخلاقی کا رنگ جھلکتا نظر آتا ہے۔ "کوس" کو اسے ۱۶۳۴ء
ابتداءً ارل برجواتر کے لڈلوئس کی ضیافتوں کیلئے محض ٹاگ کے طور پر
مرتب کیا تھا مگر اسکا اختتام نیک کرواری کی رغبت کے پرپوش
پند و نصیحت پر ہوتا ہے۔

پندرہویں اور
سولہویں صدیوں
میں

اس زمانے میں تشدد کی وجہ سے عام یورپینوں میں سخت انتہا پیدا ہو رہا تھا مگر زیادہ تعلیم یافتہ یورپینوں نے اسے پسندیدگی کی
نظر سے نہیں دیکھا اور ان کے "کوس" کی تاریخی دلچسپی یہی ہے کہ تعلیم یافتہ
اشخاص نے جو اعتراض نامہ تیار کیا تھا اس میں اس نظم کو بھی شامل
کر دیا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ رفتہ رفتہ انگریزوں کا بیجاٹھ صیر لبریز ہوتا
جا رہا تھا۔ قدیم مارٹن پارلیٹ کے رسائل کے انداز پر نہایت زہر
اگلنے والے رسالے میکیک بڑی کثرت سے شایع ہونے لگے تھے۔
تاجر اور اسکوار (متوسط الحال شرفائے دیہات) سب کے دروازے پر
لوگ ان اہانت آمیز رسالوں کو بیچتے پھرتے تھے مگر نہ کوئی ان بیچنے
والوں کے نام دریافت کرتا تھا اور نہ کوئی یہ جانتا تھا کہ ان کے
مصنف کون ہیں۔ پارلیمنٹ کے انعقاد کی توقع جس قدر گھٹتی جاتی تھی
اور لوگ قانونی تدارک سے جس قدر مایوس ہوتے جاتے تھے اس قدر
جوشیلے اور کم عقل معصب سب میں پیش پیش ہوتے جاتے تھے اور
یہی موقعوں پر ہمیشہ یہی ہوتا رہتا ہے۔ ولی صفت اسقف اعظم لیٹن کے
باپ کی ایک تقریر سے اس دور کے شروع زمانے کی کیفیت کا
کچھ کچھ اندازہ ہو سکتا ہے اسنے مقتدایان دین کو خونخوار اسقفوں کو
وجہال اور رومن کیٹھولک ملکہ کو ہتھ کی بیٹی قرار دیا تھا۔ پرن ایک

قانون پیشہ شخص تھا اور دستور کے ماہرین میں اسکی خاص شہرت تھی مگر وہ ایک نہایت ہی تنگدل اور ضدی طبیعت کا آدمی تھا۔ اسنے ایک کتاب "پیشرو میٹکس" کے نام سے لکھی تھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جسقدر لاد کا تشدد بڑھتا جاتا تھا اسقدر پیورٹنوں کا تعصب بھی گہرا ہوتا جاتا تھا۔ اس کتاب میں تھیٹر میں تماشہ کرنے والوں کو شیطان کا پادری اور تھیٹر کو ایسے کا معبد کہا گیا تھا۔ اسوا اسکے شکار کھیلنے تاج کے ستونوں کو آرتہ کرنے میلانج کے زانیوں پر بدھن وار باز حصے 'تاش' کھیلنے 'گانے بجانے' اور مصنوعی بال لگانے سب باتوں پر اعتراضات کئے تھے۔ تھیٹر پر اس طرح حملہ کرنا جسقدر اہل دربار کو ناگوار ہوا اسقدر خود پیورٹن فریق کے زیادہ تعلیم یافتہ اصحاب کو بھی گراں گزرا۔ انٹراف کورٹ (مدرسہ ہار قانون) نے یہ تہیہ کیا کہ اس حملے کے جواب میں بہت وسیع پیمانے پر ایک تماشہ کیا جائے اس تماشے میں سلڈن اور دھاسلاک نے بہت نمایاں حصہ لیا اور دوسرے برس لڈو کاسل کے تماشے کیلئے ملٹن نے "کوس" لکھی لیکن پر غضب اسقف اعظم اتامسقول پسند نہیں تھا کہ وہ پیرن کیلئے عقلمند اشخاص کی ملامت کو کافی سمجھتا۔ ایسے لایعنی ہفتوات کے متعلق اس سے قبل کوئی شخص قید نہیں کیا تھا مگر اسنے اس کتاب کے بعض جملوں کو ملکہ پر اعتراض قرار دیکر پیرن کو سزا دیدی اور سزا بھی بہت ہی ظالمانہ۔ پیرن زمرہ دکلا سے نکال دیا گیا اسکی وار العلوم کی سند ضبط کر لی گئی شہر میں اسکی تشہیر لگی اور اسکے کان کا ٹکڑا سے قید خانے میں ڈال دیا گیا لیکن اس زمانے میں شاہی وزراء کے متعلق عام غیظ و غضب کا جو طوفان ہر طرف سے جمع ہوا تھا

وہاں کیلئے اس قدر باعث تشویش نہیں تھا جس قدر خزانے کی پرانی مشکلات نے انہیں پریشان کر رکھا تھا۔ دربار کے قانون دانوں کی جدت طرازی اقتدارات شاہی کی تجدید خلاف قانون ^{محصول} کر رہ گئی، ضبطی و جرمانہ کے بعد دیگرے ہر درجے کے لوگوں کو بادشاہ سے متنفر کرتے جاتے اور ایک ایک گھر میں بغض و عداوت کا تخم بوریے تھے مگر اسپر بھی خزانے کی ضروریات پوری نہیں ہوتی تھیں، مزید رقوم کی ضرورت بدستور باقی تھی اور بددلی کی حالت یہ ہو رہی تھی کہ ہر ایک نئی جریدہ تحصیل بغاوت کیلئے ایک اور ^{صلاسے} عام ہو جاتی تھی قرآن اور ہالینڈ کے متحد ہو جانے سے ایک نیا خطرہ میکیک پیدا ہو گیا تھا اور اندیشہ تھا کہ رُودبار انگلستان کے اقتدار سے نکل جائے۔ یہی افواہ تھی کہ ان دونوں سلطنتوں نے اپنی ندر لینڈز کو آپس میں تقسیم کر لینے کی تجویز کر لی ہے۔ اس حالت میں لازمی تھا کہ سمندر میں ایک زبردست بیڑہ جہازات موجود رہے۔ اس کام کیلئے روپیہ انگلستان ہی سے وصول کرنا تھا اور جہانتک ہو سکتا تھا "شاہی اقتدار" سے کام لیا گیا اور اسی سے "محصول جہاز" کی عظیم الشان جنگ وجدال پیدا ہوئی۔ نوائے ^{محصول جہاز} جو ایک قانونی عہدہ دار تھا اپنی تحقیقات و جستجو سے ماور کے کاغذات میں سے ایسی نظیریں نکالیں جن سے ثابت ہوتا تھا کہ سلطنت کی بندرگاہوں کا یہ فرض ہے کہ شاہی ضرورت کیلئے جہاز مہیا کریں اور ساحلی صوبجات ان جہازوں کے ساز و سامان کے کفیل ہوں۔ یہ نظیر اس زمانے کی تھی جب مستقل بیڑے کا کہیں وجود بھی نہیں تھا اور بحری جنگ کا دارومدار ان جہازوں پر تھا جو عین وقت پر مختلف

بندر گاہوں سے عاریتاً لیئے جاتے تھے۔ مگر ان نظائر کی بنا پر اب یہ کہا گیا کہ خزانے پر بار ڈالے بغیر مستقل بیڑے کا انتظام کیا جائے۔ اولاً جہازوں کا مطالبہ کیا گیا اسکے بعد ہی جہازوں کے عوض میں روپیہ طلب کیا جانے لگا۔ لندن اور انگلستان کے دوسرے خاص خاص بندر گاہوں کے نام جو احکام جاری کئے گئے تھے ان کی عدم تعمیل میں جرمانے اور قید کی سزائیں دی گئیں۔ جب معاملات کی باگ لاڈ کے ہاتھ میں آئی تو اس کارروائی کی شدت و نا عاقبت اندیشی اور بڑھ گئی۔ وٹوروتھ کی طرح لاڈ کا بھی یہ خیال تھا کہ بادشاہ ضرورت سے زیادہ محتاط ہے اسٹارچمبر کمزور ہے اور جج بیکار ضابطہ پیمانوں پر شیدا ہیں۔ اپنے کاموں کی سست رفتاری پر طیش کھا کر دونوں ایک دوسرے کو لکھا کرتے تھے کہ ”میں تکمیل، کا خواہاں ہوں“ وٹوروتھ اس تشویش میں تھا کہ ”رودبار کے دوسری جانب اسکے عمرہ کار نامے برباد نہ ہو جائیں۔“ اوہرے لاڈ اسکے جواب میں یہی کلمے لکھا۔ لاڈ نائب السلطنت کے آزادانہ اختیار پر رشک کرتا تھا۔ اسنے لکھا کہ ”تمہیں وہاں اپنے کاموں سے عزت حاصل کرنے کیلئے بہت کچھ سامان ہیا ہیں۔ خدا کا نام لیکر اپنا کام کئے جاؤ۔ میں تکمیل کی امید میں اس جانب اپنا کام کر رہا ہوں۔“ ان دونوں نے مالی مشکلات کو ایک بنا قرار دیکر بادشاہ پر زور والا کہ وہ زیادہ دلیرانہ روش اختیار کرے۔ وٹوروتھ نے جتھے یہ کہا کہ تاج کا قرضہ بیباق ہو جائے تو پھر آپ اپنی مرضی کے موافق حکومت کریں۔“

نیا محصول جہاز نظائر سابقہ کے حیلے برطرف کر دئے گئے اور لاڈ نے یہ ارادہ کر لیا کہ ”محصول جہاز کو ایک مستقل آمدنی کا ذریعہ بنا دے۔“ اب تک یہ محصول صرف

۱۶۳۵

بندرگاہوں اور ساحل کے صوبجات پر عاید ہوتا تھا مگر اب اسے ایک عام محصول قرار دیکر بادشاہ کے حکم سے تمام ملک پر عاید کر دیا گیا۔ ونورٹھ نے بہت زور دے کے لکھا تھا کہ "کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی کہ جس طرح میں ایک حقیر و ذلیل شخص یہاں پر عام قانون پیشہ لوگوں کو اپنی مرضی کا تابع بنا سکتا ہوں" اسی طرح آپ انگلستان میں کیوں نہیں کر سکتے۔" ججوں نے جسوقت اس جبری محصول کو حسب قانون قرار دیا اسیوقت ونورٹھ نے اس سے یہ منطقی نتیجہ نکال لیا کہ چونکہ بادشاہ کیلئے از روئے قانون یہ جائز ہے کہ وہ بحری فوج کے ساز و سامان کیلئے محصول عاید کرے اسی طرح اسکے لئے یہ بھی جائز ہے کہ وہ بری فوج کیلئے محصول لگائے اور جس مصلحت سے اسے یہ اختیار ہے کہ وہ مدافعت کیلئے فوج جمع کرے اسی مصلحت سے اسے یہ اختیار بھی ہونا چاہئے کہ حملے کے روکنے کیلئے بیرون ملک میں فوج لیجائے۔ اسکے علاوہ جو امر انگلستان میں حسب قانون جائز ہے وہ اسکاٹلینڈ و آئرلینڈ میں بھی جائز ہوگا۔ ججوں کے اس فیصلے سے بادشاہ کو اپنے ملک میں اختیار مطلق حاصل ہو جائے گا اور اسکا نتیجہ یہ ہوگا دوسرے ملکوں میں اسکی ہیبت طاری ہو جائیگی۔ وہ صرف چند برس جنگ سے رکا رہے اور رعایا کو اس محصول کی ادائیگی کا عادی بنا دے پھر وہ دیکھ لیا کہ وہ اپنے تمام پیشرووں سے زیادہ صاحب قوت و صاحب عزت ہو گیا ہے یا نہیں" لیکن ونورٹھ کے سوا اور بھی ایسے لوگ تھے جو ایسے مانند صاف طور پر دیکھ رہے تھے کہ اس محصول جہاز کے اجراء سے آزادی کس درجہ خطرے میں پڑ جائے گی۔

دیہاتی جماعت کے حصہ کثیر نے انگلستان کی آزادی کی تمام امیدیں
 منقطع کر دی تھیں۔ لوگوں نے پھر ترک وطن کر کے "نیو انگلینڈ" کی طرف
 جانا شروع کر دیا تھا اور اب عالی نسب و صاحب دولت اشخاص
 بھی مغرب میں توطن اختیار کرنے کیلئے تیار ہو رہے تھے۔ لارڈ
 وارک نے وادی کوئٹنگھم کی ملکیت حاصل کر لی تھی۔ لارڈ سے
 وکیل اور لارڈ بروک 'نئی دنیا' میں نقل مکان کرنے کیلئے نامہ و پیام کر رہے
 تھے۔ ایک مشتبہ روایت یہ بھی ہے کہ اولیور کرامول بھی سمندر پار جانے سے
 صرف شاہی حکم انتہائی کیوجہ سے رک گیا۔ مگر زیادہ یقینی ہے
 کہ ہیمپڈن نے دریائے نارگینٹ کے قریب ایک قطعہ زمین کا خرید
 لیا تھا۔ جان ہیمپڈن ایٹ کا دو سست اور ایک پختہ قابلیت
 کا شخص تھا۔ اس میں لوگوں کو سمجھانے کی بے مثل قوت تھی۔ اسکی
 حیات ذہن، اسکی ہمارت علمی اور اسکی محبت امیر اخلاقی پاکیزگی
 اپنی تلخ آب ہی تھی۔ ۱۶۲۶ء کے جبری قرضے کی شرکت سے انکار
 کر کے وہ پہلے ہی اپنی طبیعت کی مضبوطی کا ثبوت دیکھا تھا۔ اسنے
 اب پھر اسی قسم کے انکار سے کام لیا۔ اور محصول جہاز کو ایک
 خلاف قانون استحقاق قرار دیکر ملک سے حفاظت قانونی کا مطالبہ کیا۔
 شمال کی مقاومت کی خبر سکر لوگوں میں جوش پیدا ہی ہوا
 تھا کہ عین اس حالت میں ہیمپڈن کی مقاومت کا حال معلوم ہوئے
 تمام انگلستان میں ایک سنسنی پیدا ہو گئی۔ اسکاٹ لینڈ کا پیمانہ نصیر لیز
 ہو چکا تھا۔ انگلستان میں لوگ محصول جہاز کے متعلق جدوجہد کے
 شروع ہونے کا انتظار کر رہے تھے کہ بادشاہ نے اپنے قطعی

۱۶۳۴
 جنوری
 مقاومت

و آخری احکام سے ادنبرا کے پادریوں کو مجبور کر دیا کہ وہ گرجوں میں
 نیا طریقہ عبادت جاری کریں۔ لیکن سنٹ جانلز کے گرجا میں نیا
 عبادت کے کھلتے ہی ہمارے سہی برپا ہو گئی اور اس کا نتیجہ یہ ہوا
 ایک خوفناک شورش کی صورت اختیار کر لی۔ جب گرجا خالی ہو گیا
 اس وقت پادری نے اس کتاب کو پڑھا۔ لیکن بدولی کی ترقی نے ججوں کو
 خوفزدہ بنا دیا اور انہوں نے فیصلہ کیا کہ باہ شاہ کے حکم کا منشا
 یہ تھا کہ کتاب خرید لی جائے اسکے استعمال کرنے نہ کرنے کی کوئی شرط
 نہیں تھی۔ چنانچہ اس کتاب کا استعمال فوراً ترک کر دیا گیا اور
 اسکے دوبارہ جاری کرنے کے متعلق جو غضبناک احکام انگلستان سے
 آئے اس پر اسکاٹ لینڈ کے ہر حصے سے اعتراضات کی بھرمار ہونے
 لگی۔ صرف تنہا ڈیوک لیناکس اپنے ساتھ اسکاٹ لینڈ و خواستیں عدالت میں
 لایا تھا۔ اسکے ساتھ ہی پادری 'امرا اور معززین سب کے سب ادنبرا
 میں جمع ہو گئے تاکہ ایک قومی مقاومت کا انتظام کریں۔ اسکاٹ لینڈ
 کے ان حالات کا فوری اثر یہ ظاہر ہوا کہ سرحد کے جنوب جانب
 بدولی کا علانیہ اظہار ہونے لگا۔ لاڈ نے پیرن کی ضخیم کتاب کا
 صلہ یہ دیا تھا کہ اسے قید خانے میں ڈال دیا تھا لیکن اس سے
 اسکی ہمت میں ذرا بھی فرق نہیں آیا اور قید خانے ہی میں اسنے
 ایک نیا رسالہ لکھ ڈالا جس میں اساتفہ کو گرگ و زندہ اور شیطان کے
 امرا کہا گیا تھا۔ اسکے ساتھی قیدی جان بیٹوک نے اپنی "لیٹنی"
 میں لکھا تھا کہ "دوزخ کے دروازے کھل گئے ہیں اور شیاطین
 جتنے دعائے پینے ہوئے ہم لوگوں میں آٹے ہیں۔" لندن کے

۲۳ جولائی

ایک پادری کو ہائی کمیشن نے خاموش کر دیا تھا۔ اسنے تمام عیسائیوں کے نام پر استدعا شایع کی کہ "اساتقہ کو روحوں کے تباہ کرنے والے خونخوار ورنڈے اور وچال کے دوست سمجھ کر ان سے مخالفت کی جائے۔ ان تحریات کے ساتھ عام بہروری نے اگر یہ ظاہر نہ کر دیا ہوتا کہ عام جوش کا طوفان کس زور سے اٹھ رہا ہے تو اس قسم کے ہفتوات کی کوئی پروا بھی نہ کرتا۔ پرن اور اسکے رفیق رسالہ نویسوں کو جب لاڈ نے "مفسدہ پروازی کے نقارے" کہہ کر اسٹارچمبر کے سامنے حاضر کیا اور ان عدالت نے انکی تشہیر اور قید مادام الحیات کا حکم دیا تو ان لوگوں نے بے پروائی سے اس حکم کو سنا ان کی سزا کے دیکھنے کیلئے جو مجمع بیلیس ہاؤس (صحن ایوان) میں جمع ہو گیا تھا وہ ان لوگوں کے کان کھٹتے ہوئے دیکھ کر آئیں اور سسکیاں بھرنے لگا اور جب پرن نے بزور یہ کہا کہ یہ حکم قانون کے خلاف ہے تو تمام مجمع میں ایک شور مچ گیا۔ جب یہ لوگ قید خانے کو جا رہے تھے تو شرک کے کنارے پر ایک لاکھ باشندگان لندن جمع تھے۔ لوگ انہیں "شہید" کا خطاب دیتے تھے اور ان "شہیدوں" کی یہ روانگی ایک شاندار جلوس معلوم ہوتی تھی۔ عام جوش کے اس طرح یکبیک ظاہر ہو جانے سے لاڈ گھبرا سا گیا مگر اسکی جرات میں فرق نہیں آیا۔ پرن کے سفر میں جن لوگوں نے اسکی خاطر مدارات کی تھی وہ سب اسٹارچمبر کے روبرو طلب کئے گئے اور اسکے ساتھ پیورمین چھاپے خانوں پر بھی احتساب سمیٹنے کا مقصد کی سختی اور بڑا دھچکی لیکن اصلی خطرہ ان ناسمجھ جوشیلوں کے ہتک آمیز نوٹوں سے نہیں تھا بلکہ اصلی خطرہ اسکالینڈ کی روش اور سمیڈن کے

مقدمے کے اثر عالم کے اندر تھی تھا۔ ججوں کے پورے اجلاس میں بارہ روز تک محصول جہاز کے معاملہ میں تقریریں ہوتی رہیں۔ یہ ثابت کیا گیا کہ گورنمنٹ نے اس معاملے میں یہ مقصود تھا کہ صرف شدید و ہنگامی ضرورت کے وقت عاید کیا جاتا تھا اور بندرگاہوں اور ساحلی شہروں ہی تک محدود رہتا تھا۔ نیز یہ کہ باضابطہ قانون کے رو سے اسکا اجراء قطعاً ناجائز تھا۔ یہ محصول علانیہ طور پر انگلستان کے "توانین بنیادی" کے خلاف تھا۔ مقدمہ ملتوی کر دیا گیا مگر اس بحث کا اثر نہ صرف انگلستان بلکہ اسکالینڈ پر بھی پڑا۔ چارلس نے اہل اسکالینڈ کی درخواستوں کا صرف یہ جواب دیا تھا کہ تمام بیرونی اشخاص دارالسلطنت سے چلے جائیں۔ لیکن ادنیٰ کی مجلس شاہی اس حکم کو عمل میں لانے سے مجبور تھی امراء و شرفاء نے اپنے گھروں کو روانہ ہونے کے قبل اپنے قائم مقاموں کی ایک جماعت نامزد کر دی تھی اور اس جماعت نے تمام موسم سرما میں بادشاہ سے مسلسل مراسلت جاری رکھی۔ دوسرے موسم بہار میں اس مراسلت کا سلسلہ ٹوٹ گیا کیونکہ ان کے منتشر ہو جانے اور کتاب عبادت کے قبول کرنے کیلئے دوبارہ احکام آگئے تھے اس آراء میں انگلستان کے ججوں نے ہیمپڈن کے مقدمے میں بعد مدت اپنا فیصلہ سنایا۔ صرف دو ججوں نے اس کے موافق رائے دی اور تین ججوں نے قانونی وجوہ سے ان سے اتفاق کر لیا تھا مگر باقی سات ججوں نے کثرت رائے سے اس کے خلاف فیصلہ کر دیا۔ ایک عام اصول یہ قرار دیا گیا کہ خود سرانہ محصول کے خلاف جس قدر قانون ہیں وہ بادشاہ کی مرضی کے مقابلے میں سخت نہیں ہو سکتے۔

جج بارکلی نے کہا کہ میں نے کبھی نہ پڑھا نہ سنا کہ قانون بادشاہ ہے مگر یہ ایک عام بات اور بہت صحیح ہے کہ بادشاہ قانون ہے "جسٹس" نے دوسرے ججوں کی رائے کا خلاصہ بیان کرنے کے بعد یہ کہا کہ پارلیمنٹ کے وہ تمام قوانین جو بادشاہ سے حفاظت ملک کے اختیار کو سلب کرتے ہوں کالعدم ہیں۔ پارلیمنٹ کے ججوں کو ان قوانین پر قرار دیتے ہیں کہ بادشاہ کو اپنی رعایا پر اور اسکے جان و مال پر کوئی اختیار نہیں ہے وہ سب ناجائز ہیں کیونکہ پارلیمنٹ کے قوانین اس قسم کی متضاد باتیں جائز نہیں رکھتے۔"

عبدالرشید شاہ

نائب السلطنت نے آرلینڈ سے سختی کے ساتھ لکھا تھا کہ "میری خواہش تو یہ تھی کہ ہیمپڈن اور اسی قسم کے دوسرے لوگوں کو اتنے کوڑے لگائے جاتے کہ ان کے حواس درست ہو جائے۔ چونکہ فیصلے پر اہل دربار بڑی خوشیاں منارہے تھے مگر دتورکھ صاف طور پر دیکھ رہا تھا کہ ہیمپڈن کا مقصد پورا ہو چکا ہے۔ اسکی مقاومت نے انگلستان کو اپنی آزادی کی طرف سے مستند کر دیا ہے اور بادشاہ کے وعاوی کی اصلی حقیقت عیاں ہو گئی ہے۔ آخر میں اعلیٰ سے اعلیٰ پیورٹین کے مزاج میں جیسی درستی و سختی پیدا ہو گئی تھی اسکا اندازہ لٹن کے قصیدے "لیسیڈاس" سے ہو سکتا ہے جو اسی زمانے میں لکھا گیا تھا۔ اسنے اولاً منانت و نرمی کیساتھ اظہارِ رنج کیا ہے مگر پھر یکایک اسکا غصہ بھڑک اٹھا ہے کیونکہ کلیسا خطرات میں گھرتا جاتا تھا۔ لوگوں کے منہ بند ہیں اور حالت یہ ہو گئی ہے کہ یہ لوگ ایک بھیر کو بھی نہیں سنبھال سکتے۔"

بھوکی بھیریں ان کی طرف تکتی ہیں اور کھانے کو نہیں پاتیں مگر روم کے ہیئت ناک بھیرے خوب فراخی کے ساتھ روزانہ شکم میں ہو کر کھاتے ہیں اور کوئی کچھ نہیں کہتا۔ لیکن ونورٹھ لاڈ اور چارلس کو ابھی اس دوستی کل سے سابقہ نہیں پڑا تھا جو دروازے پر تیار کھڑی تھی اور اسکی صرف ایک ضرب کافی تھی۔ عام مخالفت اگرچہ بہت سخت ہو گئی تھی مگر فوری کارروائی کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی تھی کیونکہ شمال میں ایسی وقتیں پیدا ہو رہی تھیں جن سے یقین تھا کہ حکومت مشکل میں پڑ جائیگی اور مجبور ہو کر اسے رعایا سے مدد مانگنا پڑے گی۔ بادشاہ کی طرف سے فوری اطاعت کا حکم اڈنبرا میں اسوقت پہنچا ہے جب انگلستان ہیمپڈن کے مقدمے کے فیصلے کا انتظار کر رہا تھا۔ اس حکم کے پہنچنے پر تمام وہ لوگ جنہیں اس حکم سے عذر تھا "میزوں" کے گرد جمع ہو گئے اور جانسن ساکن وارن کی صلاح سے یہ تجویز قرار پائی کہ پھر خدا کے حضور میں اسی قسم کا ایک عہد کیا جائے جیسا اس زمانے میں ہوا تھا جب میری مذہب پروٹسٹنٹ کے خلاف سازش کر رہی تھی اور اسپین آرمیڈا کی تیاری میں مشغول تھا اور لوگ ازروئے حلف اسکی پابندی کا اقرار کریں۔ اس سوقر عہد کے آخری الفاظ یہ تھے کہ "ہم خدا سے عزوجل کا نام لیکر یہ وعدہ کرتے اور قسم کھاتے ہیں کہ ہم مذکورہ بالا مذہب کی پابندی و اطاعت پر ثابت قدم رہیں گے اور بتوفیق ایزدی اس قوت کو کام میں لائیں جو خداوند تعالیٰ نے ہمارے بخوشی ہے اسکے خلافت تمام نعرشوں و خرابیوں کو رو کرینگے۔" اڈنبرا کے گرسے فرار کے صحن کلیا میں

اس میثاق پر نہایت جوش و خروش کے ساتھ دستخط ہوئے۔ اطمینان و مسرت کا یہ عالم تھا کہ جو لوگ قانون کی ذمگی سے خارج ہو چکے اور قندہ پرواز قرار پا چکے تھے وہ پھر خدا کے اس عہد میں داخل کرنے گئے۔ اعیان و اشراف کاغذ کو اپنی جیبوں میں رکھے ہوئے تمام ملک میں روانہ ہو گئے اور اسپر لوگوں کے دستخط حاصل کرنے لگے۔ پادری اپنے وعظوں میں عہد و میثاق سے اتفاق عام کیلئے زور دیتے تھے۔ لیکن درحقیقت کسی قسم کے اثر ڈالنے کی مطلق ضرورت نہیں تھی۔ دستخط کرنے والوں کے جوش کی کیفیت تھی کہ دستخط کرتے وقت انہی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے۔ بعض لوگوں کا جوش یہاں تک بڑھا ہوا تھا کہ "دستخط کرنے کے لئے اپنے جسم سے خون نکال کر روشنائی کے بجائے کام میں لاتے تھے" اسکاٹ لینڈ کا اقتدار اس جوش فانی کی تجدید سے اسکاٹ لینڈ کی آزادی میں جو قوت آگئی تھی وہ ان "عہد کنندوں" کے لب و لہجہ سے ظاہر ہے۔ اس مناسبت پر ختم کرنے کیلئے بادشاہ نے مارکوس ہلمن کو خاص اپنی طرف سے مامور کر کے بھیجا مگر اسکاٹ لینڈ پہنچتے ہی اسکے سامنے یہ مطالبات پیش کئے گئے کہ ہائی کمیشن کی عدالت بند کر دی جائے قواعد مذہبی و کتاب ادعیہ دونوں واپس لے لی جائیں ایک آزاد پارلیمنٹ اور ایک آزاد مذہبی مجلس عامہ قائم کی جائے۔ مارکوس نے جنگ کی دہلی دی مگر اسکا بھی کچھ اثر نہ ہوا اسکاٹ لینڈ کی شاہی مجلس تک نے چارس پر یہ زور ڈالا کہ وہ رعایا کو اطمینان دلانے میں زیادہ فراخ دلی سے کام لے۔ بادشاہ نے ہلمن کو لکھا تھا کہ "میں ان گستاخانہ قابل نفرت

اسکاٹ لینڈ کا اقتدار

مطالبات کو قبول کرنے کے بجائے مرنا زیادہ پسند کرتا ہوں" لیکن ضرورت اسکی تھی کہ کچھ وقت حاصل کیا جائے۔ لارڈ نارٹھمبرلینڈ نے وٹوریتھ کو لکھا تھا کہ "یہاں وطن میں بددلی گھنٹے کے بجائے بڑے رگڑ اور چارلس کی حالت یہ تھی کہ اس کے پاس نہ روپیہ تھا نہ آدمی۔ اسنے اس وعدے پر اسپن سے قرض مانگا کہ وہ ہالینڈ کے خلاف اعلان جنگ کر دے اور اڈنبرا پر قبضہ کرنے کیلئے اسنے فلینڈرز سے دو ہزار سپاہی لینا چاہئے مگر دونوں کوششیں خالی گئیں نہ قرض ہی مل سکا نہ سپاہی آسکے انگلستان کے کیتھولکوں نے کچھ رقم چندے کے طور پر پیش کی مگر اس سے خزانے کو کچھ ایسا نفع نہیں پہنچ سکتا تھا۔ چارلس نے مارکوش کو یہ ہدایت کی تھی کہ جتنک شاہی بیروہا نہ دریا فورتحہ میں نمودار نہ ہو اس وقت تک وہ کامل تفریق کو روکے لیکن بیروے کا تیار کرنا ہی فی نفسہ دشوار تھا۔ درحقیقت بادشاہ سے پہلے اسکاٹلینڈ ہی جنگ کیلئے تیار ہو گیا۔ اسکاٹلینڈ کے وہ رضا کار جو جنگ سے سالہ میں کام کر رہے تھے اپنے بھائیوں کی طلبہا پر جوق درجوق وطن میں آنے لگے۔ جنرل لرنلی ایک آزمودہ کار سے سالہ لکھا اور گسٹاوس کے زیر نظر اسنے فن جنگ کی مہارت حاصل کی تھی وہ اس نئی فوج کی سپہ سالاری کیلئے سویڈن سے اسکاٹلینڈ آیا۔ ہر ضلع میں جنگ کا ایک محصول لگایا گیا اور یہ یقینی تھا کہ تمام لوگ اس میں شرکت کریں گے۔ اس خطرے نے آخر الامر بادشاہ کو مجبور کر دیا کہ وہ اہل اسکاٹلینڈ کے مطالبات کو منظور کر لے مگر پھر بہت جلد اس رعاست کو واپس لے لیا گیا اور مذہبی مجلس عامہ ابھی پوری طرح

جمع بھی نہیں ہوئی تھی کہ اسکے بند کر دینے کا حکم دیدیا گیا۔ لیکن مجلس نے قریب قریب عام اتفاق رائے سے یہ طے کر دیا کہ وہ اپنے اجلاس جاری رکھے۔ طریق عبادت اور قواعد مذہبی میں جو بدعتیں کی گئی تھیں وہ سب خارج کر دی گئیں۔ حکومت اساتقہ کو باطل قرار دیکر اسقفوں کو اپنی جگہوں سے معزول کر دیا گیا اور طریق سپریم پوری وسعت کے ساتھ پھر قائم کر دیا گیا۔ اس اثنا میں یہ خبر ملی کہ چارلس، یارک میں ایک فوج جمع کر رہا ہے اور خود اسکاٹ لینڈ کے منتشر شاہ پرستوں کی قوت کو یکجا کر رہا ہے، اسکا جواب یہ دیا گیا کہ اوٹیرا ڈسبارن اور اسٹرنگ پر قبضہ کر لیا گیا اور دس ہزار سپاہی سازوسامان سے دست لڑی اور اول مونٹروز کے تحت میں ابروین میں داخل ہو گئے اور کیتھولک اول ہینٹلی کو قید کر کے جنوب میں لیکے۔ شاہی بیڑہ جب دریاء فورٹھ میں نمودار ہوا تو بجائے اسکے کہ اس سے ٹک پر کچھ رعب طاری ہوتا لڑی کیلئے جنگ کی ایک وجہ ہو گئی اور اسنے بیس ہزار آدمیوں کے ساتھ سرحد کی طرف کوچ کر دیا۔ چارلس بمشکل دریاء ٹوٹھ کے پار پہنچا تھا کہ وہ بڑھا خمیدہ کر سپاہی (یعنی لڑی، ڈنس لا کی پہاڑی پر خمیدہ زن ہو کر چارلس کے مقابلے کیلئے تیار ہو گیا۔

روپیہ نہ ہونے کی وجہ سے چارلس کیلئے جنگ کا جاری رکھنا

اساتقہ کی
جنگ

مشکل تھا۔ اسے مجبور ہو کر ایک آزاد مجلس مذہبی اور اسکاٹ لینڈ کی پارلیمنٹ کے اجتماع کی منظوری دینا پڑی۔ لیکن وہ بروک کی اس مصالحت کو التوائے جنگ سے زیادہ نہیں سمجھا تھا۔ ونورٹھ کا

آئرلینڈ سے بلایا جانا یہ ثابت کرتا تھا کہ سخت کارروائی کا انتظام ہو رہا ہے۔ اہل اسکاتلینڈ نے اس صلئے جنگ کا جواب یہ دیا کہ انہوں نے فرانس سے مدد مانگی۔ اسکاتلینڈ کے سرگروہوں اور فریبی دربار کے درمیان جو مراسلت ہو رہی تھی اس میں سے ایک مراسلت چارلس کے ہاتھ آگئی اور اس سے اسکے دل میں یہ امید پیدا ہوئی کہ اہل انگلستان اپنی وفاداری کے باعث اسکاتلینڈ کی اس عذاری کا مقابلہ کرنے کیلئے آمادہ ہو جائیں گے۔ دنورٹھ جو اب اہل اسٹریفڈ بنا دیا گیا تھا برابر اس امر پر زور دیرہا تھا کہ اہل اسکاتلینڈ کو سرحد پار بھگا دینا چاہئے۔ اسنے اب چارلس کی اس رائے سے اتفاق کر لیا کہ ایک پارلیمنٹ طلب کی جائے اور یہ مراسلت اسکے پیش کی جائے۔ اس سے بادشاہ کے خیال کے موافق لائحہ عمل ایک جوش پیدا ہو جائے گا اور اس جوش سے فائدہ اٹھا کر ایک بڑی رقم منظور کرائی جائے گی۔ ادھر چارلس نے وہ پارلیمنٹ طلب کی جو اپنے قلیل زمانہ اجلاس کی وجہ سے مختصر العہد پارلیمنٹ کے نام سے مشہور ہے۔ ادھر اسٹریفڈ فوجیں جمع کرنے کیلئے بعجلت تمام آئرلینڈ پہنچا۔ چودہ روز اندر اندر اسنے اپنی مطیع پارلیمنٹ سے روپیہ و آدمی منظور کر لیا اور کامیابی سے سرست وقت پر انگلستان آپہنچا تاکہ وسٹ منسٹر کی پارلیمنٹ کے اجلاس میں شریک ہو سکے مگر جو سوچا گیا تھا اس میں ناکامیابی ہوئی۔ دارالعوام کے ہریک رکن کا یہ خیال تھا کہ اہل اسکاتلینڈ و حقیقت انگلستان کی آزادی کیلئے لڑ رہے ہیں اور اسلئے اہل اسکاتلینڈ پر ان کے حملہ آور ہونے کی ہریک توقع غلط ثابت ہوئی۔ گرفتار شدہ

مختصر العہد پارلیمنٹ
اپریل ۱۶۴۰ء

خلوط کو خاموشی کے ساتھ علیحدہ رکھ دیا گیا اور دارالعوام نے حسب دستور سابق
یہ اعلان کر دیا کہ عطاءے رقوم کے پہلے شکایات کا رفع ہونا ضروری ہے۔
جب تک مذہب، حقیقت اور پارلیمنٹ کی آزادی کی ضمانت بچائے گی
اس وقت تک کوئی رقم منظور نہیں کیجا سکتی۔ "محمول جہاز" کے ترک کر دینے کے
وعدے پر بھی پارلیمنٹ اپنے عزم سے باز نہ آئی۔ آخر تین ہفتے کی
نشست کے بعد اسے برطرف کر دیا گیا۔ اسپر ایک محبت وطن سرگروہ سنٹ جان
نے یہ کہا کہ "کام کے بننے کے پہلے اسکا بگڑنا ضروری ہے۔" ملک میں
اس سے ایک عجیب و غریب حرکت پیدا ہو گئی۔ لارڈ ٹامپسن نے
لکھا کہ "کسی شخص کو یاد نہیں کہ ملک میں اسکے قبل کبھی ایسا انحراف عام
پیدا ہوا ہو۔" صرف ایک اسٹریفرڈ تھا جو اس سے مرعوب نہیں ہوا تھا۔ اسے
یہ حجت نکالی کہ پارلیمنٹ نے جو بادشاہ کے ضروریات کو پورے کرنے
الٹا کر دیا ہے اسلئے بادشاہ "اب حکومت کی تمام پابندیوں سے
آزاد ہو گیا ہے" اور اسے حق ہے کہ جس طرح چاہے اپنی ضرورت کو
پورا کرے۔ اہل جنگ پر تکا ہوا تھا اور شاہی فوج کی کمان اپنے
ہاتھ میں لیکر شال کے طرف پیش قدمی کی۔ لیکن اہل اسکاتلینڈ بھی سرحد کو
عبور کرنے کیلئے تیار تھے۔ وہ ایک انگریزی دستے کی آنکھوں کے
سامنے ٹان سے گزر کر نیوکیسل پر قابض ہو گئے اور اپنے تجاویز صلح
اسی شہر سے روانہ کئے۔ انہوں نے بادشاہ سے یہ درخواست کی تھی
کہ وہ اپنی شکایات پر غور کرے اور "انگلستان کی پارلیمنٹ کے مشورے
و منظوری سے ایک مستحکم و قابل اطمینان صلح قرار دے" اس درخواست
ساتھ ہی یارک کی طرف (جہاں چارلس مایوسی کی حالت میں پڑا ہوا تھا)

کوچ کرنے کی بھی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ اسٹریفرڈ کی فوج ایکس
 ہیر سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتی تھی اور تہہ رسید و ترغیب کی طرح
 سے بھی وہ اسے اپنے فریض کی انجام دہی پر آمادہ نہیں کر سکتا تھا۔
 مجبور ہو کر اسے یہ اعتراف کرنا پڑا کہ ابھی دو ہینے گزریں تو یہ فوج
 کام کے قابل ہو سکے گی۔ چارلس نے ہمت حاصل کر لی مگر اس سے بھی
 کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اسکے عقب میں انگلستان بھی بالکل بغاوت پر آمادہ تھا۔
 لندن کے مزدوروں نے لیمنٹہ میں لارڈ کو گھیر لیا۔ سنٹ پال میں ہائی کیشن
 کے اجلاسوں کو منتشر کر دیا۔ ہر جگہ اس جنگ پر "اساقفہ کی جنگ" کے نام سے
 نعت بھیجی جا رہی تھی۔ نئے سپاہیوں نے اپنے ان افسروں کو
 قتل کر ڈالا جنکی نسبت کیتھولک ہونے کا شک تھا۔ راستے میں
 جسقدر گرجے ملے اسکے قرباں گاہ کے کھڑوں کو توڑ ڈالا اور اپنے
 اپنے گھروں کو بھاگ گئے۔ لارڈ وہارن اور لارڈ ہاورڈ دو امیروں نے
 جرات کر کے خود بادشاہ کے سامنے یہ درخواست پیش کی کہ اسکاٹ لینڈ
 سے صلح کر لی جائے۔ اسپر اسٹریفرڈ نے انہیں گرفتار کر لیا اور یہ تجویز
 کی کہ انہیں باغی قرار دیکر گولی مار دی جائے۔ مگر انگلستان کی مجلس شاہی
 ایسی بیباکانہ کارروائی کی جرات نہ کر سکی۔ بادشاہ اب تک اس فکر میں تھا
 کہ پارلیمنٹ کے طلب کرنے کی ذلت سے بچ جائے۔ اس نے
 امر کی ایک مجلس عظمیٰ یارک میں طلب کی لیکن امر کے عام طور پر
 انکار کر دینے سے یہ تجویز بیکار ہو گئی۔ چارلس کا دل غصے و شرم سے
 بھرا ہوا تھا مگر آخر مجبور ہو کر اسنے پھر دست منسٹ میں ہر دو ایوانوں
 پارلیمنٹ کو طلب کیا۔

طویل العہد پارلیمنٹ

۱۶۴۳ — ۱۶۴۰

{ اسٹاؤ۔ کلیئرٹن کی تاریخ بغاوت (History of the Rebellion)

کے متعلق ہیلم نے بہت صحیح کہا ہے کہ وہ تاریخ کے بجائے ایک تذکرہ ہے۔ "رانکے نے بڑی خوبی سے اس کتاب کا تجزیہ کر کے یہ ظاہر کیا ہے کہ اس کے مختلف حصوں کی قدر قیمت مختلف ہے۔ اس کے اعلیٰ طرز بیان اور واقعہ نگاری کی وجہ سے اس کتاب کا ادبی ذوق ہمیشہ قائم رہے گا مگر جنگ کے قبل کے جس قدر واقعات اس میں بیان کئے گئے ہیں وہ سب اسوجہ سے ناقص ہو گئے ہیں۔ کہ مصنف نے اس وقت جو روش اختیار کی اور بعد کو اس نے جس طرح پارلیمنٹ کی کارروائیوں کو بیان کیا ان میں سخت تخالف پیدا ہو گیا ہے۔ اس کے علاوہ اس نے دیدہ و دانستہ اپنے پارلیمنٹ والے مخالفین کے متعلق حاسداانہ دروغ بیانی سے کام لیا ہے اور انہیں برا کر کے دکھایا ہے۔" طویل العہد پارلیمنٹ

(History of the long Parliament)

کی تاریخ۔

ایک حد تک صحیح و بے لوث ہے لیکن پارلیمنٹ کے کاموں کی اصلی کیفیت خود اسی کی کارروائیوں سے معلوم ہو سکتی ہے جنہیں سوائف ورنی اور سر سائمنڈز ویوز نے اپنی یادداشتوں میں محفوظ رکھا ہے۔ ویوز کی یادداشت بھی شائع نہیں ہوئی ہے مگر سٹرفاسٹر نے

اپنی دو تصنیفوں (تعرض اعظم) (The grand remonstrance) اور
 ”پانچ ارکان کی گرفتاری“ (The arrest of the five members) میں
 اس سے بہت کچھ اخذ کیا ہے۔ شورٹھ اور نیلسن نے سرکاری
 کاغذات کا جو مجموعہ جمع کیا ہے وہ اس عہد کے لئے لایا ہی
 ہیں۔ بہت سے تذکروں سے بھی اس عہد پر روشنی پڑتی ہے
 جن میں واٹ لاک، لڈلو، سرفلپ وارک وغیرہ کے تذکرے
 خاص ہیں۔ مسز جین نے اپنے شوہر کا ایک تذکرہ لکھا ہے،
 بیکنسٹرنے خود اپنی سوانح عمری لکھی ہے۔ یہ کتابیں بھی کار آمد
 ہیں۔ آرمسٹری کاغذات اور ان خطوط سے جو کارٹ نے جمع کئے ہیں
 آئرلینڈ کے متعلق بہت وسیع سامان فراہم ہو جاتا ہے۔ اسکاٹ لینڈ کے
 متعلق پہلی کے خطوط اور سٹر برٹن کی تاریخ دیکھنا چاہئے۔ انگلستان
 اور آئرلینڈ میں کیتھولکوں نے جو سازشیں کیں ان کی بابت لنگرڈ کی
 تصانیف سے مفید معلومات حاصل ہوتے ہیں۔ گیزو نے غیر ملکی تعلقات کے
 متعلق خاص توجہ کی ہے۔ سٹر فارسٹر نے اپنی کتاب ”دربارین دولت عامہ“

(Statesmen of the Common wealth) میں اس وقت کے

دوسرے دربارین کیساتھ پیم کے حالات بھی بہت اچھی طرح بیان کئے ہیں
 اور سٹر گولڈول اسمتھ نے ایک مضمون خاص پیم کے متعلق لکھا ہے اس
 عہد کے عام حالات کے متعلق سٹر سینٹ فرڈ کی ایشالی تشریحات

بغاوت عظمیٰ (Illustration of the great rebellion)

سے بہت سے قابل قدر حالات کا پتہ چلتا ہے {
 اس تحریر کے لکھے جانے کے بعد سٹر گارڈنر نے اپنی

تاریخ ۱۶۲۷ء تک پہنچادی ہے۔ (مدیر)

پہم

جس طرح اسٹرنیوڈ، ظلم مجسم تھا، اسی طرح جان پم قانون مجسم تھا۔ سٹ سنٹر میں نئی پارلیمنٹ کے پہلے اجلاس کے وقت سے آخر زمانے تک پم دارالعوام کا سرگروہ بنا رہا۔ وہ سمرسٹ شاہ کے ایک سزز خاندان کا رکن تھا اور دولت بھی اس کے پاس کافی تھی۔ وہ ۱۶۱۴ء کی پارلیمنٹ میں منتخب ہوا تھا اور اسی وقت سے اس کی سیاسی سوانح عمری کا دور شروع ہوتا ہے پارلیمنٹ کے بند ہونے کے وقت وہ قید کر دیا گیا تھا مگر ۱۶۲۲ء کی پارلیمنٹ کے ممتاز ارکان میں وہ بھی شامل ہے، اور جیمز نے جن بارہ "سفرائے سلطنت" کے لئے وائٹ ہال میں کرسی لانے کا حکم دیا تھا، ان میں ایک پم بھی تھا۔ چارلس کے ابتدائی مظالم کے مقابلے میں وہ جن مہجانبان وطن کے دوش بدوش سینہ سپر رہا تھا وہ تقریباً سب دنیا سے اٹھ گئے تھے اور ان میں سے اب صرف پم باقی رہ گیا تھا لگ بڑھا ہو کر مر گیا، کائن مظالم سے دل شکستہ ہو کر دنیا سے رخصت ہوا، ایلین نے ٹاور میں جان دی۔ ونٹورٹہ منحرف ہو گیا تھا۔ ایک پم رہ گیا۔ مگر اس کے صبر و استقلال میں کسی طرح فرق نہیں آیا تھا۔ اس گیارہ برس میں جس قدر ظلم و جور پڑتا گیا اسی قدر پم کی عظمت کا خیال بھی از خود ترقی کرتا گیا۔ وہی ایک

شخص تھا جسے اس امر میں کبھی شک نہیں ہوا کہ آخر الامرزادہ
 و قانون ہی کو فتح حاصل ہوگی اور اسی وجہ سے وہ ہر شخص
 کا مرجع امید و بلجاء یقین بن گیا تھا۔ اس دور کے اختتام کے
 قریب کلیرنڈن اس کی نسبت لکھتا ہے کہ نہ کبھی کسی شخص
 کو اس سے زیادہ بہر و عزیز حاصل ہوئی ہے، اور نہ کسی
 میں اس سے زیادہ ایذا رسانی کی قوت پیدا ہوئی ہے
 جس نفرت کے ساتھ یہ الفاظ لکھے گئے ہیں اس سے اسکی
 اہمیت اور بڑھ جاتی ہے اس لئے یہ دکھا دیا تھا کہ انتظام
 کس طرح کرنا چاہئے اور جب انتظار کا زمانہ ختم ہو جائے
 تو عمل کیونکر شروع کرنا چاہیے۔ طویل الہمد پارلیمنٹ کا
 انتخاب جب قریب آیا تو وہ گھوڑے پر سوار تمام
 انگلستان میں دورہ کر کے رائے و ہندوں کو آگاہ کرتا پھرتا تھا
 کہ کیسا نازک وقت آگیا ہے۔ دارالعوام کے جمع ہونے پر
 وہ صرف شیوشٹاک کے نمائندے کی حیثیت سے نہیں بلکہ
 دارالعوام کے مسلمہ سرگروہ کی حیثیت سے اپنی جگہ پر آیا۔ ارکان پارلیمنٹ
 میں وہ بات کے معززین کی کثرت تھی مگر ان میں
 چند ہی ایسے تھے جو کسی سابق پارلیمنٹ میں شریک ہوئے
 ہوں اور ان محدودے چند افراد میں بھی کوئی پیم سے
 زیادہ یہ قابلیت نہیں رکھتا تھا کہ آنے والی کشمکش میں پارلیمنٹ
 کی روایات کو قائم رکھ سکے۔ پیم کی فصیح البیانی میں اگرچہ
 ایلینٹ اور ونورٹھ کی سی مجرات و آمد نہیں تھی مگر اس کا

وزنی اور منطقی استدلال ایک بزمِ غفیر کے مطمئن کرنے اور انکی رہنمائی کے لئے بہت موثر تھا۔ چم کی فصیح البیانی کو اس کے مزاج کے سکون، امور عامہ کے انتظام میں اس کی مہارت و ترتیب، اور مباحثے کو حسبِ مطلب چلانے کی عملی قوت سے تقویت مزید حاصل ہو گئی تھی چم کے ان اوصاف سے پارلیمنٹ کی کارروائیوں میں ایک ایسی نظم و ترتیب پیدا ہو گئی کہ اس سے قبل کبھی یہ کیفیت ظاہر نہیں ہوئی تھی۔ یہ خوبیاں اگرچہ بجائے خود بہت ہی قابلِ قدر تھیں، مگر چم میں ان سب سے بالاتر ایک اور خوبی تھی جس نے اسے پارلیمنٹ کے سرگروہوں میں سب سے بلند درجہ دینے کے ساتھ ہی سب سے جلیل القدر بھی بنا دیا تھا۔ وہ بالٹو ارکان جو سینٹ اسٹیون میں جمع تھے ان میں وہی ایک شخص تھا جس نے صاف طور پر یہ سمجھ لیا تھا کہ کن مشکلات سے سابقہ پڑنے والا ہے اور کس طرح ان مشکلات کا تدارک کرنا چاہئے یہ یقین تھا کہ پارلیمنٹ اور بادشاہ کے درمیان کشمکش پیش آئے گی۔ یہ بھی اغلب تھا کہ اس قسم کی کشمکش میں مثل سابق کے اس وقت بھی دارالامرا و العوام کے لئے سنگِ راہ ثابت ہوگا۔ برابر کی طاقتوں کے اس تصادم میں قدیم آئینی گروہ کی تمام تگ و پو و فتر پارلیمنٹ کی طرح بیکار تھی۔ اس تصادم کے لئے قانون میں کوئی دفعہ نہیں تھی اور نظائر سابقہ سے نہایت ہی

اسکا سیاسی
لکھنے

موبوم و مشکوک روشنی پڑتی تھی۔ نظائر کے متعلق پیم کے
 معلومات اور لوگوں سے کم نہ تھے مگر آئینی اصول کے
 سمجھنے میں وہ سب سے بڑھا ہوا تھا وہ پہلا انگریز
 ممبر تھا جس نے آئینی تناسب کا اصول دریافت کیا اور
 اسے اپنے وقت کے سیاسی حالات سے تطبیق دی۔ اس نے
 یہ رائے قائم کی کہ آئینی نظام زندگی کے عناصر میں پارلیمنٹ کا
 درجہ بادشاہ سے بڑھا ہوا ہے اور اس کے ساتھ ہی اس نے
 یہ بھی رائے قائم کر لی کہ خود پارلیمنٹ کے اندر اصل شے والعوام
 ہے آئذہ کی تمام جدوجہد میں انہیں دو بنیادوں پر اس نے
 اپنے طرز عمل کی عمارت کھڑی کی۔ جب چارلس نے پارلیمنٹ
 کے ساتھ مل کر کام کرنے سے انکار کیا تو پیم نے اس انکار
 کو بادشاہ کی طرف سے عارضی دست برداری قرار دیا جس سے
 نئے انتظامات ہونے تک عالمانہ اختیارات گویا پروویو ایوانہ اسے
 پارلیمنٹ کے ہاتھ میں آگئے۔ جب وارالامرانے امور عامہ میں
 رکاوٹ پیدا کی تو اس نے انہیں تہمتہ کر دیا کہ اس صورت
 میں "سلطنت کو بچانے کی ذمہ داری تنہا وارالعوام کے ہاتھ
 میں آجائے گی" اس وقت یہ دونوں اصول انقلاب انگریز معلوم
 ہوتے تھے مگر پیم کے زمانے سے یہی دونوں اصول انگلستان
 کے نظام حکومت کی بنیاد قرار پائے ہیں۔ جمیز دوم کے
 ملک سے چلے جانے کے بعد مجلس عارضی اور پارلیمنٹ
 دونوں نے پہلے اصول کو مستحکم کر دیا اور ۱۶۸۹ء کے قانون

اصلاح کے بعد ہر جگہ یہ تسلیم کر لیا گیا کہ ملک کی حکومت
 فی الحقیقت دارالعوام کے ہاتھ میں ہے اور اسے صرف وہ وزرا
 انجام دے سکتے ہیں جو دارالعوام کے فریق غالب کے قائم مقام
 ہوں۔ درحقیقت چیم کا مزاج انقلاب پسندوں سے بہت مختلف
 تھا۔ بہت کم لوگ ایسے ہوئے ہیں جن کی طبیعت میں ایسی
 وسیع ہمدردی اور قوت عملی پائی جاتی ہو۔ اس کے مقصد میں
 اگرچہ نہایت سنجیدگی و وقار پایا جاتا تھا مگر اس کے مزاج میں
 شگفتگی بلکہ پوری زندہ ولی موجود تھی۔ وہ اسٹریٹزڈ کے خلاف
 غضبناک الفاظ استعمال کرنے کے بعد ہی لیڈی کارلائل کے ساتھ
 شیریں کلامی میں مشغول ہو جاتا تھا۔ جس زمانے میں معاملات ملکی
 کے بارے میں اس کی زندگی کا خاتمہ ہوا جا رہا تھا، اس
 زمانے میں بھی اس کی صحبت میں ایسی خوش وقتی و دلچسپی
 پائی جاتی تھی کہ بچپن طرفداران شاہی اس پر سیکڑوں لفو الزامات
 لگاتے تھے۔ اس کی طبیعت کی یہی پُر زور قوت و دلپذیر
 ہر گری تھی جس نے اول ہی سے یہ ظاہر کر دیا تھا کہ ہمیں
 فطرۃً تمام لوگوں پر حاوی ہو جانے کی عجیب و غریب قابلیت
 موجود ہے۔ اس نے فوراً ہی یہ ثابت کر دیا کہ وہ نہایت باتبر
 سیاست دان اور بہت ہی باوقار مقرر ہے۔ وہ جس آسانی
 کے ساتھ شاہ پرستوں کی پیچیدہ سازشوں کا سراغ لگا لیتا تھا
 اسی آسانی کے ساتھ وہ اپنے اشتعال انگیز الفاظ سے عوام
 کے جذبات کو بھی بھڑکا دیتا تھا وہ آرمیڈا کی آمد سے

چیم کی سیاسی
 ذکاوت

چار برس پہلے یعنی ۱۵۸۴ء میں پیدا ہوا تھا اور اس لئے جب اس کا اصلی کام شروع ہوا ہے اس وقت اس کا سن زمانہ کمولت سے گزر چکا تھا لیکن طویل العہد پارلیمنٹ کے پہلے ہی اجلاس میں اس نے ایک زبردست حکمراں کے اوصاف کا اظہار شروع کر دیا تھا، اس میں بے انتہا رحمت کشی و تحمل کے ساتھ انتظام کی قابلیت، صبر، ہوشیاری، اپنے گرو و پیش کے لوگوں میں اعتماد پیدا کرنے کی طاقت، ہمت مردانہ و عزم قوی، سب خوبیاں موجود تھیں۔ کسی انگریز حکمراں نے ایسی شرفی اور حکمرانی کی ایسی قابلیت کا کبھی اظہار نہیں کیا ہے جیسی اس سمرٹ شائر کے اسکوائر سے ظہور میں آئی جسے اسکے دشمن ازراہ حسد شاہ پیم "کھا کرتے تھے اور ان کا یہ کہنا بالکل صحیح تھا۔

پارلیمنٹ کے انتخابات کے قریب زمانے میں ہیمپڈن و پیم کے تمام انگلستان میں گشت کرنے کی مطلق ضرورت نہ تھی کیونکہ پارلیمنٹ کی طلب کے ساتھ ہی تمام سلطنت میں ایک نئی روح پیدا ہو گئی تھی۔ پورٹینوں کا پیو انگلینڈ کو جانا دفعہ بند ہو گیا تھا۔ بقول و تھراپ اس تغیر نے تمام لوگوں کو ایک نئے عالم کی توقع میں انگلستان کے اندر روک دیا، پورٹینوں کے ہر ایک منبر سے عام بدولی کی آواز بلند ہونے لگی اور رسالوں کی ایک بھرمار ہو گئی۔ میں برس کے اندر تیس ہزار رسالے شائع ہوئے اور

انگلستان سیاسی مباحث کا ایک اکھاڑا بن گیا۔ ارکان دارالعوام
 ۱۶۴۰ء میں عزم و استقلال کے ساتھ وسٹ منسٹر میں جمع ہوئے اسکے
 مقابلے میں بادشاہ کے تذبذب آمیز الفاظ بہت ہی تباہ کن معلوم
 ہوتے ہیں۔ مہر رکن اپنے قصبے یا صوبے سے شکایات کی ایک ایک
 درخواست اپنے ساتھ لایا تھا علاوہ ان کے اہل شہر اور کاشتکاروں
 کی نئی نئی درخواستیں روزانہ آتی رہتی تھیں۔ ان درخواستوں کی جانچ
 کرنے اور ان کے متعلق رائے دینے کے لئے چالیس کمیٹیاں
 (مجلسیں) مقرر ہوئیں اور انہیں مجلسوں کے معروضات کی بنا پر
 دارالعوام نے کارروائی جاری کی۔ پرین اور اس کے ساتھ کے دوسرے
 "شہدا" قید خانوں سے نکالے گئے اور جب یہ لوگ لندن میں
 ہو کر گزرے تو لوگ ہر طرف شور تحسین بلند کرتے اور ان کے
 راستوں میں پھول بچھاتے جاتے تھے۔ شاہی عمال کے ساتھ
 دارالعوام نے بہت سخت برتاؤ کیا۔ ہر صوبے میں یہ حکم پھیر دیا
 کہ جن عمدہ داروں نے شاہی احکام کے موافق حکومت کا
 کام انجام دیا ہے ان کی ایک فہرست تیار کر کے دارالعوام
 میں پیش کی جائے۔ ان عمدہ داروں کو "فضور دار" کے لفظ
 سے یاد کیا گیا تھا لیکن پارلیمنٹ نے سب سے زیادہ بادشاہ
 کے وزراء خاص کو نشانہ بنایا۔ لوگ لاؤ سے بھی اس درجہ
 منتظر نہیں تھے جس قدر اسٹریفورد سے بنیاد تھے۔ اسٹریفورد کا
 جرم صرف یہی نہیں تھا کہ وہ بادشاہ کے ظلم و ستم کا ایک اک
 تھا بلکہ وہ "دولت عامہ" کا سب سے بڑا باغی تھا۔ اسکی نسبت

اسٹریفورد
 کا مواخذہ

لارڈ ٹولگی نے اپنے سب دشمنوں کو ان تہدید آمیز الفاظ پر ختم کیا تھا کہ "اُسے یہ امید نہ رکھنا چاہئے کہ اس دینا میں اسے معافی ملجائے گی بلکہ حصول معافی کے لئے اسے دوسری دینا میں پہنچا دیا جائے گا" وہ اس خطرے سے آگاہ تھا مگر چارلس نے اسے مجبور کر کے دربار میں بلایا اور حسب عادت خود حجرات کر کے پارلیمنٹ کے سرگروہوں پر پہلے ہی یہ الزام لگا دیا کہ انہوں نے اہل اسکاٹ لینڈ سے باغیانہ مراسلت کی ہے۔ جس وقت وہ اپنی تجاویز چارلس کے روبرو پیش کر رہا تھا اسی وقت یہ خبر ملی کہ پیم اس پر عذاری کا مقدمہ چلانے کی درخواست لیکر دارالامرا میں ۱۱ نومبر حاضر ہوا ہے۔ ایک شاہد اپنا چشم دید حال لکھتا ہے کہ "وہ نہایت عجلت کے ساتھ دارالامرا میں آیا۔ بہت درشتی کے ساتھ دروازے پر آواز دی اور نہایت ہی غرور آمیز تکنت کے ساتھ آکر سب سے آگے اپنی جگہ پر بیٹھ گیا، مگر بہت سے لوگوں نے اس سے فوراً ہی یہ کہا کہ وہ ایوان سے نکل جائے۔ اس کے ایک ہنگامے کی سی کیفیت بپا ہو گئی اور وہ مجبوراً اذن ملنے تک دروازے میں جا کر ٹھہر گیا" جب وہ بلایا گیا تو اسے یہ حکم ملا کہ وہ "مادر میں مقید رکھا جائے" وہ اب تک اپنے عزم پر قائم تھا اور اس نے اپنے مخالفوں کا جواب ترکی بہ ترکی دینا چاہا اور انہیں پر عذاری کا الزام لگایا مگر جب اس نے بولنا چاہا تو اسے یہ حکم ملا کہ "وہ ایک لفظ بھی زبان سے نکالے بغیر چلا جائے" دارالامرا کے داروغہ نے جب اسے

اپنی حراست میں لیا اور اس کی تلوار طلب کی تو وہ تلوار دیکر بہت سے لوگوں کے درمیان سے گزرتا ہوا اپنی گاڑی تک گیا اور کسی نے اس کے لئے ٹوپی نہ اتاری حالانکہ اسی دن صبح کو انگلستان کا بڑے سے بڑا شخص بھی اس کے سامنے ٹوپی اتار کر کھڑا رہتا۔ اس کے بعد ہی سپے در پے دوسروں پر بھی زد پڑنے لگی۔ ڈونڈینک دوزیر پر یہ الزام لگایا گیا کہ اس نے عام عبادت سے انحراف کرنے والوں کے ساتھ ناجائز رعایت کی ہے۔ یہ الزام سنکر اس نے فرانس کی راہ لی۔ فتح (محافظ مہر شاہی) پر مقدمہ قائم کر دیا گیا اور وہ بھی خوفزدہ ہو کر سمندر پار بھاگ گیا خود لاڈ بھی قید خانے میں ڈال دیا گیا۔ اس کے روز نامے کے صفحات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ آنے والے خطرات کا اثر محسوس کرتا تھا اور اس وقت اس سخت مزاج شخص کی طبیعت سے کچھ عجب درد و گداز کا احساس پایا جاتا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ میں لوگوں کی نظر سے بچنے کے لئے شام تک لیبتھ میں ٹھہرا رہا۔ نماز شام کے لئے میں اپنی عبادت گاہ میں گیا۔ اس روز زبور اور اشعیا بنی کی کتاب کے پانچویں باب سے مجھے خاص تسلی حاصل ہوئی۔ خدا مجھے اس کے قابل بنائے اور اس کے قبول کرنے کی توفیق دے۔ جب میں اپنے بجرے پر سوار ہوا، تو میرے سیکڑوں غریب ہمسائے وہاں کھڑے ہوئے میرے بخیریت آنے کے لئے دعا کر رہے تھے۔ میں خدا کا اور ان لوگوں کا شکر ادا کرتا ہوں، چارلس اپنی شاہی

تنظیم کی تباہی کو بے بسی کے ساتھ دیکھ رہا تھا کیونکہ اسکاتلینڈ کی قوم ابھی تک شمال میں غیر زن تھی۔ پارلیمنٹ یہ سمجھتی تھی کہ جب تک اہل اسکاتلینڈ سر پر موجود ہیں پارلیمنٹ برطانیہ نہیں کھا سکتی اسلئے اسے فوج کی برطرفی کے لئے روپے کے منظور کرنے کی کچھ عجلت نہ تھی۔ اسٹروڈ نے صاف یہ اعتراف کیا کہ بغیر اسکے ہم کچھ نہیں کر سکتے، فلسطینی ابھی تک ہم سے زیادہ قوی ہیں۔ چارلس کی حکومت کی ناجائز کارروائیاں ایک ایک کر کے منسوخ کی گئیں۔ محصول جہاز کو خلاف قانون قرار دیا گیا۔ ہیمپڈن کے مقدمہ کا فیصلہ منسوخ کر دیا گیا اور ججوں میں سے ایک جج قید کر دیا گیا ایک قانون یہ منظور ہوا کہ اس ملک کی رعایا کا یہ قدیمی حق ہے کہ تمام اہل ملک، دوسرے ممالک کے وطن پذیر اشخاص، اور غیر ملکی اس ملک میں جو کچھ مال تجارت لانا چاہیں یا ملک سے باہر لیجانا چاہیں ان پر کسی قسم کی رقم اعانت محصول بھری یا اور کوئی ٹیکس بغیر پارلیمنٹ کی مشترکہ منظوری کے نہیں عائد کیا جائے گا۔ اس قانون کے رو سے خود مختارانہ محصول لگانے کا حق بادشاہ سے سلب ہو گیا۔ ایک ”قانون سہ سالہ“ نے یہ لازم کر دیا کہ ہر تیسرے سال پارلیمنٹ جمع ہوا کرے اور انتخاب کا انتظام کرنے والے عہدہ داروں پر لازم قرار دیا گیا کہ بادشاہ اگر پارلیمنٹ طلب نہ بھی کرے تو بھی وہ انتخاب عمل میں لاویں اصلاح کلیسا کے معاملہ پر غور کرنے کے لئے

ایک کمیٹی مقرر ہوئی اور اس کی رائے کے بموجب دارالعوام نے یہ قانون منظور کیا کہ اساتذہ دارالامرا سے الگ کر دیئے جائیں۔ بادشاہ کی طرف سے کسی قسم کی مخالفت کے آثار ظاہر نہیں ہوئے۔ یہ معلوم تھا کہ وہ کلیسا میں حکومت اساتذہ کی موقوفی کے سخت خلاف ہے مگر دارالامرا سے ان کے نکل جانے کے متعلق اس کی طرف سے کوئی مخالفت نہیں ہوئی۔ اس کو اسٹریفرڈ کی جان بچانے کا خیال مصمم تھا مگر اس کے مواخذہ کی کارروائی میں اس نے کسی قسم کی مزاحمت نہیں کی۔ ارل کا مقدمہ ^{منسٹر} ہال میں شروع ہوا، اور تمام دارالعوام مواخذہ کی تائید کے لئے حاضر ہوا۔ اس کارروائی سے جس قدر جوش پیدا ہو گیا تھا اس کا اندازہ ہمدردی و نفرت کے اس شور سے ہو سکتا تھا جو دونوں طرف کی بہری ہوئی بچوں سے بلند ہو رہا تھا۔ اسٹریفرڈ نے پندرہ روز تک حیرت انگیز ہمت و قابلیت کے ساتھ ایک ایک الزام کا جواب دیا۔ جس ورد کے ساتھ اس نے اپنی بریت میں گفتگو کی اسے سن کر لوگوں کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے لیکن مقدمے کی کارروائی یکایک رک گئی۔ زیادتی اور بد اعمالی اگرچہ اس پر اچھی طرح ثابت ہو گئی تھی مگر عذاری کے الزام کا ثبوت قانوناً کمزور تھا۔ بقول ہم "انگلستان کے قوانین خود انگلستان کے خلاف سازشیں کرنے کے متعلق بالکل خاموش ہیں" اڈورڈ سوم کے قانون کے موافق بغاوت صرف بادشاہ کے خلاف جنگ

اسٹریفرڈ کی موت

کرنے یا اس کی جان لینے کی تدبیر تک محدود ہے۔ دارالعوام نے اپنے معاملہ کی تقویت کے خیال سے ایک کمیٹی کے اجلاس کی کارروائی پیش کی جس میں اسٹریفرڈ نے یہ زور دیا تھا کہ اس کی آرگینڈ کی فوج انگلستان کو زیر کرنے کے لئے کام میں لائی جائے۔ مگر دارالعوام نے اس شہادت کو صرف اس شرط سے قبول کرنا منظور کیا کہ کل مقدمہ بالکل از سر نو شروع کیا جائے پیم اور ہیچڈن اس رائے پر قائم رہے کہ الزام بخوبی ثابت ہو چکا ہے۔ لیکن دارالعوام قابو سے نکل گیا اور سنٹ جان اور ہنری مارٹن کی سرکردگی میں یہ تحریک منظور ہو گئی کہ تمام عدالتی کارروائیاں ترک کر دی جائیں اور "مخصوص قانون تفریری" سے کام لیا جائے۔ اس کارروائی پر بہت سے ایسے لوگوں نے نفرین کی ہے جنکی

راے اس معاملہ میں ہر طرح قابل وقت سمجھی جانے کی مستحق ہے مگر یہ بھی صحیح ہے کہ اسٹریفرڈ کا جرم اس وجہ سے کم نہیں ہو سکتا کہ وہ قانون عذاری کے تحت میں نہیں آتا تھا۔ حقیقت بہت سے سخت خطرات ایسے ہیں جو قومی آزادی کے لئے پیش آسکتے ہیں اور ضابطے میں ان کے السداد کی کوئی صورت نہیں مہیا کی گئی ہے۔ اس وقت بھی یہ ممکن ہے کہ کسی عام اضطرار کی حالت میں ایک خاص رائے کی پارلیمنٹ منتخب ہو جائے اور جب بعد کو قوم کے خیالات درست ہو جائیں اس وقت بھی وزیر قوم کی مرضی کے خلاف دوبارہ انتخاب سے انکار کرتے رہیں اور ملک پر حکومت کرتے رہیں از روئے قانون یہ کارروائی

مخصوص
قانون
تفریری

صحیح ہوگی مگر اس سے یہ نہیں سمجھا جاسکتا کہ وزیر الزام سے بری ہو جائیں گے۔ اسٹریفرڈ کے کام قانون بغاوت کے تحت میں آتے ہوں یا نہ آتے ہوں۔ مگر ان کاموں کا مقصد یہ تھا کہ تمام قوم کی آزادی پر حملہ کیا جائے۔ قوم کا آخری چارہ کار یہی ہے کہ وہ حفاظت خود اختیاری کے حق کو کام میں لاوے اور "مخصوص قانون تعزیری" اسی حق کا اظہار ہے کہ ایسے دشمن کو کو سزا دی جاسکے جو کسی لکھے ہوئے قانون کے تحت میں نہ آتا ہو۔ اسٹریفرڈ اور حکومت اساقف کے بچانے کے لئے چارلس اس امر پر رضامند معلوم ہوتا تھا کہ سلطنت کے عہدے پارلیمنٹ کے سرگروہوں کو تفویض کر دے اور ارل بڈفرڈ کو وزیر خزانہ بنا دے۔ اس کے شرائط یہ تھے کہ اساقف کی حکومت مذہبی مٹائی نہ جائے، نہ اسٹریفرڈ کو قتل کیا جائے لیکن دو وجہوں سے یہ گفت و شنود بند ہوگئی، اولاً تو بڈفرڈ کا انتقال ہو گیا دوسرے یہ پتہ چلا کہ چارلس اس تمام دور میں ایسے لوگوں کے مشورے بھی سنتا رہا ہے جن کی صلاح یہ تھی کہ فوج کو بھڑکا کر لندن پر حملہ کر دیا جائے۔ طاؤر پر قبضہ کر لیا جائے، اسٹریفرڈ کو رہا کر دیا جائے اور بادشاہ کو پارلیمنٹ کی غلامی سے نجات دلائی جائے۔ فوجی سازش کے دریافت ہونے سے اسٹریفرڈ کی قسمت پر مہر لگ گئی۔ لندن کے لوگوں میں ایک جنون کی سی کیفیت پیدا ہوگئی اور جب اعراب دست منسٹر میں جمع ہوئے تو مجمع نے ایوان کو گھیر لیا

فوجی
سازش

اور "انصاف انصاف" کا شور مچانا شروع کیا۔ ۸ مئی کو امرا نے "مخصوص قانون تعزیری" کی منظوری دے دی۔ ارل کی آخری امید بادشاہ کی ذات سے وابستہ تھی مگر دو روز بعد اس قانون پر شاہی منظوری بھی ثبت ہو گئی اور ارل کی قسمت کا فیصلہ ہو گیا۔ اسٹریفرڈ نے جس طرح زندگی بسر کی تھی اسی طرح اس نے جان بھی دی۔ اس کے دوستوں نے اسے اس امر سے آگاہ کیا کہ اس کے قتل کے دیکھنے کے لئے بہت بڑا مجمع ہو رہا ہے، اس نے مفرورانہ انداز سے یہ جواب دیا کہ "میں جانتا ہوں کہ کیونکر موت پر اور عوام الناس پر ایک ساتھ نظر ڈالوں۔ میں خدا کا شکر کرتا ہوں مجھے اب موت سے کوئی خوف نہیں ہے، میں اس وقت اپنی صدی ویسی ہی خوشی سے آمارتا ہوں جیسے بستر پر جاتے وقت آمارا کرتا ہوں" جس وقت اس کی گردن پر تبر پڑا، خاموش مجمع ایک عام شور مسرت سے گونج اٹھا، سڑکوں پر آگ روشن کی گئی۔ ہر ایک منارے سے گھنٹا بجنے لگا۔ ایک حاضر الوقت شخص لکھتا ہے کہ "بہت سے لوگ جو اس قتل کو دیکھنے کے لئے شہر میں آئے تھے خوشی خوشی واپس گئے۔ یہ لوگ اپنی ٹوپیاں ہلاتے ہوئے اور ہر طرح پر اظہار مسرت کرتے ہوئے جس جس قبضے سے گزرے برابر آواز دیتے گئے کہ اُس کا سرکٹ گیا، سہ سرکٹ گیا، پارلیمنٹی وزارت کے قائم کرنے کی کوشش میں ناکامی۔ فوجی سازش کا کھل جانا، اسٹریفرڈ، کا قتل ان تمام حالات نے

شکوہ اعظم

طویل العہد پارلیمنٹ کی تاریخ میں ایک نیا دور پیدا کر دیا، ماہ مئی تک یہ امید تھی کہ دارالعوام اور بادشاہ کے درمیان کوئی صورت آشتی کی پیدا ہو جائے گی اور جو آزادی حاصل ہوگئی ہے اس کی بنا پر حکومت کا ایک نیا طریقہ قائم ہو جائے گا، مگر اس کے بعد اس قسم کی کوئی امید باقی نہیں رہی۔ فوجی سازش کے وقت سے طرح طرح کی افواہیں پھیل رہی تھیں اور ایک اضطراب سا پیدا ہو گیا تھا۔ چند تختوں کے لٹوٹ جانے سے بارود والی سازش کی یاد تازہ ہوگئی اور ارکان دارالعوام سے نکل بھاگے، اس لئے کہ انہیں پورا یقین ہو گیا تھا کہ نیچے سرنگ لگی ہوئی ہے۔ دوسری طرف چارلس یہ سمجھتا تھا کہ نئی تجاویز پر اس کی منظوری بھیر حاصل کی گئی ہے اور جس وقت بھی اسے موقع ملے گا وہ ان تجاویز کو کالعدم کر دے گا۔ اس خوف و ہراس میں ہر دو ایوانہائے پارلیمنٹ نے قسم کھائی کہ وہ پروٹسٹنٹ مذہب اور عام آزادی کی حفاظت کریں گے۔ کچھ دنوں بعد اسی قسم کا حلف ان تمام لوگوں سے بھی لیا گیا جو ملکی خدمات پر متعین تھے اور رعایا کے بہت بڑے حصے نے از خود بھی حلف اٹھایا۔ اسی جوابی انقلاب کے خوف سے ہائیکورٹ اور دارالعوام کے اعتدال پسند ارکان نے بھی اس قانون سے اتفاق کر لیا کہ موجودہ پارلیمنٹ خود اپنی مرضی کے بغیر برطرف نہ کی جائے۔ پارلیمنٹ کے تمام مطالبات میں یہی پہلا مطالبہ تھا جو صاف صاف انقلاب انگیز معلوم ہوتا تھا اسے منظور کر لینے کے معنی یہ تھے کہ بادشاہ

مساوی درجہ کی ایک طاقت ہمیشہ کے لئے قائم ہو جائے۔ چارلس نے
 بغیر کسی اعتراض کے اس قانون پر دستخط کر دیئے مگر وہ پہلے ہی
 پارلیمنٹ کے شکست کرنے کی تجویز سوچ رہا تھا۔ اس وقت تک
 اسکاتلینڈ کی فوج نے اسے وبا رکھا تھا لیکن اب رقم کی ادائیگی
 اور فوج کی واپسی میں زیادہ تاخیر کی گنجائش نہیں تھی۔ اور دونوں
 ملکوں میں صلح کی تجویز منظور ہو گئی۔ ایوانہما کے پارلیمنٹ نے
 اپنی اصلاح کے کاموں کو پورا کرنے میں عجلت کی، مجلس شمال
 اور مجلس سرحد ولز کے بے قاعدہ عدالتی اختیارات منسوخ ہو چکے
 تھے اور اب اسٹارچیمبر اور عدالت ہائی کمیشن کے دیوانی و فوجداری اختیارات
 یکتلم باطل کر دیئے گئے بغیر معمولی عدالتوں میں ہائی کمیشن آخری عدالت تھی
 جس پر شاہان ٹیوڈر کا مدار کار رہ چکا تھا۔ اس کام میں نہایت عجلت کی گئی کیونکہ تاخیر
 کی گنجائش نہیں رہی تھی۔ دونوں فوجیں منتشر کر دی گئی تھیں اور اہل اسکاتلینڈ نے
 اپنے گھروں کی طرف روانہ ہونا شروع ہی کیا تھا کہ بادشاہ نے
 انھیں پھر واپس لانے کا ارادہ کر لیا۔ پارلیمنٹ کی التجاؤں کے
 باوجود وہ لندن سے اڈنبرا چلا گیا اور وہاں کی مجلس مذہبی
 و ملکی کے ہر ایک مطالبے کو منظور کر لیا۔ پریسبیٹیرین عبادت
 میں شریک ہوا، اہل ارگائل اور محب وطن سرگروہوں پر خطابات
 و مراعات کا مینہ برسایا۔ چھ مہینے تک اسے ایسی ہر و لفری
 حاصل رہی کہ انگلستان کی پارلیمنٹ پر ایک خوف طاری ہو گیا۔
 چارلس کی آمد کے قبل اہل مانٹروز محب وطن فریق سے
 علیحدہ ہو گیا تھا اور اسی وجہ سے وہ قلعہ اڈنبرا میں قید

عدالت اسٹار
 چیمبر کی برطانی

چارلس
 اسکاتلینڈ

کرویا گیا تھا پارلیمنٹ کو معلوم ہوا کہ چارلس برابر اس سے سازش کرتا رہا تھا اس کے ساتھ یہ خبر بھی ملی کہ ہاپٹن اور آرگائل یکایک دارالحکومت سے نکل گئے ہیں اور باوشاہ پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ وہ انہیں دغا سے گرفتار کر کے ملک سے باہر بھیج دینا چاہتا تھا۔ ان حالات سے چارلس کے منصوبوں کے متعلق پارلیمنٹ کی تشویش اور بڑھ گئی۔ آئرلینڈ سے یکایک جو خبریں آئیں ان سے اس تشویش نے اضطراب کی صورت اختیار کر لی۔ اسٹریٹوڈ کے بعد سے وہاں حکومت کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہا تھا۔ اس کی فوج کے سپاہی منتشر ہو کر تمام ملک میں پھیل گئے تھے اور بد دلی کی دلی ہوئی چنگاریوں کو سلگا رہے تھے، اسٹر میں حیرت انگیز قوت و رازداری کے ساتھ ایک سازش کا انتظام ہوا۔ انگریزی نو آبادی کے لئے جو ضبطیاں عمل میں آئی تھیں انہیں اہل اسٹر نے فراموش نہیں کیا تھا، جس وقت سازش ظاہر ہوئی تو جزیرے کے وسطی و مغربی حصوں میں ایک آگ سی لگ گئی۔ ڈبلن محض اتفاق سے بچ گیا مگر اس سے باہر تمام ملک میں بے روک ٹوک کشت و خون جاری ہو گیا۔ چند روز میں ہزاروں انگریز برباد ہو گئے اور افواہوں میں ان کی لقاو دگنی تگنی مشہور ہوئی۔ ہمارے زمانے میں واقعہ کانپور کی خبر آنے پر انگلستان میں جیسا جوش جنوں پیدا ہو گیا تھا وہی کیفیت ان تکالیف و مصائب کی خبروں سے پیدا ہو گئی تھی جو روزانہ روڈبار آئرلینڈ

آئرلینڈ کی

بغاوت

اکتوبر ۱۶۴۱ء

کی طرف سے آرہی تھیں۔ لوگوں نے حلیفہ بیان کیا کہ کس طرح شوہروں کو بیویوں کے سامنے کاٹکر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا گیا انکی آنکھوں کے سامنے بچوں کے سر توڑ ڈالے گئے۔ لڑکیوں کی عصمت ورہی کی گئی اور انہیں تیخ بستہ میدانوں میں ہلاک ہونے کے لئے برہنہ باہر نکال دیا گیا۔ جے لکھتا ہے کہ "بعض آدمیوں کو بالقصد جلا دیا، بعضوں کو تفسن طبع کے لئے پانی میں ڈبو دیا۔ اور اگر انہوں نے تیر کر باہر نکلنا چاہا تو انہیں بگیوں اور گولیوں سے مار مار کر خشکی پر آنے سے روک دیا اور وہ پانی ہی میں مر گئے۔ بعضوں کو زندہ دفن کر دیا اور بعضوں کو کمر تک گاڑ کر چھوڑ دیا کہ بھوکے پیاسے مرجائیں" ان میں سے بہت سی باتیں محض مبالغہ ہیں اور حالت اضطراب میں لکھی گئی ہیں مگر مذہبی حیثیت سے یہ بغاوت تمام سابقہ بغاوتوں سے مختلف تھی۔ سابقہ شورشوں کی طرح یہ کلت اور سیکسن کی کشمکش نہیں تھی بلکہ پروٹسٹنٹوں کے خلاف کیتھولکوں کی جہد و جہد تھی۔ حلقہ انگریزی کے اندر کے حامیان پوپ باہر کے وحشی قبائل کے ساتھ برابر کے شریک تھے۔ باغی اپنے کو "متحدہ کیتھولک" کہتے تھے اور انہوں نے یہ عزم کر لیا تھا کہ "وہ سچے رومن کیتھولک مذہب کے عقائد و عبادات کے عام آزادانہ اجرا کی حمایت کریں گے" جب یہ معلوم ہوا کہ بادشاہ کے حکم سے اور اس کے اقتدار کی حمایت میں یہ لوگ ایسا کر رہے ہیں تو اضطراب و پریشانی

کی کوئی حد باقی نہیں رہی ان لوگوں نے یہ عہد کیا تھا کہ وہ ان تمام لوگوں کے خلاف جو بالواسطہ یا بلا واسطہ شاہی اقتدار کے مٹانے کی کوشش کریں، چارلس اور اس کے ورثہ کی حمایت کریں گے۔ انہوں نے ایک فرمان بھی دکھایا جس کی نسبت کہا جاتا تھا کہ وہ اڈنبرا سے بادشاہ کے حکم سے جاری ہوا ہے اور یہ لوگ اپنے کو، بادشاہ کی فوج، کہتے تھے۔ یہ فرمان درحقیقت جعلی تھا مگر چونکہ چارلس کو انگلستان کی عزت کا کچھ پاس و لحاظ نہیں تھا اس لئے وہ بہت جلد باور کر لیا گیا۔ چارلس کی نظر میں یہ بغاوت اس کے مخالفوں کے خلاف ایک کارآمد روک تھمی تھی۔ اسے جب اس بغاوت کی خبر پہنچی تو اس نے سکون کے ساتھ یہ لکھا کہ ”مجھے امید ہے کہ آئرلینڈ کی اس خبر بد سے انگلستان میں اس قسم کی بعض حماقتیں رک جائیں گی“ سب سے بڑھ کر یہ کہ اس سے فوج کا رکھنا ضروری ہو جائیگا اور فوج جب اس کے قبضے میں ہوگی تو وہ پارلیمنٹ کا بھی مالک بن جائے گا۔ پارلیمنٹ اپنی جگہ پر یہ سمجھتی تھی کہ آئرلینڈ کی بغاوت ایک وسیع انقلاب کا پیش خیمہ ہے اور اسکاٹ لینڈ کی فوج کی واپسی اسکاٹ لینڈ کی رضا جوئی، اڈنبرا کی سازشیں سب اسی کا جزو ہیں۔ بادشاہ کی واپسی پر شاہ پرستوں کے بڑے زور و شور کے ساتھ خوشی منانے اور خود پارلیمنٹ میں ایک شاہی فریق طریق کے پیدا ہو جانے سے اس انتشار و تشویش نے اضطراب کی صورت اختیار کر لی۔ اس نئے فریق کو ہائبرڈ

نے رچو بچد کو لارڈ کلیرنڈن ہوا، خصمہ طور پر ترتیب دیا تھا اور نئے شاہ
اس کام میں لارڈ فاکلینڈ اس کا شریک تھا، فاکلینڈ ایک پرست
ذی علم و صاحب کمال اور اپنے وقت کے اعلیٰ درجے کے
آزاد خیالوں کا مرکز تھا، بحث مباحثہ میں اس کی نظر بہت
غائر تھی اور تقریر میں بہت باہر تھا۔ اسے مذہبی خیالات
کی آزادی کی بجد خواہش تھی اور وہ دیکھتا تھا کہ اس زمانے
کی کج بختیوں میں اس آزادی کا خاتمہ ہوا چاہتا ہے اسی وجہ
سے وہ پارلیمنٹ سے کشیدہ ہو گیا تھا۔ چونکہ اسے یہ اندیشہ تھا
کہ بادشاہ سے تصادم ہو جائے گا اور وہ امن کا بجد خواہاں
تھا اور کمزور کے ساتھ اسے ہمدردی تھی اس وجہ سے اگرچہ خود
اسے بادشاہ پر اعتماد نہیں تھا مگر وہ اس کا حامی و طرفدار
بن گیا اور ایک ایسے کام میں جان دینے کے لئے تیار
ہو گیا جس سے اس کی کوئی ذاتی غرض وابستہ نہیں تھی۔ فاکلینڈ
اور ہائیڈ نے بہت جلد اپنے معاونین کی ایک زبردست قوت
جمع کر لی۔ ان میں ہر قسم کے لوگ تھے سرائٹ منڈورنی سا جانناز
سیاہی ان کا معاون تھا، جس کا قول تھا کہ میں نے تیس برس
تک بادشاہ کا ننگ کھایا اور اس کی خدمت کی ہے اب
مجھ سے یہ کمینہ حرکت نہیں ہو سکتی کہ اسے چھوڑ کر الگ ہو جاؤں
ایسے لوگ بھی تھے جو جلد جلد تغیرات کے ہونے اور اساتذہ
و کلیسا کے خطرے میں پڑ جانے سے خوفزدہ ہو گئے تھے۔
اس کے علاوہ وریبار کے طرفدار اور وہ قابو پرست جو سمجھتے

تھے کہ بادشاہ پھر بہت جلد غالب آجائے گا۔ اس گروہ میں شامل تھے۔ پارلیمنٹ میں صفت آگیا تھا اور بیرونی خطرہ بڑھتا جا رہا تھا۔ اس حالت میں چم نے خود قوم سے مدد کی درخواست کی۔ اس نے جو ”شکوہ اعظم“ پارلیمنٹ کے روبرو پیش کیا، اس میں اس نے ان تمام کاموں کو جنہیں پارلیمنٹ نے انجام دیا تھا، جن مشکلات پر وہ غالب آئی تھی، جو نئے خطرے سے درپیش تھے ان سب کو تفصیلاً بیان کیا تھا پارلیمنٹ پر یہ الزام لگایا گیا تھا کہ وہ استقیت کو موقوف کرنا چاہتی ہے اس ”شکوہ“ میں یہ بھی ظاہر کیا گیا تھا کہ پارلیمنٹ کا مقصد صرف اتنا ہے کہ ان کے اختیارات کو گھٹا دے سیاسی حیثیت سے اس طبقہ کی بھی تردید کی گئی کہ پارلیمنٹ کا مقصد انقلاب پیدا کرنا ہے اس میں صرف یہ مطالبہ کیا گیا تھا کہ کلیسا کے انگلستان میں نہ شامل ہونے کے متعلق موجود الوقت قانون پر عملدرآمد کیا جائے۔ انصاف کے مناسب طور پر انجام پانے کی ذمہ داری کی جائے اور وزیر ایسے رکھے جائیں جنہیں پارلیمنٹ کا اعتماد حاصل ہوئے شاہی فریق نے اس کے خلاف بہت سخت مقابلہ کیا، مباحثے پر مباحثے ہوئے اجلاس اتنے طویل ہو گئے کہ روشنی لانے کی ضرورت پڑی۔ اور نصف شب کو گیارہ رایون کی کثرت سے ”شکوہ“ منظور کیا گیا بعد کو جب اس کی اشاعت کے لئے رائے لی گئی تو گروہ قلیل نے باضابطہ اعتراض پیش کرنے کی کوشش کی اس سے

شکوہ اعظم
نومبر ۱۶۳۱ء

دبے ہوئے جذبات بھڑک اُٹھے۔ بہت سے "لوگ سروں پر ٹوپیاں ہلانے لگے، بہتوں نے تلوار نیام سے نکال لی اور زمین پر تلوار کو ٹپک کر قبضے ہاتھ میں لئے" صرف ہیپیڈن کے سکون و حسن تدبیر سے کشت و خون ہوتے ہوتے رکھیا۔ دو ٹو فریق اس "شکوہ" کو اس کشمکش کا نازکترین موقع خیال کرتے ہیں۔ کرامول نے دارالعوام سے نکل کر یہ کہا کہ "اگر یہ نامنظور ہو گیا ہوتا تو میں کل ہی اپنی تمام املاک بیچ ڈالتا اور ہمیشہ کے لئے انگلستان سے چلا جاتا" بادشاہ نے ریج و غصے کے ساتھ اسے سنا مگر ملک میں اس سے ایک خاموشی سی پیدا ہو گئی۔ لندن نے پارلیمنٹ کی حمایت میں جینے مرنے کی قسم کھائی اور ہر صوبے میں پارلیمنٹ کی حمایت کے لئے مجالس قائم ہو گئیں، فوجی سازش کے زمانہ اضطراب میں دارالعوام نے اپنی حفاظت کیلئے ایک دستہ فوج کا بلا لیا تھا، بادشاہ نے اسے واپس لے لیا تو عوام فوج کے بجائے کام کرنے کے لئے دستہ منسٹر میں جمع ہو گئے۔

پارلیمنٹ کی بیخ کنی و اتحاد عمل کے توڑنے میں سب سے زیادہ جس مسئلہ کا اثر پڑا وہ کلیسا کا مسئلہ تھا۔ اصلاح کی ضرورت پر سب متفق تھے اور پارلیمنٹ کے اولین کاموں میں سے ایک کام یہ بھی تھا کہ اس نے اس مسئلہ پر غور کرنے کیلئے ایک کمیٹی مذہبی مقرر کی تھی۔ دارالامرا کی طرح دارالعوام کا بیشتر حصہ بھی کلیسا کے نظام حکومت اور اس کے عقائد میں

پانچ ازمین
کی گرفتاری

انتہائی تغیرات کا مخالف تھا، لیکن پارلیمنٹ کے اندر باہر دونوں جگہ عام رائے یہ تھی کہ مقتدیانِ دین کے اختیارات و دولت میں اصلاح کی کرنی چاہیے، نیز کلیسائی عدالتوں کے اختیارات بھی گھٹانے چاہئیں، خود اساقفہ میں زیادہ ممتاز افراد اس رائے سے اتفاق کرنا ضروری سمجھتے تھے کہ گیسٹوں کی مجلس اور اساقفہ کی عدالتیں بند کر دی جائیں اور ہر اسقفی میں پادریوں کی ایک مجلس منتخب ہو کرے تاکہ اساقفہ کی شخصی حکومت پر ایک روک قائم ہو جائے۔ یہ اسقف اعظم اشر کی رائے تھی۔ اسی کے موافق لیکن کے اسقف ولیم نے ایک تجویز مرتب کی مگر دارالعوام کے اکثر لوگوں کی خواہش اس سے پوری نہیں ہوتی تھی۔ پیم اور لارڈ فاکلینڈ نے ان تغیرات کے علاوہ یہ بھی مطالبہ کیا کہ پادری تمام دنیاوی و سرکاری عہدوں سے الگ ہو جائیں۔ اور اساقفہ دارالامرا سے نکل جائیں۔ امرا کی آزادی کے بحال کرنے کیلئے اس قسم کی کارروائی کی اشد ضرورت تھی۔ کیونکہ اساقفہ کی تعداد اس قدر زیادہ تھی اور وہ بادشاہ کے اس قدر مطیع و شقاد تھے کہ دارالعوام میں بادشاہ کی مخالفت کے روکنے کے لئے عام طور پر ان کی تعداد کافی سمجھی جاتی تھی لیکن ان لوگوں کے علاوہ ایک ترقی پذیر فرق اور تھا جو اسقفیت ہی کو ایک قلم منسوخ کر دینا چاہتا تھا، لارڈ کے باعث کارروائی اساقفہ اور پارلیمنٹ کے عقائد عوام میں بہت مقبول ہو گئے تھے اور پریسٹریٹ کی تحریف نے متوسط طبقے میں ایک ہیپ قوت حاصل

کر لی تھی۔ لندن اور مشرقی صوبوں میں اس طریقے کا زیادہ
 زور تھا کیونکہ وہاں کیلیمی اور مارشل وغیرہ چند پادریوں نے اسکی
 اشاعت کے لئے ایک مجلس بنائی تھی۔ پارلیمنٹ میں اس کے
 نمائندے لارڈ مانڈویل اور چند اور اشخاص تھے۔ دارالعوام
 میں سرہیری دین اس سے زیادہ انتہا پسند مصلحین کی جماعت کا قائم مقام
 تھا۔ یہی لوگ بعد میں "انڈیپنڈنٹ" خود مختار کہلائے؛ ان کے
 خیالات جس طرح حکومت اساتذہ کے خلاف تھے اسی طرح
 تحریف پر سبٹریٹ کے بھی مخالف تھے مگر فی الحال یہ لوگ
 پر سبٹریٹوں کے ساتھ ملکر کام کرتے تھے اور مقدمات یا ان دین
 سے تکیہ فنا کروانے کے مطالبے کے باعث یہ لوگ
 "بیکن" کہلاتے تھے۔ ظلم و جور کے خلاف اس کشمکش عظیم
 میں اسکاتلینڈ کی روش اور دونوں سلطنتوں میں مذہبی اتحاد
 کے سیاسی فوائد کے خیال نے پر سبٹریٹ فریق کی طاقت کو
 بڑھا دیا۔ کلیسا نے انگلستان کو عام پروٹسٹنٹ کلیسا سے زیادہ
 قریبی طور پر متحد کرنے کی خواہش سے بھی اس امر کو تقویت
 حاصل ہوئی۔ ملٹن جولسڈاس لکھنے کے بعد ایک برس
 تک غیر مالک میں سفر کرتا رہا تھا واپس آکر اسی اتحاد
 عام کے خیال سے مذہبی جدوجہد میں کود پڑا تھا۔ اس کا
 دعویٰ یہ تھا کہ "انگریزوں کا تمام دوسرے مذہب کلیساؤں
 سے اختلاف رکھنا کسی طرح مناسب نہیں ہے" لیکن
 باوجود اس دباؤ کے اور باوجود اس کے کہ اس خیال کی

ٹائید میں لندن سے پریسٹیریوں کی ایک درخواست پندرہ ہزار دستخطوں کے ساتھ پیش ہوئی تھی۔ مذہبی کمیٹی نے صرف اسی قسم کی معتدل اصلاحوں کی رائے دی جیسی فاکلینڈ اور پیم نے تجویز کی تھی۔ بادشاہ کے اسکاٹ لینڈ روانہ ہوتے وقت دارالامرا نے ان اصلاحوں کو مسترد کر دیا تھا۔ اس کے واپس آنے کے بعد یہ اصلاحات پھر پیش کئے گئے۔ پیم اور اس کے رفقا بچپن تھے کہ کسی طرح اپنے پیروؤں کے اختلافات کو رفع کریں، اس لئے انہوں نے پرجوش پریسٹیریوں کے وباؤ اور کلیسائی فریق کے خوف دونوں کو اس طرح ختم کرنا چاہا کہ موسم بہار میں "مذہبی کمیٹی" نے جو صورت مصالحت کی تجویز کی تھی اسی پر قائم ہو جائیں لیکن دارالعوام کے سخت تعرضات کے باوجود یہ مسودہ قانون دارالامرا میں بدستور معلق رہا، اس تعویق سے اہل لندن کے مجمع میں (جو وہاٹ ہال کے گرد جمع تھا) ایک جوش پیدا ہو گیا۔ انہوں نے اسقفوں کی گاڑیاں روک لیں بلکہ دارالامرا کو جاتے ہوئے خود اسقفوں کو ذلیل کیا۔ ویمنز نے غرور اور غصے کے باعث اور دس اسقفوں کو اپنے ساتھ شامل کر کے یہ اعلان کیا کہ چونکہ انہیں شرکت پارلیمنٹ سے روکا گیا ہے اس لئے ان کی غیر حاضری میں جس قدر کارروائیاں ہوئی ہیں سب کالعدم ہیں امرا نے اس اعتراض کا یہ جواب دیا کہ جن مقتدایان دین نے اس پر دستخط کئے تھے ان سب کو فوراً ٹاور میں مقید کر دیا، لیکن اس مخالفت کے

بادشاہ کے خاص منصوبوں کو بڑی تقویت حاصل ہو گئی۔ وریور نے اب علانیہ یہ کہنا شروع کیا کہ "اسقفوں کے روک لینے سے یہ ثابت ہو گیا کہ کسی آزاد پارلیمنٹ کا وجود باقی نہیں رہا ہے" انہوں نے ان سپاہیوں اور افسروں کو جمع کرنا شروع کیا جو بہ تلاش روزگار جنگ آئر لینڈ میں بھرتی ہونے کیلئے پھر رہے تھے اور انہیں وائٹ ہال کے مجمع کے سامنے لاکر کھڑا کر دیا۔ اس سے اشتعال اور بڑھ گیا یہ دونوں فریق ایک دوسرے کو طنز آراؤنڈ میڈ اور کیوئیر کہتے تھے۔ ان کی باہمی ہنگامہ آراہیوں سے پارلیمنٹ کو مزید خوف پیدا ہو گیا مگر چارلس پارلیمنٹ کے لئے فوج محافظ بھیجنے سے برابر انکار کرتا رہا۔ اس نے "اپنی شاہی عزت" کی قسم کھا کر یہ ذمہ لیا کہ وہ اپنے پون کے مانند ان کی حفاظت کرے گا مگر جواب کے بعد ہی اس کے وکیل قانونی نے دارالعوام کے روبرو حاضر ہو کر ہیمپٹن، پیم، ہارٹس، اسٹروڈ اور ہیلرگٹ پر اہل اسکاٹ لینڈ کے ساتھ باغیانہ مراسلت کرنے کا الزام عائد کیا۔ ایک مسلح پیغامبر نے دارالعوام میں اگر ان پانچوں ارکان کو گرفتار کرنا چاہا۔ چارلس کو یہ یقین تھا کہ وہ قانونی حدود کے اندر ہے اور دارالعوام یہ سمجھتا تھا کہ بادشاہ کا بذات خاص کسی پر الزام لگانا ایک طرح کی خود مختارانہ زیادتی ہے جس سے پارلیمنٹ کے نہایت ہی عزیز حقوق پامال ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ (نجیال دارالعوام) ان طرز میں کو جس عدالت

راؤنڈ میڈ
و
کیوئیر

کے روبرو باز پرس کے لئے طلب کیا تھا، اسے اس معاملہ میں قانونی اختیار بھی حاصل نہیں تھا۔ دارالعوام نے صرف یہ وعدہ کیا کہ وہ اس مطالبہ پر غور کریگا اور سپاہ محافظہ کے لئے پھر درخواست کی۔ بادشاہ نے کہا کہ ”میں کل جواب دوں گا۔“

۳ جنوری ۱۶۴۱ء دوسرے روز اس نے دہاٹ ہال کے گرو جمع شدہ معززین کو اپنے ساتھ چلنے کا حکم دیا اور ملکہ سے بغل گیر ہو کر کہا کہ ”وہ ایک گھنٹے کے اندر اپنے ملک کا مالک ہو کر واپس آتا ہے“ جب وہ محل سے نکلا تو شاہی سپاہیوں کا ایک غول اس کے ساتھ ہویا اور جب وہ اپنے بھانجے والی پلٹینٹ کے ہمراہ دارالعوام کے اندر گیا تو یہ غول دستِ عنبر ہال میں ٹھہرا رہا۔ اس نے اسپیکر کو مخاطب کر کے کہا ”تھوڑی دیر کیلئے اپنی کرسی مجھے دیدیجئے“ مگر جب اس نے اس جگہ کو خالی دیکھا جہاں پدم بالعموم بیٹھا کرتا تھا تو وہ کچھ گھبرا کر رک گیا۔ اصل یہ ہے کہ اس کی آمد کی خبر پا کر دارالعوام نے ان پانچوں اراکین کو وہاں سے نکل جانے کا حکم دیدیا تھا چارلس نے وہی آواز سے رک رک کر کہا کہ ”وہ معززین، مجھے ان اسباب کا افسوس ہے جنکی وجہ سے میں یہاں آیا، کل میں نے ایک پیامبر کو بہت ضروری کام سے بیجا تھا کہ وہ ان لوگوں کو حاضر کرے، جن پر میرے حکم سے بناوت کا الزام لگایا گیا ہے۔ مجھے اس کے جواب میں کسی پیغام کی نہیں بلکہ تعمیل حکم کی توقع تھی“ اس نے کہا کہ

فداری کے بعد کوئی استحقاق خاص باقی نہیں رہتا اور اس لئے میں خود آیا ہوں کہ دیکھوں کہ ان طرز میں سے کوئی یہاں ہے یا نہیں، سب طرف خاموشی چھا گئی۔ آخر پارلس نے خود ہی پھر کہا کہ ”وہ جہاں کہیں ہوں انہیں میرے حضور میں آنا چاہئے“ یہ لکھ کر وہ ٹھہر گیا مگر خاموشی بدستور قائم رہی تب اس نے بلند آواز سے پوچھا کہ ”آیا سٹریچم یہاں ہیں؟“ جب اس کا بھی کچھ جواب نہ ملا تو اس نے اسپیکر کی طرف مخاطب ہو کر دریافت کیا کہ وہ پانچوں اراکین یہاں موجود ہیں یا نہیں۔ لنتھال نے گھٹنوں کے بل جھک کر کہا کہ ”اس ایوان میں نہ آنکھ میری ہے، نہ زبان میری، اراکین کی جو مرضی ہو اس کی تعمیل میرا فرض ہے“ پارلس نے غصے سے جواب دیا کہ ”خیر کچھ مضائقہ نہیں۔ میری آنکھ بھی دوسروں ہی کی سی ٹھہرتی ہے“ اس نے غور سے ہر طرف نگاہ دوڑائی لوگ بدستور ساکت و صامت رہے۔ آخر اس نے کہا کہ ”میں دیکھتا ہوں کہ وہ سب چڑیان اڑ گئی ہیں۔ مجھے امید ہے کہ وہ جبوقت یہاں واپس آویں گے تم فوراً ہی انہیں میرے پاس بیجدو گے“ اس نے یہ بھی کہہ دیا کہ اگر دارالعوام اپنی خوشی سے انہیں نہ بیجے گا تو وہ خود انہیں تلاش کریگا۔ آخر میں اس نے یہ بھی بتا دیا کہ وہ کسی قسم کا جبر و تشدد نہیں کرنا چاہتا۔ ایک شاہد اپنا چشم دیدہ حال لکھتا ہے کہ ”دارالعوام میں جس پریشانی و غصے کے ساتھ

قرب جنگ

وہ آیا تھا جاتے وقت اس سے زیادہ مضطر و برا فروختہ تھا۔
 اگر یہ پانچوں ارکان غیر حاضر نہ ہو جاتے اور دارالعوام
 پر وقار سکون سے کام نہ لیتا تو بادشاہ کی اس مداخلت ناروا کا
 انجام خونریزی پر ہوتا۔ وہاٹسٹ لاک اس وقت موجود تھا وہ
 لکھتا ہے کہ ”اگر بادشاہ ان اراکین کو وہاں پاجاتا اور اپنے
 سپاہیوں کو ان کی گرفتاری کے لئے بلاتا تو یقیناً ارکان دارالعوام
 ان کے بچانے کی کوشش کرتے اور اس کا نتیجہ نہایت ہی
 برا نکلتا۔ یہ ممکن نہ تھا کہ انگلستان کے اعلیٰ خاندانوں کے
 پانچ سو معززین چپ چاپ دیکھا کرتے اور وہاٹسٹ ہال کے
 اوباش خود پارلیمنٹ میں آکر ان کے سرگروہوں کو گرفتار
 کر لے جاتے۔ لیکن چارلس اس خطرے کو نہیں سمجھتا تھا۔
 ان پانچوں اراکین نے شہر میں پناہ لی تھی اور دوسرے روز
 بادشاہ نے بذاتِ قاص گلڈہال من آڈر میں (بزرگان شہر) سے
 ان کے حوالہ کر دینے کا مطالبہ کیا۔ جب وہ وہاں سے واپس ہوا تو
 سڑکوں پر ہر طرف ”استحقاقات! استحقاقات!“ کی آوازیں بلند ہو رہی
 تھیں۔ ان اراکین کی گرفتاری کے لئے جو احکام جاری کئے گئے
 تھے، نانٹمان صوبجات نے ان کی کچھ پروا نہ کی اور چار روز
 بعد چپ ان کے غدار ہونے کا اعلان کیا گیا تو اس پر بھی
 کسی نے کچھ خیال نہ کیا۔ جماعت حامیان شاہی خوف زدہ ہو کر
 وہاٹسٹ ہال سے نکل گئی اور چارلس گویا بالکل اکیلا رہ گیا۔ اسکی
 اس تازیبا دست درازی کے باعث اس کے پارلیمنٹ کے نئے

دوست اس سے کنارہ کش ہو گئے تھے اور اس کے وزیر
 فاکلینڈ اور کولپپر (جنہیں اس نے اپنے نئے دوستوں سے منتخب
 کیا تھا) اس کے شریک نہیں رہے تھے، لیکن باوجود اس
 تنہائی کے بھی چارلس لڑنے پر آمادہ تھا۔ شمال میں ایک شاہی
 فوج جمع کرنے کے لئے اریل نیوکس کو روانہ کیا گیا۔ دسویں
 جنوری کو یہ خبر ملی کہ وہ پانچوں اراکین شان و شوکت کے ساتھ
 وستمنسٹر کو واپس آنے والے ہیں۔ چارلس پر اس خبر کا یہ اثر
 ہوا کہ وہ وہاں ہال کو چھوڑ کر ہمپٹن کورٹ اور ونڈسٹر کو چلا
 گیا۔ ادھر لندن اور ساؤتھورک کے تربیت یافتہ دستوں اور
 لندن کے ملاعوں نے یہ حلف اٹھائے کہ ”وہ پارلیمنٹ، سلطنت
 اور بادشاہ کی حفاظت کریں گے“ اور پم اور اس کے رفقا کو
 ٹیمز میں سے گزار کر دارالعوام میں لے آئے ادھر حکم سامان
 جنگ کی خریداری کے لئے شاہی جواہرات لیکر دو در سے
 روانہ ہو گئی ”رشد سوار“، حامیان شاہی پھر بادشاہ کے گرد جمع
 ہو گئے اور بادشاہ کے جانبدار مطالب نے ہائیڈ کے مرتب کئے
 ہوئے سرکاری کاغذات کا ایک سیلاب تمام ملک میں بہا دیا۔
 پارلیمنٹ نے کثرت رائے سے یہ ارادہ کیا کہ سلطنت کے بڑے بڑے
 سلاح خانوں (ہل، پورسمتہ اور ٹاور) کو اپنے قبضے میں کر لے
 بلنگم شایر اور کنٹ کے زمینداروں کے جلوس گھوڑوں پر سوار
 سنٹ اسٹیون (ایوانہائے پارلیمنٹ) کو جاتے ہوئے لندن
 کے اندر سے ہو کر گزرے۔ ان لوگوں نے پارلیمنٹ کے

جنگ کی تیاری

ساتھ مرنے جینے کی قسم کھائی تھی۔ دارالعوام کی نئی حیثیت کے متعلق پیم کے ولیرانہ اعلان سے دارالامرا خوفزدہ ہو کر اپنے طرز عمل سے باز آگیا تھا۔ پیم نے علانیہ یہ کہہ دیا تھا کہ سلطنت کے بچانے میں دارالعوام آپکی (دارالامرا کی) تائید و مدد کو بخوشی قبول کریگا لیکن اگر دارالامرا نے امداد نہ دی تو دارالعوام اپنے ادائے فرائض میں ہمت نہ ہارے گا۔ سلطنت رہے یا جائے مگر دارالعوام کو اس امر کا افسوس ضرور ہوگا کہ آئندہ نسلیں یہ کہیں گی کہ ایسے خطرناک و مشکل وقت میں سلطنت کے بچانے کے لئے دارالعوام کو مجبوری تہنا کارروائی کرنا پڑے گی پیم کے ان الفاظ کا اثر اس سے ظاہر ہوا کہ دارالامرا نے اپنے اراکین میں سے اساتذہ کے خارج کرنے کا قانون منظور کر لیا مگر سب سے بڑا سوال یہ تھا کہ قوم سے مسلح آدمی مہیا کئے جائیں اور اس معاملے میں دونوں جانب کو مشکلات درپیش تھیں۔ شاہان ٹیوڈر نے یہ رسم بدنگالی تھی کہ وہ بذات خاص فوج جمع کرتے تھے ورنہ ان سے قبل بادشاہ کو فی نفسہ یہ اختیار نہیں تھا کہ بحالی امن یا غیر ملکی حملے کی مدافعت کے سوا اور ضرورتوں کے لئے عام طور پر رعایا کو ہتیار اٹھانے کے لئے بلا سکے۔ شاہان ٹیوڈر کے اس فعل پر دارالعوام میں ایک مباحثہ کے دوران میں اعتراض بھی ہو چکا تھا مگر اس کے ساتھ ہی کوئی شخص یہ دعویٰ بھی نہیں کر سکتا تھا کہ بغیر بادشاہ کے ایوان ہائے پارلیمنٹ

نے محض اپنے اختیار سے کبھی فوج جمع کی ہو اور چارلس ایک ایسی طیشیا (محافظة ملک فوج) کی منظوری دینے سے برابر انکار کر رہا تھا جس کے عہدہ وار ہر صوبہ میں وہی لوگ ہوں جو پارلیمنٹ کے جابدار ہیں، اس لئے دونوں فریق میں سے کسی فریق نے بھی آئینی نظائر کی پروا نہیں کی۔ پارلیمنٹ نے اپنے حکم سے طیشیا کی ترتیب کے لئے لارڈ لٹنٹ (سید سالار) مقرر کروئے اور چارلس نے شاہی حکم سے فوج جمع کرنا شروع کر دی، بادشاہ کو بہت بڑی مشکل اختیار کے مہیا کرنے کی تھی۔ وہ ۲۳۔ اپریل کو یوٹھام کے سلاح خانے ہل کے سامنے جا پہنچا اور اندر جانا چاہا مگر سلاح خانے کا ہسٹم سرجان ہونٹم اسکے سامنے گھٹنوں کے بل گر پڑا مگر دروازے کے کھولنے سے انکار کیا۔ پارلیمنٹ نے جب اس کے اس فعل پر اپنی پینیدگی ظاہر کی تو شاہی فریق کے ارکان اپنی جگہوں سے اٹھ گئے۔ فاکلیٹ، کولپپر، ہائیڈ بائیس امرا اور ساٹھ ارکان دارالعوام کے ساتھ یارک میں چارلس سے جا ملے۔ ان کے بعد لٹنٹ (محافظة مرشاہ) سلطنت کی مرئے ہوئے وہاں پہنچ گیا۔ انہوں نے کوشش یہ کی بادشاہ کی جنگی تجاوزت کو روکیں، ملک کی عام مخالفت نے بھی ان کی اس کوشش کی تائید کی۔ چارلس نے یارکشائر کے زمینداروں کا ایک بہت بڑا جلسہ ہیورٹھ سور میں منعقد کیا تھا۔ اسکا انجام یہ ہوا کہ ان لوگوں نے یہ درخواست کی کہ پارلیمنٹ سے مصالحت کرنی جائے۔ یونیورسٹیوں اور شاہی فریق کے امرا نے

اپنے تقریبی برتن تک نذر کر دیئے مگر نئی فوج کے ہتیار و مصارف کی ضرورت پوری ہو سکی۔ دوسری طرف ان حامیان شاہی کے نکل جانے سے ہر دو ایوانہائے پارلیمنٹ کا اتحاد اور قوی ہو گیا۔ پیشیا بہت جلد بھرتی ہو گئی۔ لارڈ واروک پیٹرے کی کمان کے لئے نامزد کیا گیا، شہر میں ایک قرضہ کھول دیا گیا جس میں عورتوں نے اپنی رسم عتد کی انگھوٹیاں تک دیدیں، استعمال قوت کی دہائی سے ہر دو ایوانہائے پارلیمنٹ کا لہجہ سخت ہو گیا تھا۔ ان کی آخری تجویز یہ تھی کہ شاہی وزراء کی تقرر و برطرفی، بادشاہ کے بچوں کے اتالیقوں کی نامزدگی اور ملکی و مذہبی و فوجی معاملات کی نگرانی سب ان کے اختیار میں دیدی جائے۔ پارلس نے اسکا یہ جواب دیا کہ اگر میں تمہارے ان مطالبوں کو منظور کر لوں تو پھر میں محض شاہ شطرنج رہ جاؤں گا ۛ

خبریں

خانہ جنگی

جولائی ۱۹۴۲ء تا اگست ۱۹۴۶ء

{ اسٹاؤ۔ جن کتابوں کا پہلے ذکر ہو چکا ہے انہیں کتب ذیل
 کو بھی شریک کر سکتے ہیں (۱) سوانح عمری دیو پرست مصنفہ وارپرن (۲)
 سوانح عمری ڈیرنیکس مصنفہ مسٹر کلیمنٹس مارکھم (۳) ڈیرنیکس کے مراسلات اور
 (۴) لڈلو کا تذکرہ۔ اسپرگت کی کتاب (Anglia Rediviva) انگلستان کی
 تجدید حیات سے "عساکر جدیدہ" (New model) کے حالات اور انکی
 کارروائیاں معلوم ہوتی ہیں۔ کراہول کے متعلق سب سے زیادہ مستند کتاب
 مسٹر کارلائل کی تالیف کردہ "سوانح عمری و خطوط" (Life & Letters) ہے
 اسیں تحریرات کا ایک بیش بہا ذخیرہ جمع کیا گیا ہے جن میں ایک ماہر آٹا
 قدیمہ کی کسی جستجو و تلاش اور ایک شاعر کی کسی جدت طرازی دونوں پانچاتی ہیں
 اس زمانے پر پہنچ کر کلیرنڈن کی کتاب کی قدر بڑھ جاتی ہے اور اس سے
 کارنوال کے بغاوت کی کیفیت بہت اچھی طرح واضح ہوتی ہے {
 گفت و شنود کے منقطع ہوجانے کے بعد دونوں فریق نے آوری (اورنگزیل)
 جنگ کیلئے تیاریاں شروع کر دیں۔ پارلیمنٹ نے اپنی کارکن جماعت
 کے طبع پر ایک "مجلس" حفاظت عامہ قائم کی تھی۔ ممبران ایم اور ہورن

اس کیٹی کے روح ورواں تھے۔ انگریزی و اسکاتلینڈی عہدہ داران فوج
 ندر لینڈز سے بلائے گئے تھے اور لارڈ ایلس فوج کا سپہ سالار
 مقرر کیا گیا تھا۔ فوج کی تعداد بہت جلد میں ہزار پیدل اور چار ہزار
 سواروں تک پہنچ گئی۔ پارلیمنٹ کی جانب اعتماد بہت بڑھا ہوا تھا۔
 پہلے مقابلے کے بعد بیکسٹرنے یہ اعتراف کیا کہ ہم سب کا خیال
 یہ تھا کہ "ایک ہی جنگ میں فیصلہ ہو جائے گا" کیونکہ بادشاہ کے پاس
 روپیہ و ہتھیار بالکل نہیں تھا اور باوجودیکہ اسنے فوج کے بھرتی کرینے
 بہت سخت کوشش کی پھر بھی اسے اپنی ساتھیوں سے دشواری
 پیش آئی کیونکہ یہ لوگ لڑنے سے اجان چراتے تھے۔ لیکن خود چارلس
 لڑنے کا عزم کر چکا تھا اسنے ناشنگھم میں عظیم شاہی بلند کر دیا۔ شام کا
 وقت تھا اور تمام دن طوفان باووباران جاری رہ چکا تھا۔ ملک نے
 اسکے حسب خواہش کوئی جواب نہیں دیا۔ دوسری طرف ایلس جب
 لندن سے روانہ ہوا ہے تو ایک مجمع عظیم اسے خیرباد کہنے کیلئے
 جمع ہو گیا تھا ایلس نے نارٹھسٹن میں اپنی فوج فراہم کی پارلیمنٹ سے
 اسے یہ حکم مل چکا تھا کہ وہ بادشاہ کے عقب میں جائے اور جنگ سے
 یا بطرح ممکن ہو اسے اسکے دعا باز مشیروں سے چھوڑا کر پارلیمنٹ میں
 لے آئے۔ چارلس کے پاس ایک مٹھی بھر آدمی تھے۔ اگر سواروں تک
 چند دستے اس وقت یوش کر کے آجاتے تو جنگ کا خاتمہ ہو جاتا
 مگر ایلس واقعی جنگ کرنے سے جھپکتا تھا۔ اسے یہ یقین تھا کہ
 محض اپنی قوت کے اظہار سے وہ بادشاہ کو دبا دیگا۔ چارلس جب
 پیچھے ہٹ کر شروبری پر آ رہا تھا تو ایلس نے بھی اور مغرب کی طرف بڑھ کر

۲۲ اگست

ورسٹر پر قبضہ کر لیا۔ لیکن اب ایک بیک تمام صورتِ معاملات بدل گئی۔ کیتھولک اور شاہ پرست بہت تیزی کے ساتھ بادشاہ کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے اور دلیرانہ لندن کی طرف کوچ کر دیا۔ اس کے کو بھی دارالسلطنت کی حفاظت کیلئے ورسٹر سے بڑھنا پڑا۔ بینبری کے قریب میدانِ پھیل میں دونوں فوجیں ایک دوسرے کے مقابل آگئیں۔ یہ مقابلہ اچانک ہو گیا تھا اور اس جنگ میں دونوں طرف کے سوار گتھے گئے۔ جنگ کے شروع ہوتے ہی سر فیٹھل فارشکیو ایک پورے دستے کے ساتھ آگے بڑھا اور اس سے پارلیمنٹ کی فوجوں میں ابتری پھیل گئی۔ اس کے ساتھ ہی دونوں بازوؤں پر شاہی سواروں نے دشمن کے رسالے کو میدان سے ہٹا دیا۔ لیکن لارڈ اسکس کی پیدل سپاہ نے بادشاہ کے قلب کی سپاہ کو توڑ دیا اور اگر شہزادہ ریو پورٹ وقت پر اپنے دستوں کو واپس نہ لے آتا تو چارلس گرفتار ہو جاتا یا اسے بھاگنا پڑتا۔ رات ہو جانے سے جنگ غیر فیصلہ رکھی مگر اخلاقی نفع بادشاہ کے جانب رہا۔ اسکس کو معلوم ہو گیا کہ اسکے سوار شاہی سواروں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ وہ وارک کی طرف ہٹ گیا اور دارالسلطنت کا رستہ کھلا رہ گیا۔ ریو پورٹ نے اس امر پر زور دیا کہ "تو راہی لندن کی طرف بڑھنا چاہئے۔ لیکن اعتدال پسند شاہ پرستوں اس تجویز کی سخت مخالفت کی۔ یہ لوگ جس طرح چارلس کی شکست سے خائف تھے اسی طرح اسکی کامل فتح سے بھی ڈرتے تھے۔ اسلئے بادشاہ فی الحال آکسفورڈ میں ٹھہر گیا جہاں بڑے زور و شور سے اسکی استقبال کیا گیا۔ اس اثناء میں ریڈنگ کی قلعہ نشین فوج نے اپنی پستوں سے قلعہ ریو پورٹ کے سواروں کے حوالے کر دیا اور اسے برات کر کے

۲۳ اکتوبر ۱۶۴۲ء

چارلس بمقام آکسفورڈ

پرفورڈ پر بھی قبضہ کر لیا اور شاہی فوج اسکی تائید میں عین شہرناہ کی دیوار کے نیچے پہنچ گئی۔ لیکن اس وقتے میں اہل لندن کا اضطراب رفع ہو چکا تھا اور ایکس کی فوج کے ساتھ لندن کے تعلیم یافتہ سپاہیوں کے ملجانے سے چارلس کو پھر مجبور ہو کر اپنے پرانے مقامات پر ہٹ جانا پڑا۔ پارلیمنٹ نے اگرچہ اپنی شکت کا اثر بہت جلد مٹا دیا مگر موسم ہرا میں جنگ کے دائرے کے وسیع ہوجانے سے بادشاہ کا پہلو برابر غالب رہا۔ آگسٹورڈ کے حصار کے باعث صوبجات وٹلی اسکا قبضہ مضبوطی سے جم گیا اور شمال میں دونوں فریق کا تناسب باہمی پلٹ گیا کیونکہ اہل نیوکسیل نے نارٹھمبر لینڈ میں ایک فوج جمع کر کے یارک پر حملہ کر دیا تھا۔ اس صوبے کے پارلیمنٹ والے سرگروہ لارڈ فیرنکس کو وِسٹ رائڈنگ کے صنعتی قضبات کیٹرفن پلٹنا پڑا جہاں پیوریٹنوں نے اپنے قدم مضبوطی سے جمائے تھے۔ ملکہ کا ہالینڈ سے سلاح جنگ لیکر آجانا شاہی فوج کی ہمت افزائی کا باعث ہو گیا اور اسنے اپنے ہراول کو وزیائے ٹرنٹ کے پار اٹاؤں جس سے مشرقی صوبے جو پارلیمنٹ کی جانبداری میں بہت مستقل تھے خطرے میں پڑ گئے۔ ہر دو ایوانہائے پارلیمنٹ کی پر زور کوششوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جنگ کا وباد کسقدر پڑ رہا تھا۔ موسم بہار میں جو مراسلت جاری تھی اسکا سلسلہ اس پرانے مطالبے کی وجہ سے منقطع ہو گیا کہ بادشاہ کو پارلیمنٹ میں واپس آنا چاہئے۔ لندن ہر طرح محفوظ کر لیا گیا اور پارلیمنٹ کے حامی اصناع پر بیس لاکھ پونڈ سالانہ کا محصول لگایا گیا۔ ایکس کی فوج کا ساز و سامان ازسرنو درست کیا گیا

۱۶۴۳
فروری

اور اسے آکسفورڈ کی طرف بڑھنے کا حکم دیا گیا۔ بادشاہ خود مغرب کی طرف
بٹنے پر تیار تھا مگر پھر بھی اہل اپنی نائزمووہ فوج کو خطرہ جنگ میں
ڈالنے سے پس و پیش کرتا رہا۔ آستے صرف ریڈنگ پر قبضہ کر لیا
اور ایک چھینے تک بیکار برل کے گرد خیمہ ڈالے پڑا رہا۔

بیماری کی وجہ سے ایکس کے سپاہیوں کی تعداد کم ہو گئی تھی

اور شاہ پرستوں کے اچانک حملے بھی ہوتے رہے لامحالہ یوآقیوہ

بغاوت

بادشاہ کا پتہ بھاری ہوتا چلا جاتا تھا۔ ایکس کی سستی کے باعث

چارلس کو موقع مل گیا کہ وہ مغرب کے شاہ پرستوں کی بغاوت کو

تقویت دینے کیلئے اپنی چھوٹی سی فوج کا ایک حصہ آکسفورڈ سے

مغرب کو بھیج دے۔ اہل کارنوال نے جس بہادری و شرافت سے

بادشاہ کی جانب داری میں حصہ لیا اسکی تلخیر کسی دوسری جگہ نہیں مل سکتی۔

کارنوال انگلستان کی عام زندگی سے بالکل الگ تھا اس علیحدگی کا

باعث صرف اختلاف نسل و زبان ہی نہیں تھا بلکہ وہاں کے لوگوں کا

جاگیری خیال بھی اسکا سبب تھا۔ وہ اپنے مقامی سرداروں کے ساتھ

اسی وفاداری کا برتاؤ کرتے تھے جو کلٹ قوم کی خصوصیت تھی اور

بادشاہ کے ساتھ وفاداری کو اپنی اس وفاداری کا معیار سمجھتے تھے۔

اسوقت تک انہوں نے صرف یہ کیا تھا کہ جنگ کا اثر اپنے

صوبے کے اندر نہیں آنے دیا تھا۔ لیکن لارڈ اسٹیمفورڈ کے تحت میں

پارلیمنٹ کی ایک چھوٹی سی فوج کے لانسٹن پر حملہ کرنے سے ان

لوگوں نے بھی عملی کارروائی شروع کر دی۔ اہل کارنوال کی ایک

مئی ۱۶۴۲ء

مختصر سی جماعت سرپیول گرنیول کے سے شجاع شخص کی ماتحتی میں

جمع ہو گئی۔ ان لوگوں کی پریشان حالی کی کیفیت تھی کہ اعلیٰ عہد داروں کو صرف ایک بسکٹ یومیہ میسر آتا تھا اور ان کی فوج کے پاس گویا مسمیٰ بھر بارود تھی۔ مگر شاید گرسنگی اور قلت تعداد کے باوجود یہ لوگ اسٹریٹن کی پہاڑی کی بلندیوں سے پار اتر گئے اور تلواریں ہاتھ میں لیکر ایسٹفورڈ کو ایکڑ کی طرف بھگا دیا۔ اسکے دو ہزار آدمیوں کا نقصان ہوا اور ریسد اور سامان کی گاڑیاں سب ضایع ہو گئیں۔

شاہی سپہ سالار وہین مرالف ہاپن سب سے زیادہ قابل سپہ سالار تھا شاہی فوج جب سمرسٹ میں بڑھی اور جنگ کا زور مغرب کی طرف ہوا تو اسی سپہ سالار نے شاہی فوج کی کمان اپنے ہاتھ میں لی۔ اس نے اس فوج کے روکنے کیلئے ایک منتخب فوج سرویم والر کے تحتیں روانہ کی لیکن وہ ابھی باہر تک بھی نہیں پہنچا تھا کہ سمرسٹ ہاتھ سے نکل گیا اور اہل کارنوال نے اسکی توپوں کے سامنے سینچر ہو کر اسے لینسڈاؤن ہل کے سے مضبوط مقام سے ہٹا دیا۔ لیکن اس سخت جنگ میں فاتحوں کے سرگروہوں کا نقصان ہو گیا۔ ہاپن زخمی ہوا اور گریونل مارا گیا۔ اسکے تھوڑے ہی زمانے بعد ہل کے محاصرے میں اہل کارنوال کی اس چھوٹی سی فوج کے دو اور نامور سردار سرنکولس سلینٹنگ اور سرجان ٹریونین کام آگئے۔ یہ دونوں ابھی نوجوان تھے انکی عمریں اٹھائیس برس سے زیادہ نہیں تھیں ان میں آپس میں بھی گہری دوستی تھی اور دونوں ہیول گریونل کے بھی دوست تھے۔ والر کو اگرچہ شکست ہو گئی تھی مگر جب ان لوگوں کی تھکی ماندی فوج حصول امداد کیلئے آکسفورڈ کی طرف

بڑھی تو وہ ان کے پیچھے لگ گیا اور بالآخر اسکے پیدل حصے کو ڈیوانز میں گھیر لیا۔ لیکن شاہی سوار والر کی صفوں کو توڑ کر نکل گئے اور چارلس نے جو فوج اپنی امداد کیلئے روانہ کی تھی اسے ساتھ لیکر پھر پلٹے اور والر کی فوج کو بالکل ہی پاش پاش کر دیا اور راوندروسے واؤن پر ایک نئی فتح حاصل کی۔ معلوم ہوتا تھا کہ کارلوال کی اس بغاوت سے جنگ کی قسمت کا فیصلہ ہو جائے گا۔ ملکہ شمال کی فوج سے چارلس کو برابر تقویت پہنچا رہی تھی اور اسنے دوبارہ لندن پر بڑھنے کا عزم کر لیا تھا۔ وہ ابھی اس تیاری ہی میں تھا کہ ریوپرٹ نے اسکے لئے نکل کر پارلیمنٹ کی فوج پر ایک دلیرانہ یورش کر دی اور میدان چالگروو میں ہیمپڈن کے سواروں کی ایک جماعت سے اسکی مدد بھیڑ ہو گئی۔ جنگ کا خاتمہ شاہ پرستوں کی کامیابی پر ہوا۔ لوگوں نے دیکھا کہ ہیمپڈن بالکل خلافت معمول جنگ کے ختم ہونے کے قبل ہی گھوڑے پر سوار چلا جا رہا ہے، اسکا سر جھکا ہوا تھا اور دونوں ہاتھ گھوڑے کی گردن پر رکھے ہوئے تھے۔ درحقیقت اسے کاری زخم لگا تھا اور جس کام سے اسے اسقدر الفت تھی اسکے لئے یہ موت بدشگونی معلوم ہوتی تھی۔ تباہی پر تباہی پیش آنے لگی۔ ایکس کا خیال صلح کی جانب بڑھتا جا رہا تھا وہ اکسبرج کی طرف ہٹ آیا برسل نے خود کو بزدلانہ طور پر ریوپرٹ کے حوالہ کر دیا سلطنت میں باعتبار اہمیت یہ دوسرا شہر تھا، اس پر قابض ہوجانے سے چارلس تمام مغربی حصے کا مالک ہو گیا۔ یہ خیر پارلیمنٹ کیلئے حکم موت سے کم نہ تھی "اھرا نے صلح کی تجاویز کے علاوہ اور

ہیمپڈن کی موت

کسی امر پر گفتگو نہیں کی۔ لندن میں خود تفرقہ پڑ گیا۔ اہل ثروت شہریوں کی بیویوں کا ایک بڑا مجمع دارالعوام کے دروازے پر جمع ہو گیا اور صلح کیلئے شور مچانے لگا۔ وست منسٹر میں جو ہینڈ امر باقی رہ گئے تھے، ان میں سے بھی چھ امیر آکسفورڈ کو بھاگ اس سے پارلیمنٹ کی کامیابی کی طرف سے ایک عام مایوسی پیدا ہو گئی۔

عہد و پیمانہ

لیکن اسی زمانے سے پارلیمنٹ کے سرگروہوں کے عزم نے بتدریج جنگ کی نوعیت بدلنا شروع کر دی۔ اگر ہیمپڈن نہیں رہا تو ہم موجود تھا۔ اور دارالعوام نے اپنے طرز عمل سے اس جلیل القدر سرگروہ کے خیال کو صحیح ثابت کر دیا۔ اگر جب راونڈ ہیل سے واپس آیا ہے تو اس کا استقبال اس طرح کیا گیا "گویا وہ بادشاہ کو اپنے ساتھ قید کر لایا ہے۔" ایک نئی فوج لاؤنچسٹر کے تحت میں متعین کی گئی تھی کہ نیویس کو شمال کی طرف نہ بڑھنے دے۔ مگر مغرب کا خطرہ سب سے بڑھا ہوا تھا۔ شہزادہ مورس اپنے بھائی ریورٹ کی طرح برابر کامیابی حاصل کرتا جا رہا تھا اور بارن اسپیل اور ایگزٹر کو فتح کر کے اسنے ڈیون پر بادشاہ کا تسلط جما دیا تھا۔ اب شمال اور افواج مقیم برسل کے درمیان سلسلہ قائم ہوجانے میں صرف گلوٹر حائل تھا۔ چارلس اس شہر کی طرف بڑھا اور اسے یقین تھا کہ شہر بہت آسانی کے ساتھ مطیع ہوجائے گا مگر شہر کی دلیرانہ مقاومت کو دیکھ کر ایکس اسکی امداد پر آمادہ ہو گیا۔ شہر میں صرف ایک پیہ بارود کا رہ گیا تھا

ستمبر ۶

کہ اہل کے آجانے سے چارلس کو محاصرہ اٹھانا پڑا۔ نیوبری کے قریب ایک غیر فیصل جنگ ہونے کے بعد پیورٹنی فوج پھر لندن کی طرف سرکنے لگی۔ لارڈ فاکلینڈ اس جنگ میں کام آیا اور مرتے دم برابر اسکی زبان سے ”صلح صلح“ کے الفاظ نکلتے رہے۔ اس جنگ میں لندن کے نوآموز سپاہیوں نے اپنے نیزوں سے ریپورٹ کے سواروں میں ہل چل ڈال دی تھی۔ معاملات اب اس حد پر آگئے تھے کہ ایک بڑی فتح کے سوا اور کوئی شے بادشاہ کو بچا نہیں سکتی تھی جسروز ایسکس کامیاب ہوکر واپس آیا ہے اسیروز ”عہد و میثاق“ مرتب ہوا ہے۔ ہم نے یہ عزم کر لیا تھا کہ اس مذہب حالت کا فیصد اسکالینڈ کی تلوار سے کرے۔ پارلیمنٹ کے نازک ترین وقت میں اسنے سرسیری وین کو اڈنبرا بھیجا کہ وہ اسکالینڈ کی مدد کے شرائط طے کرے۔ ان شرائط میں پہلی شرط یہ تھی کہ ”مذہب میں اتحاد ہو جائے۔ بالفاظ دیگر کلیسائے انگلستان طریق پریسٹرن کو قبول کرے۔ دارالعوام میں حکومت کلیسا کے متعلق شروع شروع میں جو مباحث ہوئے تھے ان کے بعد نئے حالات میں اسقدر تیزی کیساتھ تغیر ہو گیا تھا کہ اس قسم کا کوئی نہ کوئی انتظام لایا ہو گیا تھا۔ تمام اساتذہ اور پادریوں کا بیشتر حصہ بادشاہ کا جانبدار تھا ان لوگوں کو ”تقصیر دار“ قرار دیکر ان کی جگہوں سے علیحدہ کیا جا رہا تھا۔ ملک کے مذہبی حالات کے اعتبار سے اشد ضرورت تھی کہ کلیسائی حکومت کا کوئی نیا طریقہ قائم کیا جائے اور اگرچہ ہم اور دوسرے سربراہان وہ بدترین ایسا

اسکالینڈ سے اتحاد

اسی خیال میں تھے کہ اجمتال کے ساتھ حکومت اساتذہ کو قائم رکھنا چاہئے مگر طریق پرستین کی روز افزوں ترقی اور اس سے زیادہ جنگ کی ضروریات نے انہیں مجبور کر دیا تھا کہ اسکاٹ لینڈ کے نمونے پر کلیسا کا انضباط قائم کریں۔ ادھر اسکاٹ لینڈ اپنی جگہ پر یہ سمجھتا تھا کہ خود اسکی حفاظت کیلئے پارلیمنٹ کی فہمندی ضروری ہے اور وین کے محتاط و عاجلانہ نامہ و پیام میں جو مشکلات پیش تھے وہ خود بادشاہ کے طرز عمل سے رفع ہو گئے۔ جس طرح پارلیمنٹ اپنی مدد کیلئے شمال کی طرف نظر لگائے ہوئے تھی، اسی طرح چارلس کو آرلینڈ کے باغیوں سے اپنی معاونت کی توقع تھی۔ ان کے قتل عام کے باعث انگلستان میں ان کے متعلق انتقام و نفرت کا اسقدر جوش پیدا ہو گیا تھا کہ اسکی نظیر نہیں مل سکتی۔ مگر چارلس انہیں اپنی بساط تدبیر کے چہرے سمجھتا تھا۔ آرمینڈ کی فوج اب تک انکی بغاوت کے روکنے میں مشغول تھی مگر اب ان متفقہ کیتھولکوں سے عارضی صلح ہو جانے سے اسے آزادی مل گئی کہ وہ انگلستان میں آکر بادشاہ کی خدمت کر سکے۔ کیتھولکوں کی مدد کے دعوے سے چارلس بخیاں خود یہ سمجھتا تھا کہ وہ ادنبرا کی حکومت کو بھی مغلوب کر سکتا ہے، چنانچہ آرلینڈ کے کیتھولکوں سے بہت جلد اس امر میں خط و کتابت شروع ہو گئی کہ وہ انگلستان میں اتر کر پارلیمنٹ کی بغاوت میں مانسروز کو مدد دیں۔ بادشاہ کے تجاویز میں سے کوئی تجویز بھی اسکے مقصد کیلئے اس سے زیادہ مہلک نہیں ثابت ہوئی۔ جسوقت اسکے اس ارادے کی

افواہ پھیلی ہے خود اسکی فوج کے عہدہ داروں نے اپنے عہدوں سے
کنارہ کرنا شروع کر دیا۔ امرا جو الگر آکسفورڈ میں جمع ہوئے تھے
لندن کو واپس جانے لگے اور خود پارلیمنٹ کے اندر بادشاہ کی ہوا خواہی
کے جو خیالات پیدا ہو رہے تھے وہ بھی یکایک غائب ہو گئے
اسکالینڈ نے اپنی حفاظت کی فکر میں پھر "عہدہ ویشاق" پر دستخط
کرنے میں عجلت کی۔ دارالعوام کے اراکین نے سنٹ مارگریٹ
کے گرجا میں رہائش گاہ اٹھا اٹھا کر اس پر قائم رہنے کی قسم کھائی۔
انہوں نے اس امر کا ذمہ لیا کہ "تینوں سلطنتوں کے گرجوں کو
مذہب، اعتقاد، طریق حکومت، عبادت و مواعظ میں جہاں تک ہو سکے
ایک دوسرے کے مثل متحد کر دیں گے اور ہم اور ہمارے بعد کی
نسلیں مذہب اور محبت کے اعتبار سے آپس میں بھائیوں کی ہی
زندگی بسر کریں گی۔ خداوند ہمارا ساتھ دینے سے خوش ہوا ہم پوپ کے
اثر مقتدیان دین کے اقتدار، توہمات، تفرقہ اندازی اور بدکاری کو
مٹا دینگے، پارلیمنٹ کے حقوق و امتیازات اور سلطنت کی آزادی کو
قائم رکھینگے، کلیسا و سلطنت کی اصلاح سے مخالفت کرنے والوں
اور اس کے بدخواہوں کو مٹا دینگے اور دونوں سلطنتوں کی صلح
و اتحاد کو ہمیشہ کیلئے مستحکم کر دینگے۔" اس عہدہ ویشاق کے ہو چکنے
کے بعد قومی گناہ کا دلی اعتراف کیا گیا اور ان الفاظ میں
اصلاح کا حلف اٹھایا گیا کہ "ہماری سچی و صاف خواہش اور ہماری
اصلی غرض و کوشش یہ ہے کہ ہم خود اور وہ تمام لوگ جو خاندانی اور
سرکاری طور پر ہمارے اختیار و اثر میں ہوں اپنے حالات کو

انگلستان نے
عہدہ ویشاق کی
قسم کھائی

دست کریں اور حقیقی اصلاح کے ذریعہ سے ہر ایک دوسرے کیلئے
مثال بننے میں سبقت کرے۔

مارس ۱۸۰۱ء

اسی عہد و میثاق کا سرانجام پیم کا آخری کام تھا۔ اسکے بعد ہی
دسمبر میں اسکا انتقال ہوا اور جنگ کی کارروائی اور غیر ملکی معاملات کی
کرائی کا کام دونوں سلطنتوں کی کمیٹی کو سپرد ہوا۔ اس کمیٹی نے پوری
کوشش کی کہ سال آئندہ کیلئے پیم نے جو تجاویز قائم کئے تھے
انہیں عمل میں لایا جائے۔ ان تجاویز کی وسیع الاثری سے پیم کی
حیرت انگیز قابلیت کا ثبوت ملتا ہے۔ تین زبردست فوجیں
جن میں پچاس ہزار آدمی شامل تھے آئندہ مہم کے لئے تیار
کیئے گئے تھیں۔ مرکزی فوج ایکس کے تحت میں دیگی تھی اور
اسے یہ کام سپرد ہوا تھا کہ وہ آکسفورڈ میں بادشاہ پر نظر رکھے
دوسری فوج ہاتھی والہ مغرب میں شہزادہ موریس کے روکنے پر
متعین ہوئی تھی۔ شرقی صوبوں نے اپنے جوش میں ایک تیری
فوج چودہ ہزار آدمیوں کی تسیار کی تھی، اسے لارڈ فنچسٹر کی
ہاتھی میں دیا گیا تھا تاکہ وہ یارکشائر میں سرٹانس فیرکس کے ساتھ
کام کرنے کیلئے تیار رہے۔ اس فوج کے سرگروہوں میں کرامویل
کا نام خاص طور پر نمایاں ہو رہا تھا۔ اسکا لینڈ کی فوج انگریزوں کی
لارڈ لیون کی سرکردگی میں شدت برف و سرما کے باوجود جنوری
میں سرحد کو عبور کرائی اور اسکے روکنے کیلئے نیویس کو تعین نام
شمال کیپٹن کوچ کرنا پڑا۔ نیویس کی روانگی سے فیرکس کو
آزادی مل گئی اور اسنے آئر لینڈ کی اس انگریزی سپاہ پر حملہ کر دیا

جو چہرے میں آری تھی اور اسے کاٹ کر رکھ دیا۔ پھر سہیلی کو سر کرنے کیلئے اسی عجلت سے پیچھے پلٹ آیا۔ عقب کے خطرے نے نیویس کو واپس آنے پر مجبور کر دیا۔ ڈرہم میں اہل اسکاتلینڈ سے مقابلہ ہونے کے بعد وہ یارک میں آگیا اور یہاں فیرفیکس اور اسکاتلینڈ کی فوجوں نے اسے گھیر لیا۔ پم کی تجاویز میں اب بہت تیزی کیساتھ ترقی ہونے لگی۔ ایک طرف منچسٹر متفقہ صوبہ کی فوجیں لیکر بڑھا تاکہ یارک کی دیواروں کے نیچے فیرفیکس اور لارڈ لیون سے جا ملے، دوسری طرف والر اور الیکس نے اپنی فوجیں آکسفورڈ کے گرد پھیلا دیں۔ چارلس کو اب مدافعت کا پہلو اٹھانا کرنا پڑا۔ آئرلینڈ کی جس فوج پر اسے بھروسہ تھا اسکا خاتمہ فیرفیکس یا والر کے ہاتھوں پہلے ہی ہو چکا تھا اور اب یہ معلوم ہوا تھا کہ چارلس شمال و جنوب دونوں طرف مغلوب ہو گیا ہے۔ مگر اسے مایوسی کو پاس تک نہ آنے دیا۔ نیویس کی مدد کی درخواست کے جواب میں اسے پہلے ہی شہزادہ ریو پورٹ کو فوجیں جمع کرنے کیلئے آکسفورڈ سے سرحد ویلز پر بھیج دیا تھا۔ چارلس کا یہ جلیل القدر رفیق نیورک اور لیٹیم ہاؤس کے محاصروں کو ٹوڑ کر لٹکاشائر کی پہاڑیوں کو قطع کرتا ہوا یارکشاائر میں جا پھنچا اور پارلیمنٹ کی فوج سے بچتا ہوا بے گزند یارک میں داخل ہو گیا۔ اس غیر معمولی کامیابی نے اسے ایک دوسری جسارت پر آمادہ کر دیا۔ اس نے

ایک وارے نیارے کی جنگ کا عزم کر لیا۔ مارٹن بور میں دونوں فوجوں کا آمننا سامنا ہوتے ہی بندوق چلنا شروع ہوئی اور شام تک ۲ جولائی

مارٹن بور
۱۶۴۴ء
۲ جولائی

ہر طرف ایک ابتری سی پھیل گئی۔ ایک جناح پر بادشاہ کے سواروں کے
 حملے سے دشمن کی صف ٹوٹ گئی دوسری طرف کرامویل کے دستے
 نے ریو پورٹ کے سواروں پر پوری فتح حاصل کر لی۔ اختتام جنگ پر
 سپہ سالار نے لکھا تھا کہ "خدا کے فضل سے دشمنوں کو ہماری تلواروں
 گھاس کی طرح کاٹ کر رکھ دیا۔ لیکن عین جوشِ فتح کے وقت اس نے
 اپنے آدمیوں کو تعاقب سے واپس بلا لیا تاکہ شاہی پیدل سپاہ پر
 حملہ کرنے میں منچسٹری کی لگ کریں اور سواروں کے دوسرے جناح
 بھی توڑ دیں جو ابھی ابھی اہل اسکالینڈ کے تعاقب سے ہیدم ہو کر
 واپس آیا تھا۔ ایسی شدت کی جنگ کہیں دوسری جگہ نہیں ہوئی
 تھی۔ ایک نوجوان پیورٹین میدان میں جان توڑ رہا تھا کرامویل
 نے جھپک کر اسے دیکھا تو اس نے کہا کہ ایک صدمہ میری روح پر
 باقی رہ گیا ہے اور کرامویل کے استفسار پر جواب دیا کہ "خدا نے
 مجھے زندہ رکھا کہ میں اپنے دشمنوں کو اور زیادہ قتل کرتا۔ شاکرک
 جنگ کا خاتمہ ہو گیا اور اس ایک ضرب سے شمال میں شاہی مقاصد
 برباد ہو گئے۔ نیویس سمندر پار بھاگ گیا یارک نے اطاعت قبول
 کر لی اور ریو پورٹ چھ ہزار سواروں کے ساتھ جنوب کی طرف
 آکسفورڈ کو پلٹ گیا۔ یہ صدمہ اس وجہ سے اور بھی زیادہ سخت
 ہو گیا کہ وہ عین اس وقت پیش آیا جب جنوب میں چارلس کے
 خطرات فتوحات سے تبدیل ہو رہے تھے اور اسے پے در پے
 نہایت شاندار اور غیر متوقع کامیابیاں حاصل ہو رہی تھیں۔ ایک
 دہائی کے محاصرے کے بعد بادشاہ آکسفورڈ سے نکل گیا تھا اور

ایلیس ووالر اسکے تعاقب میں جارہے تھے۔ چارلس نے اسوقت تک انتظار کیا کہ ایلیس شہزادہ مورس پر حملہ کرنے کیلئے لایم کو چلا گیا اور اسوقت موقع پا کر اسنے بمقام گراپرڈی برج والر پر نہایت زور کا حملہ کر دیا اور اسے شکست دیکر لندن کی طرف بھاگا دیا۔ یہ واقعہ جنگ مارٹن مور سے دو روز قبل واقع ہوا تھا۔ چارلس اس کامیابی کے بعد دو منزل کرتا ہوا ایلیس کے عقب میں روانہ ہوا اور اسے امید یثقی کہ وہ ایلیس کو اپنی اور مارس کی فوج کے درمیان میں بالکل پس ڈالے گا۔ ایلیس سے ایک تھک غلطی یہ ہوئی کہ وہ کارنوال میں داخل ہو گیا حالانکہ یہ حصہ ملک اسکے خلاف تھا بادشاہ نے اسے پہاڑیوں کے اندر گھیر لیا اور ہر طرف سے راستے مسدود کر دیئے، پیادہ فوج نے خود کو بادشاہ کے رحم پر چھوڑ دیا البتہ سوار شاہی صف کو توڑ کر نکل گئے اور خود ایلیس سمندر کے راستے سے لندن کو بھاگ گیا۔ اسی روز بادشاہ طرفداروں کو اسکالینڈ میں بھی ایک نمایاں کامیابی حاصل ہوئی جس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ مارٹن مور میں جو کچھ ہوا ہے اسکا باطل ہو جائیگا۔ آئرلینڈ کے کیتھولکوں نے چارلس کے ساتھ اپنے عہد کو پورا کر دیا اور اپنے سپاہیوں کو لاکر آرگائل میں اتار دیا اور حسب قرار واد سابق مانر روز نے ہالینڈ پہنچ کر قبائل جنگ پر آمادہ کر دیا۔ اپنی اس نئی فوج سے اسنے بمقام پیرمیور "میتافینوں" کی فوج پر حملہ کر دیا اور نتیجاً ہو کر پرتھ پر قبضہ کر لیا۔ ایرڈین کو غارت کر دیا اور خود اڈنبرا میں تھک ڈال دیا۔ چارلس جب مغرب سے

نیوبری واپس آیا تو اس خبر کو سنکر وہ جوش میں آگیا اور خود لندن پر حملہ
 ۲۴ اکتوبر کرنے کیلئے آمادہ ہو گیا۔ لیکن مارسن مور کے فاتحوں میں سے اہل
 اسکاٹلینڈ تو وہیں رگ گئے تھے، باقی فوجیں آگے بڑھ کر چارلس کے راستے
 میں بمقام نیوبری جمع ہو گئی تھیں۔ کارنوال میں جن سپاہیوں نے
 اطاعت قبول کر لی تھی انہیں پھر میدان جنگ میں بھیدیا تھا،
 اور اس سے مجتمع فوج کو اور تقویت ہو گئی تھی۔ شاہی سواروں نے
 حملے پارلیمنٹ کی صفوں کو توڑنے میں ناکام رہے اور اسیکس کے سپاہیوں
 نے یورش کر کے اپنی ان توپوں پر قبضہ کر لیا جنہیں وہ پہلی جنگ میں
 ضائع کر چکے تھے اور شان کے ساتھ ان توپوں کو اپنی صفوں میں
 واپس لاکر اپنی شکست کی ذلت کو مٹا دیا۔ کرامویل نے اس موقع سے
 کامل فتح کا فائدہ اٹھایا ہوتا مگر تاریکی کے باعث وہ اپنے تہا دستے سے
 کام نہ لے سکا اور پیچھے اپنے افسروں کی التجاؤں کے باوجود
 حملہ کرنے سے انکار کر دیا۔ اسیکس کی طرح وہ بھی بادشاہ پر کامل
 فتح حاصل کرنے سے جھجکتا تھا۔ پس چارلس کو موقع مل گیا کہ وہ
 اپنی فوج کو آکسفورڈ کی طرف واپس لیجاٹے اور دوبارہ بے روک ٹوک
 اپنے اسی شکست کے میدان میں نمایاں ہو۔

بمقام نیوبری کرامویل اور لارڈ پیچیسٹر کے درمیان جو روڈک
 ہو گئی تھی اس سے یقین تھا کہ جنگی کارروائیاں کوئی نئی صورت
 اختیار کریں گی۔ درحقیقت پیم کو ابھی خانقاہ و سٹ منسٹر میں دفن ہوا
 زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا کہ انگلستان نے یہ محسوس کر لیا کہ ایک
 اس سے بھی زیادہ قابل شخص اسکی جانشینی کیلئے موجود ہے۔

کرامویل

یہ شخص فاتح مارٹن مور (یعنی اولیور کرامویل) تھا۔ وہ ہینچبروک کے
 بہت عالی خاندان کرامویل کے ایک گھرانے میں عہد الیزبتھ کے
 اختتام کے قریب پیدا ہوا تھا۔ ماں کی جانب سے وہ ہیمپڈن
 اور سنٹ جان کا قرابت دار تھا۔ کیمبرج میں اسے ٹھوڑے ہی دن
 گزرے تھے کہ باپ کے انتقال کی وجہ سے وہ اپنی ہینکلڈن کی
 چھوٹی سی خاندانی جائداد کی نگرانی کیلئے چلا گیا۔ کچھ دنوں بعد
 اسے ہینکلڈن کو چھوڑ کر سنٹ ایوز میں زراعت شروع کر دی۔
 شخصی حکومت کے دوران میں ہم اسکی افتاد مزاج کا حال بیان
 کر چکے ہیں کہ وہ اکثر موت کے خیال میں غرق رہتا تھا اور یہ خط
 اسکی طبیعت ثانیہ بن گیا تھا اور بیکاری نے اسے اور بڑھا دیا
 تھا۔ لیکن جب مطلق العنانی کا دور ختم ہو گیا اسوقت اسکی قوت نے
 اپنا زور دکھایا۔ اسکا باپ اور اسکے تین چچا الیزبتھ کی آخری
 پارلیمنٹوں میں شریک رہ چکے تھے۔ اولیور خود ۱۶۲۸ء کی پارلیمنٹ میں
 منتخب ہوا تھا اور شہر کیمبرج نے اسے مختصر العہد اور طویل العہد
 دونوں پارلیمنٹوں میں اپنا قائم مقام بنا کر بھیجا تھا۔ اس دوسری پارلیمنٹ کا
 ذکر کرتے ہوئے ایک درباری سرفلیپ وارک سب سے پہلے ہمیں
 کرامویل سے روشناس کرتا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ "ایک روز میں
 لباسِ فاخرہ پہنے ہوئے صبح کے وقت دارالعوام میں آیا تو کیا
 دیکھتا ہوں کہ ایک شخص کھڑا تقریر کر رہا ہے جسے میں پہلے سے
 پہچانتا نہیں تھا۔ اسکا لباس بہت ساہ تھا اور معلوم ہوتا تھا
 کہ دیہات کے کسی انارزی درزی کا سیا ہوا ہے۔ اس کا قمیص

معمولی سیاہو ہوا تھا اور اچھی طرح صاف بھی نہ تھا اور مجھے یاد آتا ہے کہ اس قمیص کے گلے پر خون کی دو ایک چھینٹیں بھی پڑی ہوئی تھیں۔ قمیص کا گلا کار سے کچھ زیادہ بڑا نہیں تھا اسکی ٹوپی میں پٹی تک نہیں تھی۔ اسکا قد بلند تھا، تلوار اسکی کمر سے لگی ہوئی تھی۔ چہرہ پھولا ہوا اور سرخ تھا، آواز تیز اور کراخت تھی اور تقریر میں جوش اٹھا پڑتا تھا، لوگ کراویل کی تقریر شوق سے سننے لگے تھے مگر اسنے اپنی قوت کا اصلی اظہار اپنے قول سے نہیں بلکہ اپنے فعل سے کیا۔ خود اسکے زمانے کے لوگوں نے اسے "فولاد بازو" کہنا شروع کر دیا تھا۔ وہ اپنے ہی مرتب کئے ہوئے ایک دستہ فوج کو لیکر اٹھیل میں آیا، چونکہ وہ قدرتا ایک سپاہی تھا اسنے ایکس کی فوج کا نقش فوراً ہی محسوس کر لیا اور ہیمپڈن کو تنبیہ کر دیا کہ "یہ غریب قالین بان اور مزدوری بیشہ لوگ اعلیٰ طبقہ کے اشخاص کے مقابلہ میں ہرگز ٹھہر نہ سکیں گے۔" اسنے یہ رائے دی کہ شاہی سواروں کی کاروانی کا جواب اگر ہو سکتا ہے تو صرف مذہبی جوش سے ہو سکتا ہے۔ ہیمپڈن تک کو یہ تجویز نامکن العمل معلوم ہوتی تھی، مگر کراویل نے مشرقی صوبجات کیلئے ایک ہزار آدمیوں کا جو دستہ تیار کیا وہ سب کا سب "پختہ مذہبی" آدمیوں پر مشتمل تھا۔ اسنے جس کام کا عزم کیا تھا اس میں اپنی دولت بیدریغ صرف کر دی۔ وہ لکھتا ہے کہ "اس کلم میں میرے گیارہ بارہ سو پاونڈ صرف ہو گئے ہیں اسلئے میں اب اپنی جائیداد سے مصارف عامہ میں بہت کم مدد دے سکتا ہوں۔ اپنے سپاہیوں کی مدد کیلئے میرے پاس بہت کم رہ گیا ہے" اپنے آدمیوں کی بابت

کراویل کی
بریکڈ

وہ سپاہیانہ جوش کے ساتھ کہتا ہے کہ ”میرے سپاہی محبت کے بندے ہیں۔ ان میں توہین مذہبی، شرابخواری، ہونٹنی یا بدکاری کو ذرا بھی دخل نہیں ہے۔ انہیں سے جو شخص بھی قسم کھاتا ہے اسے بارہ پنس تاوان دینا پڑتے ہیں“ کرامول نے اپنی اس نئی رجمنٹ میں یہی جڈ نہیں کی کہ ”پختہ مذہب لوگوں“ کو جن چٹکر رکھا بلکہ رسم و رواج نے افسری کے لئے اعلیٰ خاندان ہونے کی جو شرط لگادی تھی اسے بھی اس نے ترک کر دیا۔ مجلس صوبجات متفقہ کی شکایات کے جواب میں اس نے لکھا تھا کہ ”مکن ہے کہ اس خیال سے ان لوگوں کو تکلیف ہوتی ہو کہ ایسے معمولی آدمی سواروں کے کپتان مقرر کر دئے جاتے ہیں، بیشک ذی عزت و اعلیٰ خاندان اشخاص اگر اس کام کو کرتے تو بہت ہی اچھا ہوتا مگر سوال یہ ہے کہ وہ کرتے کیوں نہیں، چونکہ کام کا انجام پانا ضروری ہے اس لئے کسی کے نہ ہونے سے تو ان معمولی آدمیوں ہی کا ہونا اچھا ہے۔ بہترین اشخاص وہ ہیں جو ضروریات پر صبر کریں، اپنے کام کو ایکانداری و دیانت کے ساتھ انجام دیں اور مجھے امید ہے کہ یہ لوگ ایسے ہی ثابت ہونگے“ ان الفاظ سے کرامول کی طبیعت کی کیفیت صاف عیاں ہو جاتی ہے، وہ ایک مصلح کے بجائے ایک کاروان سپاہی معلوم ہوتا ہے مگر یہ اندازہ اسی وقت ہو گیا تھا کہ اس کا خیال طبقہ اعیان و مستحفظین کی طرف مائل اور جنگ سے جو معاشرتی انقلاب پیدا ہونیوالا ہے، اس کے آثار کو وہ اچھی طرح سمجھتا ہے۔ اس نے ایک مرتبہ بے صبری کے ساتھ کہا کہ

ایک کپتان جو یہ جانتا ہو کہ وہ کس لئے لڑ رہا ہے اور اپنے اس فعل کو پسند کرتا ہو مگر کسانوں کے سے سادے کپڑے پہنے ہو وہ میرے نزدیک اس شخص سے بہتر ہے جسے تم لوگ خٹلمین (شریف) کہتے ہو اور اس خٹلمین میں اس کے سوا اور خوبی نہ ہو کہ وہ خٹلمین کہلاتا ہے۔ آخر میں اس نے اپنے معمولی انداز میں یہ بھی کہہ دیا، کہ یہ ضرور ہے کہ میں ایک خٹلمین کی عزت کرتا ہوں، اس کے اس انداز طبیعت کا اظہار ایک اور حیرت انگیز جدت سے ہوا باوجودیکہ اسے استغفوں سے سخت نفرت تھی اور اس نے حکومت کلیسا کے تغیر کیلئے شدید کوششیں کی تھیں مگر وقت آنے پر دوسرے پارلیمنٹی سرگروہوں کی طرح کرامویل بھی جدید پرسبیٹیرین طریقہ پر قانع کرامویل اور ہو گیا اور پرسبیٹیرین اس سے بالکل راضی رہے۔ لارڈ منچسٹر انحرافی گروہ نے اسے اجازت دیدی تھی کہ وہ بسطرح چاہے فوج سے کام لے۔ "بیلی جو اسکاٹلینڈ کا باشندہ تھا کرامویل کے متعلق لکھتا ہے کہ "یہ شخص نہایت ہی ہوشمند و مستعد کار سرگروہ ہے، تمام لوگ اسے ایک پر زور مذہبی شخص سمجھتے اور اس سے محبت کرتے ہیں۔" لیکن قانون کی مقرر کی ہوئی عبادت سے انحراف کرنے والوں سے پرسبیٹیرنیوں کو بھی لاڈ سے کم نفرت نہ تھی، اور جیسا کہ بعد کو معلوم ہوگا عام عبادت سے اتفاق نہ کرنے والوں کا تناسب بہت بڑھتا جا رہا تھا اور اس وجہ سے رواداری اور آزادی عبادت کے متعلق ان کے دعوے

نے اس زمانے میں خاص اہمیت حاصل کر لی تھی۔ کرامویل نے اس معاملے میں بھی تخیل پرستی سے کام نہیں لیا۔ اسے اچھے سپاہی اور اچھے آدمیوں کی ضرورت تھی۔ جن لوگوں میں یہ صفات ہوں انہیں اس کی فوج میں جگہ مل جاتی تھی اس سے بحث نہیں کی جاتی تھی کہ وہ ”انڈینڈنٹ“ (آزاد خیال) ہیں، بیٹسٹ (اصطباغی)، ہیں یا ”لیولر“ (مساوات طلب)، ہیں اضطراب زدہ پریسٹرین ان لوگوں پر انما بیٹسٹ (حامی اصطباغ بعد بلوغ) اور انقلابی اغراض رکھنے کا الزام لگاتے تھے مگر کرامویل نے اس کا جواب یہ دیا تھا کہ ”اگر تم ان لوگوں سے ملو تو ان کی وقعت کرنے لگو گے، وہ دوبارہ اصطباغ چاہنے والوں میں نہیں ہیں بلکہ وہ ایماندار اور سچے عیسائی ہیں اور وہ یہ چاہتے ہیں کہ ان کے ساتھ آدمیوں کا سا برتاؤ کیا جائے“ جیسا کہ معاشرتی تعبیر کی نسبت ذکر ہو چکا ہے، اس معاملہ میں بھی کرامویل کو بہت جلد ضرورت نے مجبور کر دیا کہ وہ زیادہ وسیع النظری سے کام لے۔ لیکن اس وقت تک وہ کلیسا و سلطنت کے اصول پر غور کرنے کے بجائے اپنی نئی رجمنٹ کے کام میں زیادہ مشغول تھا اور جس وقت اس کے سوار میدان کارزار میں آئے تو انہوں نے ثابت کر دیا کہ اس جنگ میں ان کے سپاہی کہیں دوسری جگہ موجود نہیں ہیں۔ جنگ کے ختم ہونے پر ان کے سردار نے ان کی نسبت فخریہ کہا تھا کہ حق یہ ہے کہ انہیں کہیں بھی شکست نہیں ہوئی، ”جنگ

ویشی میں وہ "مزامیر گاتے ہوئے" بڑھے اور لیکن شاہ کو شاہی فوج سے پاک و صاف کر کے مشرقی صوبوں کو نیو کیسل کے طرفداروں کے خطرے سے آزاد کر دیا۔ مارٹن مور میں انہوں نے ریو پورٹ کے سواروں کا مقابلہ کیا اور انہیں بھگا دیا۔ نیو بری میں صرف مینچسٹر کے پس و پیش نے انہیں چارلس کے بالکل تباہ کر دینے سے روک لیا۔

اس رجمنٹ کے تیار کرنے سے کرامویل نے اپنی انتظامی قوت کا ثبوت دیدیا تھا۔ مارٹن مور میں اس کی فوجی قابلیت عیاں ہو گئی اور جنگ نیو بری نے اسے سیاسی پیشرو بنا دیا۔ مینچسٹر سے مناقشہ ہو جانے کے بعد اس نے دارالعوام میں یہ کہا تھا کہ اگر ہم اس لیت و سل کو ترک کر کے جنگ کی کارروائی کو زیادہ عاجلانہ و پُر زور و موثر طریقے سے نہ چلائینگے اور بر اعظم کے پیشہ ور سپاہیوں کی طرح جنگ کا تانا بانا بنتے رہیں گے تو ملک ہم سے برگشتہ ہو جائے گا اور پارلیمنٹ کے نام سے لوگوں کو نفرت ہو جائے گی" لیکن اس وقت جو افراد بر سرکار تھے ان سے اس سے زیادہ کار نمایاں کی توقع نہیں ہو سکتی تھی۔ کرامویل نے ان کی نسبت صاف الفاظ میں یہ کہ دیا تھا کہ "وہ فاتح بننے سے ڈرتے ہیں" وہ چارلس کو پامال نہیں کرنا چاہتے تھے بلکہ یہ چاہتے تھے کہ وہ مجبور ہو کر ایک آئینی بادشاہ کی حیثیت اختیار کر لے اور اس کے سابقہ اختیارات جس قدر بھی ممکن ہوں اس کے ہاتھ میں باقی رہیں قدیم دفاواری کے خیال نے بھی انہیں نذبذب کر دیا تھا

سنگر

چونکہ

وہ غدار کہلانے سے بچنا چاہتے تھے۔ نیو بری میں منچسٹر نے
 بزور یہ کہا تھا کہ دداگر بادشاہ کو شکست ہو جائے گی تو بھی وہ بادشاہ
 ہی رہے گا اور اگر وہ ہمیں شکست دیدے گا تو وہ ہم سب کو باغی
 قرار دیکر پھانسی پر لٹکا دے گا۔ اس خیال کے لوگوں کو کرامویل
 کا انداز بہت ہی پر خطر معلوم ہوتا تھا۔ زائڈ مابعد کے لوگوں
 کا بیان ہے کہ کرامویل نے منچسٹر کا یہ جواب دیا تھا کہ دداگر
 جنگ میں بادشاہ میرے سامنے آجائے تو میں دوسروں کی
 طرح اس پر بھی بے تامل پستول سر کر دوں گا۔ فوج کے
 متعلق بھی وہ مدتوں پہلے یہ کھ چکا تھا کہ اس فوج سے فتح
 نہیں حاصل ہو سکتی۔ اب بھی اس نے اس امر پر زور دیا کہ
 جب تک تمام فوج از سر نو مرتب نہیں کی جائے گی اور
 ضوابط سخت نہیں کئے جائیں گے اس وقت تک وہ انہیں یہ توقع
 نہ کرنا چاہئے کہ جس کام کو وہ کرنا چاہتے ہیں اس میں
 انہیں کوئی نمایاں کامیابی حاصل ہو سکے گی، لیکن اس انتظام
 جدید کا پہلا قدم یہ ہوتا کہ عہدہ دار بدل دئے جائیں، اس وقت
 تک اراکین پارلیمنٹ ہی فوج کے عہدہ دار تھے، کرامویل
 اور وین نے ایک تجویز قانون ایشار کے نام سے پیش کی
 تھی کہ فوجی و ملکی عہدہ دار پارلیمنٹ کی شرکت سے ممنوع
 قرار دئے جائیں، ایک مدت تک اس تجویز کی بڑی مخالفت
 ہوتی رہی اور آخر کسی قدر ترمیم کے ساتھ منظور ہو گئی۔ مگر
 زائڈ مابعد کے نتائج سیاسی سے ظاہر ہو گیا کہ یہ مخالفت بجا تھی

قانون
 ایشار

کیونکہ فوج و پارلیمنٹ میں جو رابطہ قائم تھا وہ اس قانون سے ٹوٹ گیا۔ لیکن بروقت عام رائے کی قوت کا مقابلہ کرنا مشکل تھا۔ اس قانون کے منظور ہو جانے سے ایلیکس پیچسٹر اور وار اپنے عہدوں سے ہٹ گئے اور ایک نئے سپہ سالار اعظم سرٹامس فیرفیکس کے تحت میں فوج کی ترتیب جدید باستعجال تمام شروع کی گئی۔ فیرفیکس نے یارکشائر کی طولانی جنگ، نینٹوچ کی فتح، اور مارٹن مور میں اظہار بہادری سے خاص شہرت حاصل کر لی تھی۔ لیکن درحقیقت فیرفیکس کے پردہ میں کراسویل کام کر رہا تھا۔ اس نے جس اصول پر اپنا رسالہ قائم کیا تھا اب اسی اصول پر ”عساکر جدیدہ“ کی ترتیب شروع کر دی تھی؛ سب سے مقدم کام یہ تھا کہ بیس ہزار ایماندار، انتخاص جمع ہو جائیں۔ کراسویل نے لکھا تھا کہ ”خوب غور کر لو کہ کن لوگوں کو تم کپتان مقرر کرتے ہو اور کن لوگوں کو سوار بناتے ہو۔ تھوڑے سے ایماندار آدمی ایک بڑے خول سے بہتر ہیں۔ اگر تم باخدا اور ایماندار آدمیوں کو کپتان مقرر کرو گے تو ایماندار انتخاص ان کا ساتھ دیں گے“ اس خیال کا نتیجہ یہ ہوا کہ نئی فوج کے عہدہ داروں میں ہر درجے اور طبقے کے لوگ خلط ملط ہو گئے۔ اعلیٰ عہدہ داروں کا زیادہ حصہ امرا و شرفا سے مرتب ہوا تھا جس میں مائیکو، پکرنگ، فارٹسکیو، شفیلڈ، سڈنی وغیرہ کے سے لوگ داخل ہیں۔ لیکن انہیں کے پہلو بہ پہلو

آیور ادکی (گاڑیان، رینزبرا (جہاز ران) وغیرہ کے سے عہدہ دار بھی تھے۔ دوسرا نتیجہ جو اس سے کہہ سکتے تھے یہ ہوا کہ عہدہ دار زیادہ تر نوجوان تھے۔ اعلیٰ عہدہ داروں میں کرامول کے مانند چند ہی ایسے عہدہ دار تھے جو وسط عمر سے گذر چکے ہوں یا نیکس کی عمر ۳۳ سال کی تھی اور اس کے اکثر کرنیل اس سے بھی کم عمر تھے۔ مذاہب مختلفہ کا اختلاط باہمی بھی کچھ کم باعث تعجب نہیں تھا۔ اگرچہ پیدل سپاہ میں زیادہ تر تعداد ایسے لوگوں کی تھی جو بجز بھرتی کئے گئے تھے مگر سواروں میں زیادہ تر پیورٹین تھے اور اس حصہ فوج میں ہر قسم کے مختلف العقائد اشخاص شامل تھے۔

اس نئی فوج کی سیاسی و مذہبی خصوصیت بعد کو نظر آئے گی نیز مگر اس وقت تک ان کی تمام کوشش اس امر پر صرف ہو رہی تھی کہ جنگ کی کارروائی عجلت و زور کے ساتھ عمل میں آئے۔ فیرفیکس کے تیار ہوتے ہی کرامول کی حکمت عملی کو خود بادشاہ کی حکمت عملی سے تقویت حاصل ہو گئی۔ جس وقت سے واقعہ نیوبری نے پارلیمنٹ کے صلح پسند اور جنگجو فریقوں کو جدا کر دیا تھا اسی وقت سے اسکاٹلینڈ کے کشر اور دارالعوام کے اکثر اراکین نے یہ رائے قائم کر لی تھی کہ کلیسا و سلطنت میں انقلاب کے روکنے کی صرف یہی صورت تھی کہ چارلس سے معاملات کے طے کر لینے پر زیادہ زور دیا جائے۔ دونوں جانب کے مامورین

یہ مقام اکسبرج صلح نامے کے شرائط طے کرنے کے لئے جمع ہوئے مگر چارلس کو جن مراعات کی توقع تھی ان سے موسم بہار میں یکدیک انکا کر دیا گیا۔ اس نے بنجیال خود یہ سمجھ لیا تھا کہ ترتیب جدید سے پارلیمنٹ کی فوج منتشر و تباہ ہو گئی ہے۔ عین اسی وقت مانٹروز کی تازہ کامیابیوں کی خبر آئی کہ اس نے مارکولیس آرگائل کی فوجوں کو الٹ دیا اور انورٹوکی کو فتح کر لیا ہے۔ مانٹروز نے لکھا تھا کہ موسم گرما کے ختم ہوتے ہوتے اس قابل ہو جاؤں گا کہ ایک جسٹس فوج کے ساتھ اعلیٰ حضرت کی مدد کو حاضر ہو جاؤں۔ اس سے جنگی فریق کو غلبہ حاصل ہو گیا اور ماہ مئی میں بادشاہ نے شمال کی طرف کوچ کر دیا۔ کئی سنہ سنہ ہو گیا، چبٹر کا محاصرہ اٹھا دیا گیا، اور شمالی صوبہ جات خطرے میں پڑ گئے۔ تا آنکہ فیریکس (جو اپنی مرضی کے خلاف آکسفورڈ کے محاصرے میں مشغول تھا، عجات کے ساتھ بادشاہ کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ قانون ایشار کے باوجود پارلیمنٹ نے کراسول کو یہ اجازت دیدی تھی کہ وہ کچھ دنوں اور اپنے عہدے پر قائم رہے، وہ بھی اس وقت فیریکس سے آلا، جب کہ وہ بادشاہ کے قریب پہنچ گیا تھا، فوج نے اس کی آمد پر بڑی خوشی منائی۔ دونوں فوجیں نارمنڈی کے شمال مغرب میں نینزبری کے قریب ایک دوسرے کے مقابل ہوئیں۔ بادشاہ کو لڑنے کی جلدی تھی۔ اس نے کہا کہ میرے معاملات کی حالت اس وقت سے زیادہ بہتر کبھی نہیں تھی۔ شہزادہ ریو پورٹ بھی اپنے ماموں کی طرح لڑنے کے لئے بیقرار

۱۲ جون

۱۵۳۵

تھا۔ دوسری طرف کراویل ملک کو فوجی نظر سے اپنی اس نو ترتیب
 فوج کی کامیابی میں شک تھا۔ البتہ مذہبی جوش نے فتح کا یقین
 مستحکم کر دیا تھا۔ اس نے جنگ کے تھوڑے ہی زمانہ بعد کہا تھا
 کہ میں جنگ نینرٹی کے متعلق صرف اس قدر کہہ سکتا ہوں کہ
 جب میں نے دیکھا کہ دشمن کی سپاہ بہادرانہ ترتیب کے ساتھ
 ہماری طرف بڑھ رہی ہے اور ہماری ناوائف جماعت اپنی حالت
 درست کرنے کی فکر میں ہے، اور سپہ سالار نے مجھے تمام سواروں
 کے مرتب کرنے کا حکم دیدیا ہے اور میں تنہا اس کام میں
 مشغول ہوں تو میں اس کے سوا کچھ نہ کر سکا کہ فتح کے یقین
 کے ساتھ خندہ روئی سے خدا کی حمد و صفت کروں کیونکہ خدا
 ایک غیر موجود شے کے ذریعہ سے موجود چیزوں کو معدوم
 کر سکتا ہے۔ مجھے اس کا پورا یقین تھا اور خدا نے ایسا ہی
 کیا۔ جنگ کی ابتدائی ہوئی کہ ریپورٹ نے پہاڑی پر ایک
 سخت حملہ کیا اور جو باڑہ آئرن کے تحت میں اس کے متحمل
 تھا اسے درہم برہم کر دیا۔ دوسری طرف باوشاہ کی پیدل فوج
 ایک غیر کرنے کے بعد بندوقوں کو لائییاں بنا کر اس شدت
 کے ساتھ فیرفیکس کے قلب فوج پر حملہ آور ہوئی کہ باوجود
 سخت جدوجہد کے اسے آہستہ آہستہ و بنا پڑا، لیکن کراویل
 کے دستہ فوج نے بیسره پر فتح حاصل کر لی تھی۔ ایک ہی
 حملہ نے لینکویل کے شمالی سواروں کو شکست دے کر باوشاہ کے
 میں بھی کراویل کو پیٹھ دکھا چکا تھا۔ کراویل نے اپنی فوج کو

پوری طرح قابو میں لیکر عین اس وقت بادشاہ کے بازو پر حملہ کیا جب وہ ہر طرح کامیاب ہوتا نظر آ رہا تھا۔ بادشاہ کی فوج محفوظ کے اضطراب اور اس کے میدان سے فرار ہونے سے کرا مویل کو اور مدد مل گئی۔ ریوپرٹ کی فوج تعاقب سے تہک گئی تھی وہ جب اپنی فوج کو لیکر پلٹا تو چارلس نے حالت مایوسی میں اپنے سواروں کو ایک مزید حملہ کے لئے لکارا، مگر سب لاکھ لاکھ رہا، جنگ کا خاتمہ ہو چکا تھا، تو پچانہ، سامان جنگ، شاہی کاغذات تک فاتح کے ہاتھ آ گئے تھے۔ پانچ ہزار آدمیوں نے اطاعت قبول کر لی، صرف دو ہزار آدمی بادشاہ کے فرار میں اس کے ساتھ رہے۔ اس ایک ضرب سے بالکل جنگ کا خاتمہ ہو گیا۔ ادھر چارلس نئی فوج کی تلاش میں ویلز کی سرحد پر سراسیمہ پھر رہا تھا، ادھر فیرفیکس نے عجلت کے ساتھ سمرسٹ شائر میں بڑھ کر لنکپورٹ کی شاہی فوج کو منہزم کر دیا۔ کلسٹہ کی ایک فوج سے اسکاٹ لینڈ پر کچھ دیر کے لئے مائٹروز کا تسلط ہو گیا تھا اور اس تاریک وقت میں چارلس کے دل میں امید کی ایک جھلک پیدا ہو گئی تھی۔ مگر برسٹل کی پارلیمنٹی فوج کی اطاعت قبول کر لے نے اور چسٹر کی خلاصی کی کوشش میں، چارلس کی آخری فوج کے منتشر ہو جانے کے بعد ہی یہ خبر آئی کہ دمار کوشس اعظم، کو قلعہ ہو میں ناقابل تلافی ہزیمت اٹھانا پڑی۔ بادشاہ بالکل تباہ ہو گیا۔ اس موقع پر ایک

اختتام
جنگ

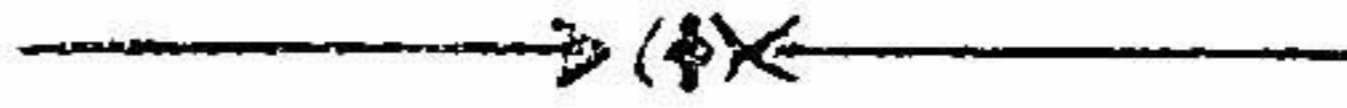
چھوٹے سے واقعے کا ذکر بھل نہ ہوگا جس سے دونوں جانب کے لوگوں کا انداز طبیعت بہت اچھی طرح معلوم ہو جاتا ہے۔ مارکوس وینچسٹر تمام زمانہ جنگ میں، بینزنگ ہاؤس پر پامردی کے ساتھ جا رہا۔ کرامویل نے جب اس مقام کو سر کیا ہے تو آغاز حملہ سے پہلے وہ بہت دیر تک خدا کی عبادت میں مشغول رہا۔ وینچسٹر اس حملے کے سامنے تاب مقاومت نہ لاسکا اور آخر یہ دلیر بڑھا گرفتار ہو گیا اور اس کے مکان میں آگ لگا دی گئی۔ ایک حاضر الوقت بیورٹین لکھتا ہے کہ جب وہ گرفتار ہو کر آیا تو اس نے "جوش میں آکر کہا کہ تمام انگلستان میں بادشاہ کے لئے بینزنگ ہاؤس کے سوا اور کوئی جگہ باقی نہ رہتی تب بھی میں وہی کرتا جو مینے کیا اور آخر دم تک اس کی حفاظت میں ثابت قدم رہتا، اس نے یہ کھکر اپنے دل کو تسلی دی کہ بینزنگ ہاؤس، کا لفظ وفاداری کے مراد ہو گیا ہے۔ لیکن چارلس اس قسم کی وفاداری کا مطلقاً اہل نہیں تھا۔ نیزبئی میں اس کے کاغذات کے گرفتار ہو جانے سے آئرلینڈ کے کیتھولکوں کے ساتھ اس کی سابقہ سازشوں کا ثبوت مل چکا تھا کہ اس اثنا میں پارلیمنٹ نے اس کے ایک نئے معاہدے سے انگلستان کو آگاہ کیا جس کی رو سے اس نے اہل آئرلینڈ کے تمام مطالبات کو قبول کر کے ان کی غیر جانبداری کے بجائے ان کی اطاعت حاصل کی تھی لیکن اس شرم ناک کارروائی سے اسے کچھ نفع نہ پہنچا کیونکہ

آئر لینڈ جو کچھ بھی مدد دے سکتا تھا اس کا وقت گزر گیا تھا۔ اس وقت تک جو کچھ تھوڑے سے بہت سپاہی چارلس کے پاس جمع تھے وہ سالانہ کے موسم بہار میں گھر کر تباہ ہو گئے۔ ان سپاہیوں کے امیر، سر جیکب ایڈلی نے اپنے فالتوں سے ترشروی کے ساتھ یہ کہا کہ وہ اب تمہارا کام ختم ہو چکا ہے کچھ دنوں کھیل کر لو پھر تم آپس ہی میں لڑو گے۔

شہزادہ

فوج و پارلیمنٹ

۱۹۲۶ — ۱۹۲۹



{ اسناد - اسناد زیادہ تر وہی ہیں جو پہلے مذکور ہو چکے ہیں البتہ
 کیرنڈن کی تصنیف جو زمانہ جنگ کے لئے بہت قابل قدر تھی اس
 موقع پر پھینک کر بے لطف اور سبک ہو جاتی ہے، یہ بھی سوء اتفاق
 ہے کہ جس زمانے میں کرامویل کے خطوط کی سب سے زیادہ
 ضرورت تھی اسی زمانے میں ان کی تعداد بہت گھٹ گئی ہے،
 مگر اس کے ساتھ ہی لڈلو اور وہائٹ لاک کے تصانیف اور ہائرس
 اور میجر عیس کے پر جوش ددلیرانہ تذکرے نہایت اہم کام انجام دیتے
 ہیں۔ خود پارلس کے متعلق اس کے عہد کے آخری دو برس کا ایک
 تذکرہ مصنفہ سرٹامس ہربرٹ موجود ہے، برنٹ کی تصنیف سوانح ارکان
 خاندان ہلٹن "Lines of the Hamiltons" سے اس وقت
 کے اسکالینڈ کے معاملات پر بہت روشنی پڑتی ہے۔ یہی کیفیت

سرجنٹ رزرو کی "یادگار حملہ ایل اسکاٹ لینڈ" Memoir of the Scotch Invasion

کی ہے۔ مذہبی آزادی کی کیفیت اور فرقہ انڈینڈنٹ کے ابتدائی حالات مشرین

نے ملٹن کی سوخ عمری جلد سوم میں بیان کئے ہیں۔

خانہ جنگی کے ختم ہونے کے بعد ایک عجب پریشانی کا زمانہ پیش آتا ہے جس کی تفصیل بہ ظاہر بے لطف و ناگوار معلوم ہوتی

ہے مگر انگلستان کی تاریخ مابعد پر اس کا اثر خود جنگ سے بھی

زیادہ پڑا ہے۔ وہ انگلستان جدید جس کے خیالات و حیات

حقیقتاً اس وقت انگریزوں میں نظر آ رہے ہیں، فتح نیپربٹی ہی

کے وقت سے شروع ہوتا ہے، اگرچہ اس وقت اس کا اثر بہت

دیرینہ معلوم ہوتا ہے۔ پرانے طور و طریق خاموشی کے ساتھ فنا

ہو گئے۔ جس وقت ایسٹلے نے اپنی تلوار حوالہ کی ہے، تو اس

کے قول کے موافق "کام پورا ہو گیا تھا" یہ وہی کام تھا جس

کے لئے کئی نسلوں سے طریق پروٹسٹنٹ کی حمایت میں مذہب

کیتھولک کے خلاف جدوجہد ہو رہی تھی اور آزادی عامہ کے

اصول کے لئے مطلق العنان حکومت سے نبرد آزمائی جاری تھی۔

شاہان اسٹیورٹ نے اس کے بعد اپنی سی بہت کوششیں

کیں مگر جہاں تک ان معاملات کا تعلق تھا انگلستان اطمینان

کے ساتھ اپنی روش پر چل رہا تھا۔ لیکن اس پرانے کام

کے ختم ہوتے ہی ایک نیا کام شروع ہو گیا۔ وہ آئینی و مذہبی

مباحث جو اب تک کسی نہ کسی حیثیت سے معرکہ الارا مسائل

بنے ہوئے ہیں، خانہ جنگی کے اختتام اور بادشاہ کی موت کے

درمیانی زمانہ میں پیدا ہو چکے تھے۔ اس وقت سے انگلستان کی معاشرتی سیاسی اور مذہبی زندگی جن جن فریقوں میں منقسم ہو گئی ہے انہیں انڈیپنڈنٹ اور پرسبیٹین، دہگ اور ٹوری، لبرل اور کنسرویٹو، جس نام سے چاہیں یاد کریں مگر یہ فریقی فوج و پارلیمنٹ کی خاصیت ہی کے دوران میں باقاعدہ طور پر قائم ہو چکے تھے۔ اسی زمانے میں اولاً وہ جدوجہد شروع ہوئی جو اب تک ختم نہیں ہوئی ہے، یہ کشمکش ایک طرف سیاسی روایات قدیم اور سیاسی ترقی اور دوسری طرف مذہبی اتفاق عام اور مذہبی آزادی کے درمیان جاری ہے۔

انڈیپنڈنٹ

درحقیقت یہ مذہبی ہی کشمکش تھی جس نے سیاسی کشمکش کو اپنے ساتھ لگا لیا تھا۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ الیزبیتھ کے وقت میں ایسے فرقے پیدا ہو گئے تھے جو پرسبیٹین کی طرح سے صرف یہی نہیں چاہتے تھے کہ کلیسا کی حکومت میں تفسیر کیا جائے بلکہ وہ کسی قومی کلیسا کے خیال ہی کو سرے سے باطل سمجھتے تھے اور اس امر پر مصر تھے کہ ہر جماعت کو اپنے عقائد و عبادات میں کامل آزادی حاصل ہونا چاہئے۔ لیکن ملکہ کے عہد کے ختم ہوتے ہوتے یہ پیرداں براؤں تقریباً ناپید ہو چکے تھے۔ ان منحرفوں میں سے کچھ لوگوں نے ہالینڈ میں پناہ لی تھی جن میں «آباؤزائٹین» کی جماعت خاص طور پر مشہور ہے لیکن ان کے زیادہ حصے نے واروگیر کے باعث دوبارہ کلیسیائے عام سے اتفاق کر لیا تھا۔ لیکن لکھتا ہے کہ جن لوگوں کو ہم پیرداں براؤں کہتے ہیں وہ اپنے بہترین زمانے میں بھی احمق و مبتذل

اشخاص سے زیادہ نہیں تھے، جو ملک کے گوشوں میں ادھر ادھر پڑے تھے۔ خدا کا شکر ہے کہ ان کا علاج مناسب ہو گیا اور وہ اس قدر دبا دئے گئے ہیں کہ اب کہیں ان کا ذکر بھی سننے میں نہیں آتا؛ لیکن جب ایبٹ اسقف اعظم ہوا اور اس نے نرم روش اختیار کی تو فوراً ہی یہ منحرف پناہ گزیں، پھر ڈرتے ڈرتے انگلستان میں آنے لگے۔ ہالینڈ کی جلا وطنی کے زمانے میں ان کا خاص گروہ صرف اس امر پر قانع رہا کہ وہ اپنے طریق پر آزاد جماعتوں کو ترقی دیتا رہا اور ہر جماعت بجائے خود ایک کھل کلیسا بن گئی اور بعد میں یہی لوگ انڈپنڈنٹ کہلانے لگے۔ لیکن ان میں سے ایک چھوٹے گروہ نے عام کلیسا سے بہت ہی بتباین عقیدہ اختیار کر لیا تھا، خاص کر ان کا یہ عقیدہ سب سے مخالف تھا کہ بالغ اشخاص کو اصطباغ دینا چاہئے اور اسی عقیدے کی وجہ سے ان کا لیڈن کا گنام گروہ پیپسٹ (اصطباغی) کے نام سے مشہور ہو گیا۔ ان دونوں فرقوں نے جیمز کے وسط حکومت میں لندن میں اپنا ایک کلیسا بنا لیا تھا۔ مگر چارلس کے عہد حکومت میں لاڈ کے تشدد نے ان کے خیالات کو بڑھنے نہ دیا اور اس وقت تک اس "انڈپنڈنٹ" گروہ کی طرف کسی کو التفات نہیں ہوا، جب تک کہ طویل العہد پارلیمنٹ کے اجرا کے وقت ہیو پٹرز کی سرورگی میں تارکاں وطن کے ایک بہت بڑے گروہ نے نیوانگلینڈ سے واپس آکر ان کی تعداد میں یکایک اضافہ نہ کر دیا۔ لیبرن اور برٹن نے بہت جلد یہ اعلان کر دیا کہ وہ اسی

مذہب کے پیرو میں جسے "نیو انگلینڈ" کا طریقہ کہا جاتا ہے۔ اور ایک ہی برس بعد صرف لندن میں بالفاظ اسقف ہال "ان فرقوں کی چار کوڑی جماعتیں بن گئیں۔ ان کے رہبر بھی ایسے تھے جو خاص انہیں کے لئے موزوں تھے، موچی، ورزی، ندوز، اور اسی قسم کے ذیل لوگ ان کے پیرو بن گئے تھے۔" لیکن مذہبی نظر سے ابھی اس تحریک کو کوئی ایسی اہمیت نہیں حاصل ہوئی تھی۔ بیکسٹرنے اس زمانے میں فرقہ انڈینڈنٹ کے متعلق کچھ نہیں سنا تھا، ملٹن اپنے ابتدائی رسالوں میں ان کے اثر کا مطلق اظہار نہیں کرتا، کلیسانی مجلس سٹ منسٹر میں ایک سو پانچ پادری موجود تھے مگر ان میں اس کانٹریگیشنل (جماعتی) خیال کے پادری صرف پانچ تھے اور یہ پانچوں بھی ہالینڈ سے واپس آئے ہوئے لوگوں میں سے تھے۔ ۱۶۴۳ء میں لندن کے ایک سو بیس پادریوں میں سے صرف تین کی نسبت یہ شبہ تھا کہ ان کا میلان اس جماعتی فریق کی طرف ہے، درحقیقت چارلس سے کشمکش شروع ہوتے ہی مذہبی آزادی میں نئی وقتیں پیدا ہو گئیں۔ پیم اور اس کے شرکائے کار نے جو جدوجہد شروع کی تھی اس کا مقصود جس طرح معاملات سیاسی کا تحفظ تھا اسی طرح اس کوشش میں معاملات مذہبی کا تحفظ بھی پیش نظر تھا۔ ان کا قطعی مقصود یہ تھا کہ کلیسائے انگلستان کی جو حالت الزبیتہ کے زمانے میں تھی اسکو اسی حالت پر لایا جائے، اور لاڈ و دیگر مقتدایان دین کے پیدا کردہ بدعات و تغیرات سے اسے پاک کیا جائے۔ پارلیمنٹ

میں زیادہ ارکان ایسے تھے جو خود کلیسا کے نظام حکومت اور عقاید میں کسی قسم کا تغیر ناپسند کرتے تھے مگر جس مجبوری سے دونوں ایوانہائے پارلیمنٹ نے عہد و پیمانہ کو قبول کیا اس کے وجہ سے یہ تھے کہ اساتذہ نے اپنے اختیار اور اپنی آمدنی میں کسی قسم کی کمی منظور نہیں کی۔ استغنی حکومت کے مخالف فریق کو ترقی ہوتی جاتی تھی، سیاسیات کی طرح مذہب میں بھی اتحاد کر کے اہل اسکاتلینڈ کی امداد حاصل کرنا ضروری تھی اور سب سے بڑا ہکر یہ کہ اساتذہ کی سیاسی روش کے باعث قدیم انتظام مذہبی کا قائم رکھنا ناممکن ہو گیا تھا اور اس کے بجائے کسی جدید انتظام کا ہونا ضرور تھا۔ لیکن اس زمانے میں انگریزوں کا بیشتر حصہ ایسا تھا کہ جس پر پریسبٹیریائی طریقے کے اختیار کر لے نے کا زیادہ اثر نہیں پڑتا تھا۔ چند ہی افراد ایسے تھے جو عقیدۂ اساتذہ کی ضرورت کو تسلیم کرتے تھے اور اس طرح کا تغیر عام طور پر اس وجہ سے پسند کیا گیا کہ اس سے کلیسائے انگلستان کو کلیسائے اسکاتلینڈ اور براعظم کے اصلاح شدہ کلیساؤں سے زیادہ قرب حاصل ہو جائے گا۔ لیکن نظم و نسق میں جو کچھ بھی تغیر ہوا ہو یہ خیال کسی کو نہیں تھا کہ یہ کلیسا اب کلیسائے انگلستان نہیں رہے گا اور اس نے اپنے اس حق کو ترک کر دیا ہے کہ عام قوم اس کے معین کردہ طریق عبادت پر کار بند ہو۔ کسی ممتاز شخص نے اس امر پر مطلقاً اعتراض نہیں کیا کہ سلطنت کے ساتھ کلیسا کے تعلق، اس کے حلقہ اثر میں تمام انگریزوں کے داخل نہ ہونے، اور عقاید و عبادت کے

طریق معین کرنے کے متعلق، جو خیال شاہان ٹیوٹور کے زمانے میں قائم ہو چکا تھا اس میں کوئی فرق آگیا ہے۔ درحقیقت اس خیال کی بنیاد جن حیات پر مبنی تھی وہ بادشاہ کی ابتدائی جدوجہد کے واقعات سے اور قوی ہو گئے تھے۔ تاریخانہ روایات کی قوت، انحراف مذہبی سے سلطنت کو خطرہ، انگریزوں میں نظم و ترتیب کا بے حد میلان اور بدعات، سے ان کا تنفر، مذہبی معاملات میں لاپرواہی کو مذموم سمجھنا، یہی وہ حیات تھے جو اس امر کے محرک ہوئے کہ جنگ کی مشکلات کے دوران میں بھی پارلیمنٹ برابر نظام کلیسائی کے طریق جدید پر زور دیتی رہے۔ علمائے مذہبی کی ایک مجلس ۱۶۴۳ء میں وسٹمنسٹر میں طلب کی گئی اور وہ پانچ برس تک ”یروشلیم منزل“ میں اجلاس کرتی رہی۔ یہ مجلس اس کام پر مامور ہوئی تھی کہ عقاید پر نظر ثانی کرے، اقرار مذہب کا طریقہ معین کرے اور عبادات عامہ کے لئے ایک ہدایت نامہ تیار کرے۔ اس کے ساتھ کلیسا کی حکومت کے لئے ایک تجویز بھی مرتب کی گئی اور ہر دو ایوانہائے پارلیمنٹ نے متعدد قوانین کے ذریعہ سے ان تجاویز کو منظور کر لیا۔ نظام کلیسا کی جو تجویز مرتب ہوئی تھی اس میں اسکاٹ لینڈ کے طریقہ سے صرف اتنا فرق تھا کہ پارلیمنٹ نے کلیسا کی تمام عدالتوں اور مجلسوں کے اوپر ایک بالادست ملکی عدالت مقرر کر دی تھی اور یہ ایک نمایاں اضافہ تھا۔

وسٹمنسٹر کی
مجلس مذہبی
۱۶۴۳-۱۶۴۸

اگر یہ تغیر اس وقت کیا گیا ہوتا جب ارکان دارالعوام نے

سنٹ مارگریٹ کے گرجا میں ہاتھ اٹھا اٹھا کر دھندویشاق، کی قسم کھائی تھی، تو تمام قوم نے اسے قبول کر لیا ہوتا لیکن جب جنگ کے ختم ہونے کے بعد اس کا شیوع ہوا تو لوگوں نے اسے کسی اور ہی نظر سے دیکھا۔ باوجودیکہ پرسبیٹریٹی طریقے کے قیام کے لئے پارلیمنٹ نے پے درپے رائیں دی تھیں، اس پر بھی اس کا استحکام صرف لندن ولینکا شایر میں ہو سکا۔ ایک طرف علمائے مذہبی "یروشلیم منزل" میں عقاید و عبادات کے اتحاد کا منصوبہ تیار کر رہے تھے دوسری طرف منخرفوں کی قوت بڑھتی جا رہی تھی۔ چارلس کے ساتھ جنگ و جدال کی مصیبت میں مذہبی روایت کے بجائے شخصی عقیدے کو زیادہ تقویت حاصل ہو گئی تھی۔ زمانہ کا انداز ہی یہ تھا کہ مذہبی خیالات میں غیر معمولی جرأت و دلیری پیدا ہو جائے۔ جنگ شروع ہونے کے چار ہی برس بعد ایک ہیبت زدہ رسالہ نویس نے شمار کیا تھا کہ قانون کے علی الرغم سولہ فرقے موجود ہیں ان جماعتوں میں اگرچہ بہت کچھ اختلافات تھے مگر اس ایک امر میں سب ایک زبان تھے کہ عبادت و عقیدے میں کلیسا اور اس کے پادریوں کو دخل دینے کا کوئی حق نہیں ہے۔ ملٹن ہیک نے پرسبیٹریٹی خیال کو ترک کر دیا تھا وہ لکھتا ہے کہ "میں نے پرسبیٹریٹی اب وہی پرانے پادری ہیں، فرق صرف اتنا ہے کہ انہوں نے کچھ زیادہ ہاتھ پاؤں پھیلا دیے ہیں" اس جماعت بندی نے بہت جلد حالات جنگ پر عملی اثر ڈالنا شروع کیا کیونکہ جس گروہ پر خصوصیت کے ساتھ اس نئی

مذہبی آزادی کا سودا سوار تھا وہ وہی گروہ تھا جس کی ہمت و مردانگی پر پارلیمنٹ کی کامیابی کا بہت کچھ انحصار تھا۔ ہم اوپر دیکھ چکے ہیں کہ کرامویل نے جن کاشتکاروں سے اپنے سواروں کی نئی جماعت تیار کی تھی، ان میں یہ مذہبی جوش پھیلا ہوا تھا اور ان جماعتی اشخاص کا فوج میں بھرتی کرنا قدیم اتحاد عبادت کی پہلی باضابطہ نصاب و رزمی تھی۔ درحقیقت کاشتکاروں کے یہ خیالات خود اس کے خیالات نہیں تھے۔ کرامویل نے دو عہد و پیمانے پر دستخط کئے تھے اور کوئی وجہ نہیں ہے کہ اس نے پریسبیٹیرینی عقاید اور اس کے کلیسائی انتظام سے منحرف ہو جانے کی صلاح دی ہو۔ رواداری اور اس نے اس معاملہ میں جو پہلا قدم اٹھا یا وہ محض عملی ضرورت سے تھا، وہ فوجی ضروریات سے مجبور تھا اور اس نے اپنے دل میں اس کی یہ توجیہ کر لی تھی کہ ”ایماندار“ آدمیوں کے ساتھ ہمدردی ضروری ہے اور ایک مبہم سایہ خیال بھی پیدا ہو جاتا تھا کہ تمام عیسائیوں کے درمیان ظاہری عبادت و عقاید سے بالاتر ایک عام اتحاد ہونا چاہئے؛ لیکن پریسبیٹیریوں کی قوت اور ان کے اعتراضات نے اسے مجبور کر دیا کہ وہ اس رواداری کے معاملہ میں اور تیزی کے ساتھ قدم آگے بڑھائے۔ جنگ مارٹن مور کے قبل کرامویل نے لکھا تھا کہ ”سلطنت لوگوں کو اپنی خدمت کے واسطے منتخب کرتے وقت ان خیالات کا لحاظ نہیں کرتی۔ صرف اتنا کافی ہے کہ وہ وفاداری کے ساتھ سلطنت کی خدمت کرنا چاہتے ہیں“ مارٹن مور کے

کرامویل اور

رواداری

واقعہ سے اسے اور زیادہ یہ خیال پیدا ہو گیا کہ پارلیمنٹ کو مجبور کرے کہ وہ کم سے کم ان "لنٹرفوں" کے ساتھ رواداری کا برتاؤ کرے اور اس میں اسے اس حد تک کامیابی ہوئی کہ اس اصول کے نفاذ کے ذرائع سوچنے کے لئے دارالعوام نے ایک کمیٹی مقرر کی، لیکن اس کی ان کوششوں سے آخر پورٹوں کے بیشتر حصہ میں قدامت پسندی کا خیال جوش زن ہو گیا، لندن کے پادریوں نے ۱۶۴۵ء میں لکھا کہ "ہم اس رواداری کو نفرت و حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں جس کے لئے اس قدر کوششیں ہو رہی ہیں" اور لندن کی مجلس بلدی نے پارلیمنٹ میں یہ درخواست پیش کی کہ "بلا رورعایت" تمام فرقوں کو مٹا دیا جائے۔ خود پارلیمنٹ بھی مستقلاً قدامت پسندی پر قائم رہی مگر واقعات جنگ کا مقتضی یہ تھا کہ مذہبی آزادی جائز رکھی جائے، ایکس اور اس کے پریسٹین سپاہی شکست پر شکست کھاتے چلے جاتے تھے۔ فوج کی ترتیب جدید کے لئے دارالعوام نے دارالامرا کے اس مطالبے کو مسترد کر دیا تھا کہ فوج کے افسر سپاہی "عہد و میثاق" کا حلف اٹھانے کے علاوہ اس کا بھی اقرار کریں کہ "وہ حکومت کلیسا کے اس طریق کو قبول کرتے ہیں جسے ہر دو ایوانہائے پارلیمنٹ نے منظور کیا ہے" نیز یہی کی فتح کی وجہ سے محض رواداری سے گزر کر ایک اور وسیع تر سوال پیدا ہو گیا، کرامول نے میدان جنگ سے صدر دارالعوام کو لکھا تھا کہ "ایماندار آدمیوں نے اس جنگ میں وفاداری

کے ساتھ آپ کی خدمت انجام دی ہے، یہ قابل اطمینان اشخاص
 ہیں میں خدا کا واسطہ دے کر آپ سے یہ التجا کرتا ہوں کہ ان
 کو بد دل نہ کیجئے۔ جو شخص اپنے ملک کی آزادی کے لئے اپنی
 جان کو خطرہ میں ڈالتا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ وہ اپنے ایمان
 کی آزادی کے لئے بھی خدا پر بھروسہ رکھتا ہے، برسٹل کی
 تسخیر نے اسے یہ ہمت ولالی کہ وہ اور زیادہ واضح طور پر اس
 نئے اصول کا اعلان کرے۔ چنانچہ اس نے لکھا تھا کہ "یہاں
 پر سٹیٹس اور انڈپنڈنٹ دونوں میں عقیدے و عبادت کا ایک
 ہی سا جوش ہے ان کی حاضری اور ان کے عمل کی ایک
 ہی کیفیت ہے، یہاں وہ سب کے سب متفق ہیں اور ان
 میں کوئی فرق نہیں ہے، افسوس ہوگا اگر دوسری جگہ حالت اس
 کے خلاف ہو، جو لوگ صاحب ایمان ہیں حقیقتاً وہ سب متحد
 ہیں اور یہ اتحاد روحانی و باطنی ہونے کے باعث اور بھی زیادہ
 قابل قدر ہے۔ رہ گیا اتحاد ظاہری جسے عام طور پر اتحاد عبادت
 کہا جاتا ہے تو ہر عیسائی امن و امان کے خیال سے اس پر
 غور کرے گا اور جہاں تک اس کا ایمان اجازت دے گا
 اسے قبول کرے گا، جو لوگ دل سے ہمارے بھائی ہیں ان
 پر ہم عقل و رائے کے سوا اور کسی نئے کا دباؤ نہیں ڈالنا
 چاہتے۔"

کرامویل کے لب و لہجہ کے اس طرح سخت ہوتے جانے

کی وجہ یہ تھی کہ اس کے مخالفین کی اشتعال انگیز حرکتیں برابر

بڑھتی جاتی تھیں۔ یوں فیوہا دونوں فرقتے ایک دوسرے سے ممتاز ہوتے جاتے تھے۔ پریسبیٹیرین پادریوں کو اس امر کی سخت شکایت تھی کہ "جماعتی گروہ" بڑھتا جا رہا ہے اور یہ لوگ اس رواداری سے بیزار تھے جو بلا منظوری قانونی علی طور پر قائم ہو گئی تھی اسکالینڈ کی فوجیں اب تک نیوارک کے سامنے موجود تھیں اور اسکالینڈ برابر اس امر پر زور دے رہا تھا۔ کہ "عہدو بیثاق" کو عمل میں لانا چاہئے اور اتحاد مذہبی ہمہ گیر طریقے پر نافذ کرنا چاہئے۔ دوسری طرف سرہیری دین یہ کوشش کر رہا تھا کہ پارلیمنٹ سختی کو کم کرے۔ اس نے اس مقصد کے حصول کے لئے شاہ پرستوں کی خالی جگہوں پر دوسو تیس نئے ارکان پارلیمنٹ میں داخل کرا سکے تھے، اور ان میں سے آئرن اور ایگلرن سڈن کے سے ممتاز اشخاص انڈپنڈنٹ کی تائید کی طرف مائل تھے۔ لیکن مذہبی واردگیر کی سختی کے رکے رہنے کا اصلی سبب "عساکر جدیدہ" کا اثر تھا۔ اور کرامویل اس کا نفس ناطقہ تھا۔ اپنی قسمت کی تباہی کو دیکھ کر چارلس نے مستعدی کے ساتھ دونوں فریقوں سے سازشیں شروع کیں۔ اس نے وین اور انڈپنڈنٹ سے آزادی مذہبی کا وعدہ کیا اور اس کے ساتھ ہی پارلیمنٹ اور اہل اسکالینڈ سے بھی مراسلت کرتا رہا۔ فریکس کے آکسفورڈ کی طرف بڑھنے سے اس کے ان مراسلات میں اور عجلت پیدا ہو گئی۔ اپنے اس آخری مامن سے نکل کر چارلس کچھ دنوں بے سرو پا ادھر ادھر پھرتا رہا، اس کے بعد اسکالینڈ کی شکرگاہ

میں جا پھنچا لارڈ لیون نے اسے منقنم جانا اور فوراً ہی بادشاہ کو چارلس اہل اسکاتلینڈ کی لئے ہوئے نیوکسل کی طرف پلٹ گیا۔ اس نئی صورت معاملات سے اس فریق کو اپنی بربادی کا اندیشہ پیدا ہو گیا جو آزادی مذہبی کا خواہاں تھا۔ اہل اسکاتلینڈ، امرا، اہل لندن سب اس فریق سے متنفر تھے۔ ان کی امیدیں صرف دارالعلوم سے وابستہ تھیں مگر ان کے دشمنوں کے ساتھ چارلس کے مل جانے سے یہ امید بھی جاتی رہی۔ اور چونکہ یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ فرقہ پرستوں کے شرائط پر بہت جلد صلح ہو جائے گی، اس لئے دارالعوام میں بھی آناً فاناً ان کے مخالفوں کی کثرت ہو گئی، ہر دو ایوانہ لئے پارلیمنٹ نے اپنی شرائط صلح بادشاہ کے روبرو پیش کر دیں۔ انہیں خواب میں بھی یہ گمان نہیں تھا کہ جس شخص نے خود کو ان کے رحم پر چھوڑ دیا ہے وہ ان شرائط سے کسی طرح کی مخالفت کرے گا۔ ان شرطوں کا حاصل یہ تھا کہ بیس برس کے لئے فوج اور بیڑے... کو پارلیمنٹ کے اختیار میں دے دیا جائے، تمام مفسد (یعنی شاہ پرست) جنہوں نے اس جنگ میں حصہ لیا ہے ملکی و فوجی عہدوں سے خارج کر دئے جائیں، نظام استغنی منسوخ کر دیا جائے اور بجائے اس کے برسٹیرن کلیسا قائم کیا جائے۔ رواداری یا آزادی ضمیر کے متعلق انہوں نے ایک لفظ بھی نہیں لکھا تھا۔ اہل اسکاتلینڈ نے رور و کر ان شرائط کے منظور کر لے نے کے لئے بادشاہ پر زور دیا، اس کے دوستوں بلکہ ملکہ نے ان کے قبول کر لے نے پر اصرار

کیا۔ لیکن چارلس کا مقصود صرف وقت کو ٹالنا تھا۔ اسے یقین تھا کہ خود زمانہ اور آپس کے اختلافات اس کی طرف سے اس کے دشمنوں سے لڑ رہے ہیں۔ اس نے اطمینان کے ساتھ لکھا تھا۔ ”میں اس امید سے مایوس نہیں ہوں کہ پرسبیٹین اور انڈیپنڈنٹ دونوں میں سے کسی ایک کو اپنی طرف کر کے دوسرے کو قنا کرووں گا اور پھر دوبارہ حقیقتاً بادشاہ بن جاؤں گا“ اس لئے اس نے ان شرائط کے قبول کرنے سے انکار کر دیا جس سے پرسبیٹین گروہ کو سخت شکست ہوئی۔ ان میں سے ایک شخص نے لکھا کہ ”بادشاہ نے ان شرائط کو نامنظور کر دیا ہے۔ اب ہمارا کیا حشر ہوگا“ ایک انڈیپنڈنٹ نے اس کا یہ ونداں شکن جواب دیا کہ ”اگر وہ ان شرائط کو قبول کر لیتا تو ہمارا کیا حشر ہوتا“ لیکن پارلیمنٹ میں ہانس اور دوسرے کنسرویٹو دستخط، سرگرد ہوں لئے ایک اس سے زیادہ دلیرانہ کارروائی کرنے کی کوشش کی۔ بادشاہ کا مقصود یہ تھا کہ فوج و پارلیمنٹ میں کسی ایک کو دوسرے پر غالب نہ آنے دے اور جب تک اسکاتلینڈ کی فوج نیوکیسل میں موجود تھی پارلیمنٹ اپنی فوج کی برطرفی پر اصرار نہیں کر سکتی تھی۔ پارلیمنٹ ”دعا کر جدیدہ“ کو برطرف کر کے خود اپنے سپاہیوں کے اثر سے اسی وقت آزادی حاصل کر سکتی تھی جب اسکاتلینڈ کی فوج انگلستان سے چلی جائے اور بادشاہ کو ایوانہائے پارلیمنٹ کے حوالہ کر دیا اسکاتلینڈ کی فوج بھی اس امر سے ناامید ہو گئی تھی کہ وہ

بادشاہ پر اثر ڈال سکے گی اور خود اسکاٹ لینڈ میں وہ اسے بے نہیں جاسکتی تھی کیونکہ مذہبی مجلس عام کسی ایسے بادشاہ کی آمد کی روادار نہیں تھی جس نے ”عہد و میثاق“ کا حلف نہ اٹھایا ہو، اس لئے فوج چار لاکھ پاؤنڈ کے عوض اپنے حقوق سے دست بردار ہوگئی اور چارلس کو ایوانہائے پارلیمنٹ کی ایک کمیٹی کے سپرد کر کے خود سرحد کے پار چلی گئی۔ بادشاہ کو اپنے قبضے میں لاکر پریسبیرین سرگرم ہوں نے فوراً ہی ”عساکر جدیدہ“ اور جماعتی گروہوں پر حملے کرنے شروع کر دیے انہوں نے یہ قرار دیا کہ موجودہ فوج ہر طرف کردی جائے اور آرلینڈ کی بغاوت کے فرو کرنے کے لئے ایک نئی فوج مرتب کی جائے جس کے عہدہ دار پریسبیرین مذہب کے پیرو ہیں؛ سپاہیوں نے یہ عذر کیا کہ جن افسروں سے انہیں محبت ہے وہ ان سے جدا نہ کئے جائیں۔ افسروں کی مجلس نے بھی وقت حاصل کرنے کے لئے پارلیمنٹ پر یہ زور دیا کہ عذر کا اندیشہ ہے۔ مگر کسی بات کا بھی کچھ اثر نہ ہوا۔ ہارٹس اور اس کے ساتھ کے دوسرے سرگروہ اپنی رائے پر مستحکم تھے اور ان کے مذہبی قوانین سے یہ ظاہر ہو گیا تھا کہ اس تمام کارروائی سے انکا مقصود کیا ہے؛ اتحاد عبادت کا قطعی نفاذ اس وقت تک ممکن نہیں تھا جب تک کہ ”عساکر جدیدہ“ نشر نہ کر دیے جائیں لیکن اس اثنا میں پارلیمنٹ برابر ایسے سامان ہیا کرتی جاتی تھی جس سے فوج کے لئے ہی اتحاد مذہبی کا نفاذ ہو جائے۔ پیہم احکام نافذ ہو رہے تھے

کہ تمام ملک میں فرقہ پرستوں کی مجلسیں قائم کی جائیں۔ ان کوششوں کا پہلا نتیجہ یہ ہوا کہ لندن میں فرقہ پرستوں کا انتظام مکمل ہو گیا، اور اس کی مجلس مذہبی کا پہلا اجلاس سنٹ پال کے کلیسا میں منعقد ہوا۔ اور خود فیرفیکس کی فوج کے عہدہ داروں تک کو "عہدہ یشاق" کے حلف اٹھانے کا حکم دیا گیا۔

فوج اور

پارلیمنٹ

لیکن ان تمام باتوں کا انحصار "عساکر جدیدہ" کے منتشر ہو جانے پر تھا اور وہ کسی طرح اس پر راضی نہیں ہوتے تھے۔ فوج کی روش کی نسبت صحیح رائے قائم کرنے کے لئے یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ نیزبلی کے فاتح کس قسم کے لوگ تھے۔ یہ لوگ زیادہ تر نوجوان کاشتکار اور معمولی حیثیت کے تاجر تھے اور ان میں اکثر اپنا خرچ خود برداشت کرتے تھے کیونکہ تنخواہ بارہ مہینے سے چڑھی ہوئی تھی۔ اکثر زمینوں میں سوار خصوصیت کے ساتھ "ایماندار" یعنی مذہبی، آدمیوں میں سے منتخب ہوتے تھے۔ اور انہوں نے مذہبی جوش یا جنون کا جو کچھ بھی اظہار کیا ہو مگر ان کے دشمن تک ان کی لشکر گاہ کی خوش انتظامی اور ان کی پارسائی کے قائل تھے، وہ اپنے کو محض سپاہی نہیں سمجھے تھے کہ کوئی تنخواہ دینے والا جب چاہے انہیں مقرر کر لے اور جب چاہے ہر طرف کر دے، بلکہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ انہوں نے اپنی زراعت اور اپنی تجارت کو فرمان خدا کی بجا آوری کے لئے ترک کیا ہے، اور ایک بہت بڑا کام انہیں سپرد کیا گیا ہے اور جب تک وہ کام پورا نہ ہو جائے

ان کا قائم رہنا لازم ہے۔ چارلس کو اب تک یہ امید تھی کہ وہ اپنی "تدبیر شاہی" سے پھر خود مختاری حاصل کر لے گا۔ جس "آزادی ضمیر" کے لئے اہل فوج نے "یہ تمام صعوبتیں برداشت کیں، ان کے بہت سے دوستوں نے اپنی جانیں قربان کیں اور خود انہوں نے اپنا خون بہایا" وہ آزادی ابھی تک سخت خطرے میں پڑی ہوئی تھی۔ پس انہوں نے اپنا یہ فرض سمجھا کہ منتشر ہونے کے قبل اس آزادی کو محفوظ کر لینا چاہئے اور اگر ضرورت ہو تو اس کے لئے بھی جانیں لڑا دینا چاہئیں لیکن ان کا یہ عزم شمشیر زنی کے غرور پر مبنی نہیں تھا بلکہ انہوں نے خود دارالعوام کے سامنے اس کی وجہ نہایت جوش کے ساتھ یہ بیان کی تھی کہ "سپاہی ہونے کی وجہ سے ہم شہریوں کے حقوق سے محروم نہیں ہو گئے ہیں" ان کی اغراض و تجاویز کی بنا از ابتدا تا انتہا بالکل اس امر پر تھی کہ وہ بھی اہل ملک ہیں۔ وہ اس بات پر آمادہ تھے کہ جس وقت ان کا مقصد پورا ہو جائے وہ بلا غدر اپنے گھروں کو واپس چلے جائیں۔ بحث و مباحثہ نے فوج کو ایک وسیع پارلیمنٹ بنا دیا تھا۔ یہ پارلیمنٹ اپنے کو باخدا لوگوں کی ویسی ہی قائم مقام سمجھتی تھی جیسے وسٹ منسٹر کی پارلیمنٹ اور اسے اپنے رقیب کے مقابلے میں اپنی سیاسی فوقیت کا یقین روز بروز زیادہ ہوتا جاتا تھا۔ آئرن "عساکر جدیدہ" کی روح رواں تھا اور سنٹ اسٹیون کی پارلیمنٹ میں کوئی مدبر اس کا ہمسر نہیں تھا

اس کے علاوہ فوج کی وسیع النظر و دور رس تجاویز کے مقابلہ میں ایوانہائے پارلیمنٹ کی کورانہ و تنگ خیالانہ طرز عمل محض بے حقیقت تھی۔ "محساگر جدیدہ" نے اپنے مقاصد کے حصول کے لئے جو ذرائع اختیار کئے ان کی نسبت ہم جو چاہیں خیال کریں مگر انصافاً ہمیں یہ قبول کرنا پڑے گا کہ جہاں تک اصل مقاصد کا تعلق ہے فوج ہی برسر حق تھی۔ گزشتہ دو سو برس میں انگلستان نے اس سے زیادہ کچھ نہیں کیا ہے کہ خانہ جنگی کے اختتام پر فوج نے سیاسی و مذہبی اصلاح کی جو تجویز فراروی تھی اسی کو آہستہ آہستہ سوچ سمجھ کر عمل میں لاتا رہا ہے۔ فوج نے کوئی عملی کارروائی اس وقت تک نہیں کی جب تک کہ افسروں کی تجاویز کی نامنظوری سے مصالحت کی کوئی امید باقی نہیں رہی۔ اس کے بعد جب اس نے کارروائی کی تو اس کی کارروائی نہایت عاجلانہ و قاطعانہ ہوئی، اس نے تمام سیاسی اغراض کے لئے افسروں کی مجلس کو معطل کر دیا اور اپنے وکلا کی ایک نئی مجلس منتخب کی جن میں ہر رجمنٹ سے دو شخص نامزد کئے گئے۔ اس مجلس نے فوج کی ایک عام مجلس مقام ٹریلوہیتہ میں طلب کی جہاں تنخواہ و برطرفی کے متعلق پارلیمنٹ کی تجاویز کو انصافاً انصاف!! کے شور کے ساتھ مسترد کر دیا گیا۔ فوج ابھی جمع ہی ہو رہی تھی کہ یہ وکلا، ایک ایسی کارروائی کر گئے جن سے اطاعت کا سوال ہی خارج از بحث ہو گیا۔ یہ افواہ

مشہور ہو رہی تھی کہ بادشاہ کو لندن میں منتقل کر دیا جائے گا، ایک نئی فوج تیار کی جائے گی اور ایک نئی خانہ جنگی شروع ہو جائے گی۔ اس افواہ نے سپاہیوں کو دیوانہ بنا دیا۔ بادشاہ ہوکم بی ہاؤس میں پارلیمنٹ کے مامورین کی زیر نگرانی مقیم تھا، پان سو سوار یکایک اس مقام پر جا پہنچے اور محافلوں کو الگ کر دیا۔ بادشاہ نے ان کے سرخیل جوائس سے پوچھا کہ ”اس کام کے لئے تمہارا حکم نامہ کہاں ہے“ اس نے اپنے سپاہیوں کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ ”میرے عقب میں ہے“ بادشاہ نے ہنس کر کہا کہ ”یہ تو بہت ہی واضح اور روشن حرفوں میں لکھا ہوا ہے“ درحقیقت یہ معاملہ بادشاہ اور ’وگلا‘ کے درمیان پہلے سے طے ہو گیا تھا۔ اس نے جوائس سے کہا کہ ”تم لوگوں نے مجھے جو کچھ وعدہ کیا ہے اگر سپاہی اس کی تصدیق کریں تو میں خوشی سے چلا چلوں گا۔ تم مجھے کوئی ایسا کام نہ لو جس سے میرے ایمان یا میرے مرتبے کو صدمہ پہنچے“ جوائس نے جواب دیا کہ ”ہمارا یہ طریقہ نہیں ہے کہ کسی کے ایمان سے تعرض کریں۔ چہ جیسے کہ بادشاہ کے ایمان سے“ گرفتاری کی خبر سے ایک عام دہشت طاری ہو گئی۔ جب یہ اضطراب فرو ہوا تو پارلیمنٹ نے کرامویل کو اپنے غیظ و غضب کا نشانہ بنا دیا۔ وہ جنگ کے ختم ہونے کے پہلے ہی اپنے عہدے سے مستعفی ہو کر فوج سے الگ ہو گیا تھا اور اس وقت سے برابر دونوں فریقوں

بادشاہ کی گرفتاری

جون ۱۶۴۶ء

کے درمیان واسطہ کا کام دیتا رہا تھا اس کے پر زور اعتراضات کے سامنے بناوت کے بھڑکانے کا الزام تو بیکار ہو گیا مگر اسے بہاگ کر فوج میں پناہ لینا پڑی اور ۲۵ جون کو پوری فوج نے لندن کی طرف کوچ کر دیا فوج نے اپنے مطالبات نہایت صاف صاف ایک ”عاجزانہ درخواست“ کی صورت میں پارلیمنٹ کے روبرو پیش کر دیے اس درخواست میں انہوں نے لکھا تھا کہ ”ہماری خواہش یہ ہے کہ پارلیمنٹ کی رائے و اعلان کے موافق ملک کے امن اور رعایا کی آزادی کا انتظام ہو جائے۔ ہم ملکی حکومت میں کسی قسم کا تغیر نہیں چاہتے۔ علیٰ ہذا ہمیں پریسٹرین حکومت کے قیام میں دخل ڈالنے یا اس میں مداخلت کرنے کی بھی کوئی خواہش نہیں ہے“ وہ رواداری کے طالب تھے، مگر اس رواداری سے ان کا مقصود یہ نہیں تھا کہ دو آزادی ضمیر کے چیلے سے لوگ عیاشانہ زندگی بسر کریں، بلکہ انہوں نے یہ اقرار کیا تھا کہ ”جب سلطنت ایک امر قرار دیدے گی تو ہمیں اس کی اطاعت و فرماں برداری میں کوئی عذر نہ ہوگا“ اس انتظام کے بروئے کار آنے کے خیال سے انہوں نے یہ مطالبہ کیا کہ پارلیمنٹ سے گیارہ اراکین خارج کر دیے جائیں جن میں سب سے مقدم ہانس تھا سپاہیوں نے ان اراکان پر یہ الزام لگا یا تھا کہ یہی لوگ پارلیمنٹ اور فوج کے درمیان فساد برپا کرتے اور ایک نئی خانہ جنگی

کی فکر میں لگے ہوئے ہیں۔ کچھ زمانے تک بیکار نامہ و پیام کے بعد آخر اہل لندن کے خوف زدہ ہو جانے کے باعث یہ گیارہوں ارکان پارلیمنٹ سے نکل گئے اور ہر دو ایوانہاے پارلیمنٹ نے مسائل زیر بحث پر گفتگو کرنے کے لئے اپنے مکٹرز مقرر کئے۔

اگرچہ نیرنیکس اور گرامویل نے مجبور ہو کر واسطہ بننے کی خدمت کو ترک کر کے بدل و جاں فوج کی جانبداری اختیار کر لی تھی مگر اس وقت فوج کی سیاسی باگ گرامویل کے داماد آئرن کے ہاتھ میں تھی اور آئرن کو اصلی قرار داد کی توقع پارلیمنٹ سے نہیں بلکہ بادشاہ سے تھی؛ اس نے بہت گھڑے پن سے یہ کہا کہ ”فاتح و مفتوح کے درمیان کچھ فرق ضرور ہونا چاہیے“ مگر پارلس کے سامنے جو تجاویز پیش کئے گئے ان میں ہر طرح پر اعتدال مد نظر رکھا گیا تھا؛ پارلیمنٹ نے فریق شاہی اور کلیسا کے متعلق جو منتقاناہ انداز اختیار کیا تھا ”عسا کر جدیدہ“ کے شرائط میں، ان کا نام و نشان بھی نہیں تھا فوج صرف اس امر پر قانع تھی کہ سات خاص ”دفنہ انگیز“ ملک سے خارج کر دے جائیں، باقی تمام لوگوں کے لئے ایک عام معافی کا قانون منظور ہو جائے، پادریوں سے تمام تہدیدیں اختیارات طلب کرنے جائیں دس برس کے لئے بری و بحری فوجوں پر پارلیمنٹ کی نگرانی قائم کر دی جائے اور پارلیمنٹ ہی سلطنت کے اعلیٰ عہدہ داروں کو نامزد کرے؛ ان مطالبات

کے بعد سیاسی اصلاح کی ایک پر زور وسیع تجویز پیش کی گئی جس کا خاکہ فوج نے اپنی اس عاجزانہ ”درخواست“ میں کہنچا جسے لیکر وہ لندن کو آئی تھی.... ان تجاویز کا خلاصہ یہ تھا کہ عقاید اور عبادات میں ہر شخص کو آزادی ہونا چاہئے جن قوانین کی رو سے کتاب اوعیہ کا استعمال، کلیسا کی حاضری اور عہد و میثاق کا عملہ آمد نافذ کیا گیا تھا، وہ سب منسوخ کر دئے جائیں یہاں تک کہ کیتھولکوں کو بھی جبری عباد کی قید سے آزاد کر دیا جائے خواہ اور تمام اقسام کی پابندیاں ان پر عاید رہیں، پارلیمنٹ کی میعاد تین برس کی کر دی جائے اور حقوق انتخاب اور طقوں کی زیادہ مناسب تقسیم کے ذریعہ سے پارلیمنٹ کی اصلاح کی جائے محصولات پر از سر نو نظر کی جائے، قانونی کارروائیوں میں آسانی پیدا کی جائے، اور بے شمار سیاسی، تجارتی اور عدالتی امتیازات کو اٹھا دیا جائے۔ بقول منسٹر چیپس آئرن کو یقین تھا کہ ”چارلس پر یہ اثر ڈالا جاسکتا ہے کہ جب وہ اپنی مرضی پر آزادانہ نہیں چل سکتا تو اپنی رعایا کی بہبودی عامہ کو منظور کرے“ لیکن چارلس کی نظر نہ تو اس عظیم الشان قرارداد کی اعتدال پسندی پر تھی نہ اس کی عاقلانہ تدبیر پر بلکہ وہ اس نازک وقت میں صرف یہ سوچ رہا تھا کہ کس طرح ایک فریق کو دوسرے فریق سے لڑا دے۔ اور اس کو یقین تھا کہ اسے جس قدر فوج کی ضرورت ہے خود فوج کو اس سے زیادہ اس کی

ضرورت ہے، آرٹرن نے جب اپنی تجاویز پر زور دیا تو اس نے کہا کہ ”تم میرے بغیر کچھ نہیں کر سکتے، اگر میں تمہاری تائید چھوڑ دوں تو تمہارا کام ابتر ہو جائے“، آرٹرن نے سکون کے ساتھ اس کا یہ جواب دیا کہ دو حضور یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے اور پارلیمنٹ کے درمیان حکم بن جائیں اور ہمارا یہ منشا ہے کہ ہم پارلیمنٹ اور حضور کے درمیان حکم ہوں۔ لیکن بادشاہ کی کارروائی کی حقیقت بہت جلد کھل گئی۔ اہل لندن کا ایک غول دارالعوام میں گھس گیا، اور اراکین کو مجبور کیا کہ گیارہ خارج شدہ ارکان کو واپس بلا لیں۔ تقریباً چودہ امرا اور سو ارکان دارالعوام بھاگ کر فوج میں آگئے اور جو ارکان وسٹمنسٹر میں رہ گئے تھے وہ فوج سے علانیہ مقابلے کی تیاریاں کرنے لگے اور چارلس کو لندن میں واپس آنے کی دعوت دی۔ لیکن لشکرگاہ میں اس خبر کے پہنچتے ہی فوج نے پھر کوچ کر دیا۔ کرامویل نے اطمینان کے ساتھ کہا کہ ”دو روز میں شہر ہمارے قبضے میں آجائے گا“ سپاہی فاتحانہ طور پر لندن میں داخل ہوئے اور مفرور ارکان کو واپس لائے، سابق کے گیارہ ارکان پھر خارج کئے گئے اور فوج کے سرداروں نے بادشاہ سے گفت و شنود جاری کر دی۔ لیکن اس کے لیت و لعل اور سازشوں نے سپاہیوں کو بہڑکا دیا تھا اور ان کے غصہ کی وجہ سے لمحہ بہ لمحہ کام کی دشواری بڑھتی جاتی تھی مگر کرامویل نے اب اپنا سارا وزن آرٹرن کی طرف ڈال دیا تھا اور اسے قوی امید تھی کہ معاملات

۹ اگست

دوبارہ ہو جائیں گے۔ وہ ایک مستحفظ خیال کا شخص اور اس سے بڑھکر یہ کہ کچھ کر گزرنے والا آدمی تھا، وہ سمجھا تھا کہ منصب شاہی کے ساقط کر دے نے سے کس قدر سیاسی دشواریاں پیش آئیں گی اور اس لئے باوجود بادشاہ کے لیت و لعل کے وہ اس سے گفتگو کرتے پر مصر تھا لیکن اس معاملہ میں کرامویل بالکل تنہا تھا، پارلیمنٹ نے آرٹن کی تجاویز پر صلح کرنے سے انکار کر دیا تھا، چارلس اب بھی جیل و حوالہ میں لگا ہوا تھا، فوج میں بیچینی و شکوک بڑھتے جاتے تھے، وسیع اصلاحات، دارالامرا کی برطرفی، اور نئے دارالعوام کے لئے ہر طرف سے شور مچ رہا تھا اور فوج کے وکلاء نے افسروں کی ایک مجلس اس غرض سے طلب کی تھی کہ خود عمدہ شاہی کی برطرفی کے مسئلے پر غور کرے۔ کرامویل نے اس طوفان عام کے مقابلے میں جیسی جرأت دکھائی ایسی جرأت کبھی اس سے ظاہر نہیں ہوئی تھی، اس نے بحث کو روک دیا، مجلس کو ملتوی کر دیا اور افسروں کو ان کی رجمنٹوں میں واپس کر دیا لیکن یہ وباؤ زیادہ دیر تک قائم نہیں رہ سکتا تھا اور چارلس اب تک اپنی چال بازی میں لگا ہوا تھا، اس کی صداقت کی کیفیت یہ تھی کہ ایک طرف کرامویل اور آرٹن سے گفت و شنود کرتا تھا اور عین اسی وقت میں جیکہ یہ لوگ اپنی جانوں کو اس کے لئے خطرے میں ڈال رہے تھے، وہ پارلیمنٹ سے بھی اسی قسم کے فریب آمیز معاملات طے کرتے، لندن میں بدولی کے بڑھانے، حمایت شاہی میں ایک جدید سورش کی تیار کرنے، اور اپنی طرفداری میں اہل اسکالینڈ

کی مدافعت کی تدبیروں میں مشغول تھا۔ اس نے مسرت کے ساتھ لکھا تھا کہ ”بہت جلد دونوں قوموں میں جنگ برپا ہو جائے گی“ اس کی ان تجاویز کی کامیابی کے لئے جس نئے کی ضرورت تھی وہ خود اس کی آزادی تھی۔ فوج کے سرگروہ معاملات کے روبرو آئی امید میں تھے کہ یکایک وہ یہ معلوم کر کے حیرت زدہ ہو کر رہ گئے کہ انہیں برابر دھوکے دے گئے ہیں اور بادشاہ وہاں سے فرار ہو گیا ہے۔

بادشاہ کے اس فرار سے عساکر جدید کا اضطراب وحشت سے مبدل ہو گیا، تمام سپاہ ویر میں جمع ہو گئی اور صرف کرامویل ہی کی جرات تھی جس نے اس موقع پر علانیہ بغاوت کو روکا دیا، لیکن سپاہ میں جو جوش پھیل گیا تھا اس کے روکنے پر اب کرامویل بھی قادر نہیں تھا، بادشاہ کی دغا بازی کی وجہ سے اس کے پاس کوئی حیلہ کار باقی نہیں رہا تھا۔ اس نے کہا کہ ”بادشاہ ایک نہایت قابل و فہمیدہ شخص ہے مگر وہ اس قدر پر اسرار و دروغ گو ہے کہ اس پر اب اعتماد نہیں کیا جاسکتا“ مگر اس کے فرار سے جو خطرہ پیدا ہو گیا تھا وہ بہت جلد رفع ہو گیا، اس سے ایک عجیب غلطی یہ ہو گئی کہ اس نے ہیمپٹن کورٹ سے جزیرہ وائٹ کی راہ لی۔ شاید اسے کیرسبرک کیسل کے حکمراں کرنل ہیمنڈ سے بہداری کی توقع تھی، لیکن وہاں پہنچ کر اسے معلوم ہوا کہ وہ پھر قیدی کا قیدی ہے، جب وہ اس کوشش میں ناکام رہا کہ نئی خانہ جنگی کا سرگروہ بن جائے تو وہ اپنے قید خانے کے اندر ہی سے اسکی

بادشاہ کا فرار

نومبر ۱۶۴۶ء

دوسری شاہ جنگی

ترتیب وہی کی فکر کرنے لگا، اس نے پھر پارلیمنٹ سے جیلڈ آمیز گفتگو شروع کر دی مگر اس کے ساتھ ہی انگلستان پر حملہ آور ہونے کیلئے اہل اسکاتلینڈ کے ساتھ ایک نفعیہ معاہدے پر بھی دستخط کروئے "و عہد و میثاق" کے عملاً معطل ہو جانے اور انگلستان میں مذہبی آزادی خواہ فریق کے غلبے کے باعث ٹوئیڈ کے پارخیالات میں سخت انقلاب پیدا ہو گیا تھا، اعتدال پسند فریق ڈیوک ٹیمپسن کے گرد جمع ہو گیا۔ اور ارگائل اور دوسرے پر جوش مذہبی لوگوں کو انتخابات میں شکست دیدی۔ اور جب بادشاہ نے یہ منظور کر لیا کہ وہ انگلستان میں طریقہ پر سبیرین کو از سر نو قائم کر دے گا تو انہوں نے اسکی تائید کے لئے ایک فوج جمع کرنے کا حکم دے دیا، انگلستان میں مذہبی سیاسی تغیرات کے خوف سے تمام مستحفظ فریق طویل العہد پارلیمنٹ کے بہت سے ممتاز ارکان کی سرکردگی میں بادشاہ کی جانب مائل ہوتا جاتا تھا اسکاتلینڈ کی خبر سے تقریباً ہر طرف دیوانہ وار شورشیں برپا ہو گئیں۔ لندن کو محض فوج کے ذریعہ سے محفوظ رکھا گیا۔ پارلیمنٹ کے پرانے افسروں نے جنوب ویز میں شاہی علم بلند کر دیا اور پبروک پر اچانک قبضہ کر لیا۔ بیرک اور کارلائل کے قبضہ سے اہل اسکاتلینڈ کے لئے حملے کا راستہ کھل گیا۔ کنٹ، اسکس اور ہارٹفرڈ بھی باغی ہو گئے، جو جہازات وہاں ٹیمپسن میں موجود تھے انہوں نے اپنے ناخداؤں کو ساحل پر بھجھدیا، اور شاہی جھنڈا بلند کر کے ٹیمپسن کی ناک بندی کر لیا، کراسویل نے اس وقت یہ آواز بلند کی کہ دو پارلیمنٹ کے لئے

اب وقت آگیا ہے کہ وہ سلطنت کو بچالے اور خود تنہا حکومت کرے۔ لیکن پارلیمنٹ نے اس نازک موقع سے صرف یہ فائدہ اٹھایا کہ بڑے شوق سے اپنے کو قیام بادشاہی کا جانبدار ظاہر کیا، بادشاہ سے جو گفت و شنود منقطع ہو گئی تھی اسے پھر جاری کر دیا، اور آزادی مذہب پر ایسی سخت ضرب لگانا چاہی کہ سابق میں اس پر کبھی ایسی ضرب نہیں پڑی تھی۔ پرسیسٹریس ارکان پھر آکر جمع ہو گئے، اور دو کلمات کفر و ارتداد کے دبانے کے لئے، جس قانون کو دین اور گرامویل نے مدت سے روک رکھا تھا وہ بڑی شاندار کثرت کے ساتھ منظور کیا گیا۔ اس خطرناک قانون کا نشا یہ تھا کہ جو شخص عقیدہ تثلیث یا الوہیت مسیح سے انکار کرے یا یہ کہے کہ انجیل خدا کا کلام نہیں ہے، یا حشر جسمانی نہیں ہوگا یا یوم جزا کی کوئی اصلیت نہیں ہے، اور بوقت استفسار اپنے اس کفر سے توبہ نہ کرے اسے موت کی سزا دی جائے گی۔ ان کبار کے علاوہ صفائر کی ایک طولانی فہرست بھی تیار کی گئی تھی۔ از انجلا یہ کہ جو شخص یہ کہے کہ انسان کو بالطبع یہ آزادی حاصل ہے کہ وہ اپنی مرضی سے جس طرح چاہے خدا کی طرف رجوع کرے، مرنیکے بعد ایک عالم برنخ ہے جہاں انسان گناہوں سے پاک ہو سکتا ہے، مجسمات کی پرستش جائز ہے، بچوں کو اصطباغ دینا ناروا ہے، یوم سبت کی حرمت لازمی نہیں ہے، کلیسا کی حکومت عام پادریوں کے ذریعہ سے عیسویت کے خلاف یا ناجائز ہے، وہ اگر اپنی خطاؤں سے باز آنے سے انکار کرے تو اسے

ایوانہائے پارلیمنٹ

اور فوج

قید کی سزا دی جائے گی۔ صاف ظاہر تھا کہ فرقہ پرستوں کو یہ اعتماد تھا کہ بادشاہ کو کامیابی ہو جائے گی تو وہ پھر اتحاد عبادت کی روش پر چلنے لگیں گے اور اگر چارلس آزاد ہو جاتا یا عساکر جدیدہ منتشر ہو جاتے تو ان کی اس امید کا برآنا غالباً ممکن تھا۔ لیکن چارلس کی طرف سے اطمینان تھا کہ وہ کیمبرج میں مقید ہے، اور ”عساکر جدیدہ“ زور کے ساتھ اس خطرے کا مقابلہ کر رہے تھے جو اسے ہر طرف سے گھیرے ہوئے تھا، ایسے وقت میں کہ ہر جانب سے امن کی توقع پیدا ہو گئی تھی بے سرو پا طور پر جنگ کے پھر جاری کر دے نے سے عام فوج کی طرح فیریکس اور کرامویل کے دل سے بھی یہ خیال نکل گیا تھا کہ بادشاہ سے کسی قسم کی مصالحت ممکن ہے، آخر پھر سپاہی و افسر ایک عزم پر متحد ہو گئے۔ باغیوں کے مقابلے کے لئے کوچ کرنے سے قبل شام کے وقت وہ سب دعا کے لئے جمع ہوئے اور انہوں نے متفقہ طور پر صاف صاف عزم یہ قائم کیا کہ ”اگر خدا ہمیں امن کے ساتھ واپس لایا تو ہم اُسے اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ اس خونخوار شخص چارلس اسٹوارٹ سے اس تمام خونریزی و مصیبتوں کا جواب لیں گے جو اس نے اپنی انتہائی کوشش سے خدا کے مقصد اور اس غریب قوم کے خلاف برپا کی ہیں“ چند ہی روز کے اندر اندر فیریکس نے کنٹ کے باغیوں کو پامال کر دیا، اور مشرقی صوبجات کے سرکشوں کو کوچپٹر کی دیواروں کے اندر محصور کر لیا۔ دوسری طرف کرامویل نے ویلز کے فتنہ پردازوں کو پمبروک

میں بھگا دیا۔ لیکن ان دونوں شہروں نے بڑی استقامت دکھائی۔
 لارڈ ہالینڈ کے تحت میں ایک بغاوت لندن کی نواح میں بھی
 ہو گئی تھی۔ یہ آسانی سے فرو ہو گئی مگر اب اہل اسکاتلینڈ کی
 یورش کے روکنے کے لئے کوئی فوج باقی نہیں رہی تھی اور انہوں
 نے بیس ہزار سپاہی سرحد کے پار اتار دئے تھے۔ خوش قسمتی سے
 اس نازک موقع پر پمبروک نے اطاعت قبول کر لی اور کرامویل
 کو آزادی مل گئی۔ وہ پانچ ہزار آدمیوں کو لئے ہوئے بہت جلد
 شمال کی طرف بڑھا۔ لیمرٹ کی فوج کو جو اسکاتلینڈ کی فوج کے
 آس پاس لگی ہوئی تھی، طلب کیا، اور یارکشائر کی پہاڑیوں کو قطع
 کرنا ہوا واوئی ریل میں پہنچ گیا۔ یہاں ڈیوک ہٹن جسے شمال کے
 تین ہزار شاہ پرستوں سے تقویت مزید حاصل ہو گئی تھی، پریسٹن
 تک بڑھ آیا تھا۔ کرامویل کی فوج اب اس ہزار تک پہنچ گئی تھی
 اس نے اپنا سارا زور ڈیوک کی نشتر سپاہ پر ڈال دیا اور اہل
 اسکاتلینڈ جب دریائے ریل کی طرف پسپا ہوئے تو ان پر
 بھی حملہ کر دیا، اور ان کے ساتھ ہی ساتھ دریائے سے پار اتر کر
 ان کے ساتھ کو بہ مقام وگن کاٹ ڈالا، ایک تنگ راستے سے
 انہیں وارنگٹن کی طرف ہٹا دیا۔ شکستہ حال حریف نے یہاں پر
 جگر ایک آخری مقابلہ کیا، لیکن اس کی پیدل سپاہ نے کرامویل
 کے آگے ہتھیار ڈال دئے اور لیمرٹ نے ہیملٹن اور اس کے
 سواروں کا تعاقب کر کے سب کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔
 اس فتح کے بعد ہی "عسا کر جدیدہ" سرحد کے پار اتر گئے اور

اسکاٹلینڈ کی حملہ

۱۶۳۸

ایرشائر اور مغرب کے کسانوں نے خروج کر کے اڈنبرا پر حملہ کر دیا، شاہی فریق کو بھگا دیا اور ارگائل کو پھر بااقتدار بنا دیا۔ ان کا یہ خروج یورش "وگیمور" کے نام سے مشہور ہے، یہ پہلا موقع ہے جس میں "وگ" کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ لفظ "وگ" وہی ہے کا مرادف ہو جس کے معنی چہاج کے ہیں اور طنزاً پر جوش اہل ایرشائر کے لئے استعمال ہوا ہو۔ ارگائل نے نجات دہندہ کے طور پر کرامویل کا خیر مقدم کیا، مگر یہ فاتح سپہ سالار ابھی اڈنبرا میں داخل ہی ہوا تھا کہ جنوب کی خبروں نے اسے واپس چلے جانے پر مجبور کر دیا۔ اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ شاہ پرستوں کی اس بغاوت کو پارلیمنٹ نے جس نظر سے دیکھا تھا وہ فوج کے نقطہ خیال سے بہت ہی مختلف تھی۔ پارلیمنٹ نے گیارہ خارج کئے ہوئے ارکان کو واپس بلا لیا تھا اور ارتداد کے خلاف قانون نافذ کر دیا تھا۔ کرامویل اوہر پریسٹن کی فتح میں مشغول تھا، اوہر دارالامرا میں اس پر غداری کا جرم عاید کرنے کی بحث ہو رہی تھی۔ اس کے ساتھ ہی آزاد خیالوں کی مخالفت کے باوجود پارلیمنٹ کی طرف سے پھر کشتہ جہزیرہ وائٹ کو بھیجے گئے کہ بادشاہ سے صلح کی کارروائی مکمل کریں۔ شاہ پرست اور پیپیٹین دونوں نے چارلس پر زور دیا کہ ابجے جو آسان شرائط پیش ہوئے ہیں انہیں ضرور منظور کرے۔ مگر اسکالینڈ سے امید منقطع ہونے کے ساتھ ہی اسے آرلینڈ کی فوج کی مدد سے ایک نئی جنگ برپا کرنے کی توقع پیدا

پارلیمنٹ کی براہوی

ہو گئی تھی پیامبروں نے دیکھ لیا کہ بیکار حید و حوالہ میں چالیس روز
گزر گئے۔ چارلس نے اپنے دوستوں کو لکھا تھا کہ "میرے
منصوبوں میں کوئی فرق نہیں آیا ہے" لیکن اگست میں کونگریس
نے ٹیفریکس کی اطاعت قبول کر لی، اور کرامویل نے آرگائل سے
معاہدہ کر لیا جس سے فوج کو آزادی مل گئی اور فوج کی جھنڈوں
نے بادشاہ کو عدالت میں لانے کے لئے درخواستیں دینا شروع
کریں۔ افسروں کی مجلس کی طرف سے ایک تازہ مطالبہ پیش ہوا کہ
ایک نئی پارلیمنٹ کا انتخاب، طریق انتخاب میں اصلاح کی جائے،
تمام معاملات میں ایوانہائے پارلیمنٹ کی رائے غالب رہے،
شاہی اگر قائم رکھی جائے تو بادشاہ کو پارلیمنٹ کا ایک منتخب
کردہ کار فرما بنا دیا جائے جسے پارلیمنٹ کی کارروائیوں کو
نامنظور کرنے کا اختیار نہ ہو۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ جو شخص
اس تمام مصیبت کا بانی مہانی ہے، اور جس کے حصول مقصد
کے لئے اس کے فرمان، حکم اور اختیار سے یہ تمام جنگ
و جدل اور یہ تکلیفیں پیش آئی ہیں اس پر خصوصیت کے ساتھ
اس غداری، خوں ریزی اور تباہ کاری کا الزام عاید کیا جائے
اور اس کا انصاف کیا جائے، اس مطالبے نے ایوانہائے
پارلیمنٹ کو مایوس کر دیا۔ انہوں نے اس کا یہ جواب دیا کہ
بادشاہ کے شرائط کو جو درحقیقت کوئی اہمیت نہیں رکھتے تھے
بطور بنیاد صلح کے قبول کر لیا۔ سپاہیوں نے اسے اپنی مخالفت
کا اعلان سمجھا۔ چارلس کو پھر سواروں کے ایک دستے نے

فوج کے مطالبات

۲۸ نومبر

گرفتار کر کے ہرسٹ کیسل میں پھنچا دیا۔ اس کے ساتھ ہی فیئیکس نے ایک خط کے ذریعہ سے یہ مشہر کر دیا کہ وہ لندن کی طرف بڑھ رہا ہے۔ سواروں نے ایوانہائے پارلیمنٹ کو گھیر لیا اور وین نے کہا کہ "اب ہم دیکھیں گے کہ کون بادشاہ کی طرف ہے اور کون رعایا کی طرف ہے" لیکن منصب شاہی اور کلیسا کے بچانے کا وفادارانہ خیال جس خطرے میں پڑ گیا تھا، اس کے مقابلے میں فوج کی تہمت کمزور ثابت ہوئی اور ہر دو ایوانہائے پارلیمنٹ نے اب بھی بہت بڑی کثرت رائے سے یہ قرار دیا کہ چارلس نے جو شرائط پیش کئے ہیں انہیں قبول کر لینا چاہئے۔ دوسرے روز صبح کو کرنل پیراڈ دارالعوام کے دروازے پر آ موجود ہوا اور اس کے ہاتھ میں فریق غالب کے چالیس ارکان کی ایک فہرست تھی۔ افسروں کی مجلس نے ان کے اخراج کا فیصلہ کر لیا تھا اور ان میں سے جو شخص آتا وہ گرفتار کر کے حراست میں لے لیا جاتا۔ ایک رکن نے پوچھا کہ "تم کس حق سے ایسا کرتے ہو؟" ہیوٹرز نے اس کا یہ جواب دیا کہ "ہم تلوار کے حق سے ایسا کرتے ہیں" دارالعوام اب بھی اپنی رائے پر قائم تھا لیکن جب دوسرے روز صبح کو چالیس ارکان اور خارج کروئے گئے تو باقی ارکان منسوب ہو گئے۔ تلوار نے اپنا کام کر دکھایا اور جن دو بڑی طاقتوں نے یہ ناگوار جنگ شروع کی تھی دونوں یکایک غائب ہو گئیں نہ پارلیمنٹ ہی رہی اور نہ بادشاہی۔ ایک سو چالیس ارکان یعنی

پیراڈ کا نتیجہ

۲۸ نومبر

دارالعوام کے حصہ کثیر کے خارج کر دینے سے دارالعوام کا صرف نام رہ گیا تھا۔ ارکان میں فوج کا ساتھ دینے والے جو لوگ باقی رہ گئے تھے، وہ ملک کے قائم مقام نہیں سمجھے جا سکتے تھے۔ ایک بازاری فقرہ ہر طرف پھیل گیا تھا کہ "پارلیمنٹ تو رہی نہیں اس کی دم" رہ گئی ہے۔ بائیں ہمہ دارالعوام کا ایک ہیولی تو باقی رہ گیا تھا مگر دارالامرا بالکل ہی فاسد ہو گیا۔ برائڈ کی اس کاٹ چھانٹ کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو ارکان باقی رہ گئے تھے انہوں نے چارلس پر مقدمہ چلانے کی تجویز کو منظور کر لیا، اور اس کے لئے ایک عدالت ڈیڑھ سو مامورین خاص کی مقرر کی جن کا صدر ایک ممتاز قانون پیشہ جان براڈشا تھا۔ چند امرا جو باقی رہ گئے تھے انہوں نے اس حکم کو نامنظور کر دیا، اس پر دارالعوام کے باقی ارکان نے ایک دوسری تحریک یہ منظور کی کہ "خدا کے زیر سایہ قوم ہی تمام منصفانہ طاقتوں کا سرچشمہ ہے، پارلیمنٹ انگلستان کے دارالعوام کا یہ جلسہ جسے قوم نے منتخب کیا ہے اور جو قوم کا قائم مقام ہے، اس ملک میں سب سے اعلیٰ طاقت ہے، اور دارالعوام کے جلسے میں جو امر منظور ہو جائے اور اسے وہ قانون قرار دے وہ قانون کی قوت حاصل کر لیتا ہے، اور بادشاہ اور دارالامرا اسے منظور نہ بھی کریں تو بھی وہ تمام قوم کا نافذ کیا ہوا سمجھا جائے گا"

چارلس، براڈشا کی عدالت کے سامنے آیا مگر صرف اسلئے } بادشاہ کی توجہ

کہ وہ اس عدالت کے جواز کو باطل قرار دے اور جواب دینے سے انکار کرے۔ مگر ججوں کے اطمینان کے لئے بتیس گواہوں کے اظہار لئے گئے اور پانچویں روز چارلس پر ستمگاری، بغاوت، قتل، اور دشمنی ملک کا الزام لگا کر اس کی نسبت موت کا حکم صادر کیا گیا۔ مقدمہ کے دوران میں عام اضطراب کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ ہر طرف سے "انصاف" یا "خدا باوشتا" کو سلامت رکھے، کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں، مگر جب چارلس اپنی قتل گاہ کی طرف چلا ہے اس وقت سپاہیوں کے شور و غل کے سوا اور کوئی آواز نہیں سنائی دیتی تھی۔ براڈشا اور ججوں کے ساتھ بحث و تکرار میں اس نے اپنی جس وقت کو فراموش کر دیا، وہ موت کے وقت پھر عود کر آئی۔ زندگی میں اس سے جو کچھ بھی غلطیاں اور حماقتیں سرزد ہوئی ہوں مگر اس "قابل یادگار موقع پر اس سے کوئی ذلیل یا عامیاناہ فصل نہیں صادر ہوا،" وہاٹ ہال کے ایوان دعوت کی ایک کھڑکی کے سامنے تختہ قتل نصب کیا گیا۔ بادشاہ جب اس تختے پر چڑھا ہے تو دو نقاب پوش جلاو اس کے انتظار میں کھڑے تھے اور چھتیں تابشانیوں سے بھری ہوئی تھیں، اور نیچے سپاہیوں کی ایک مضبوط جماعت صفت کھڑی تھی پہلی ہی ضرب پر اسکا سرکٹ کر گر پڑا اور جلاو نے جب اس سر کو اٹھا کر دکھایا تو اس خاموش مجمع کی زبان سے رحم و خوف کے احساس کے ساتھ ایک آہ نکل گئی۔

جسٹس و سٹیم

دولت عامہ

۱۶۴۹-۱۶۵۳

اسناد و رشورہ کے مجموعہ کاغذات کا سلسلہ بادشاہ کے مقدمہ مرافقہ تک آکر ختم ہو جاتا ہے۔ وہاںٹ لاک اور لٹو کے بیانات بدستور جاری رہتے ہیں، مگر انکے تکملہ کیلئے تاریخ پارلیمنٹ (Parliamentary History) اور دو مقدمات سلطنت (State Trials) کا دیکھنا بھی ضروری ہے مسٹر فارسٹر کی تصنیف دو مدیران دولت عامہ (Statesmen of the Commonwealth) میں دین اور مارٹن کی جداگانہ سوانح غریبان موجود ہیں، اور مسٹر بسٹ نے اپنی دو تاریخ دولت عامہ (History of the Commonwealth) میں مجلس سلطنت کی پرزور حمایت کی ہے۔ آرلینڈ کے معاملات کے لئے آرمنڈ کے کاغذات (مرتبہ کارٹ) اور کارلائل کے خطوط (Letters) میں کراؤویل کے مراسلات دیکھنا چاہئیں۔ مسٹر کارلائل نے جنگ اسکائینڈ کے حالات جہان بیان کئے ہیں۔ وہ غالباً انکی تصنیف کا سب سے زیادہ قابل قدر حصہ ہے۔ ایم۔ گیزو نے اپنی کتاب "جمہوریہ و کراؤویل" (Republic & Cromwell Vol. 1) میں اس دور کے غیر ملکی معاملات اور اس کی لڑائیوں

کی خوب ہی تشریح کی ہے، اور اس میں مستند کاغذات کا ایک بہت بڑا ضمیمہ بھی لگا دیا ہے۔ پڑھنے والوں کے لئے عموماً گیندو کے بیانات سب سے بہتر اور سب سے زیادہ قرین الصاف ہیں۔ مسٹر ہپورٹہ ڈکن نے بلیک کی ایک سوئچ عمری شایع کی ہے۔ (مسٹر بیسن کی سوئچ عمری طنز (جلد چہارم و پنجم) جس سے اس دور کی کیفیت واضح ہوتی ہے، اس فہرست کے مرتب ہونے کے بعد

شایع ہوئی ہے۔ مدیر)

بادشاہ کی خبر موت نے تمام یورپ میں ایک نفرت خیز سنی پیدا کر دی زار روس نے سیر انگلستان کو ذلت کے ساتھ نکال دیا۔ جمہوریہ کے اعلان کے ساتھ ہی فرانس نے اپنے سفیر کو واپس بلا لیا۔ ایک ایسی پروٹسٹنٹ سلطنت سے جس نے اپنے بادشاہ کو قتل کر دیا ہو، ہر قسم کے تعلقات کے منقطع کرنے میں بر اعظم کی پروٹسٹنٹ سلطنتیں سب سے پیش پیش تھیں۔ ہیک میں قتل کی خبر پہنچتے ہی ہالینڈ طنائیہ مخالفت کرنے میں سب پر سبقت لیگیا۔ اسٹیٹس جنرل، مجلس نیابتی، نے شہزادہ ویلز کی (جس نے چارلس دوم کا لقب اختیار کر لیا تھا) باقاعدہ باریابی حاصل کی، اور اسے بادشاہ تسلیم کر لیا، اور انگریزی سفیروں کی باریابی سے انکار کر دیا۔ ہالینڈ کا گلران شہزادہ آرنج، چارلس کا برادر نسبتی تھا، اس نے چارلس کو مدد دی اور اس کی ہمت افزائی کی اور عوام نے اس معاہدے میں اپنے اظہار ہمدردی سے اپنے شہزادے کی

مجلس سلطنت

کی حکومت کے لئے دارالعوام کے اکتالیس ارکان کی ایک مجلس سلطنت، منتخب کی گئی اور اسے اندرون ملک اور بیرون ملک میں کامل طاقت اختیار عطا کئے گئے۔ دو مہینے اور گزر گئے جب جا کر وہ یادگار زمانہ قانون منظور ہوا کہ "انگلستان اور ان تمام اقطاع و ممالک کے باشندوں کی جو اس سے تعلق رکھتے ہیں ایک دولت عامہ یا آزاد سلطنت مرتب اور قائم کی جاتی ہے، اور آئندہ اس کی حکمرانی ایک دولت عامہ یا آزاد سلطنت کی حیثیت سے اسی قوم کے اعلیٰ اختیار سے ہوگی۔ یعنی قوم کے قائم مقاموں کی پارلیمنٹ اور جن اعمال و وزراء کو یہ پارلیمنٹ قوم کے سود و بہبود کے لئے مقرر و نصب کرے وہی حکومت کریں گے، حکومت میں بادشاہ یا دارالامرا کی شرکت نہیں ہوگی،"

۱۹ مئی

اس نئی دولت عامہ کو جن خطرات کا اندیشہ تھا ان میں سے بعض بظاہر جس قدر خطرناک معلوم ہوتے تھے حقیقتہً اس قدر خطرناک نہیں تھے۔ فرانس و اسپین میں رقابت قائم تھی اور ان میں سے ہر ایک انگلستان کو اپنا دوست بنانا چاہتا تھا، اور اس طرح انگلستان، براعظم کی ان دو بڑی طاقتوں کی مخالفت سے بچ گیا۔ ہالینڈ کو فاسد ارادوں سے باز رکھنا اگر کلیتہً ممکن نہیں تھا تو نامہ و پیام کے ذریعہ سے اس میں تاخیر پیدا کر دینا تو ممکن تھا۔ اسکاٹ لینڈ اس امر پر مصر تھا کہ چارلس باضابطہ بادشاہ تسلیم کئے جانے کے قبل عہد و میثاق کو قبول کرے اور چارلس

پارلیمنٹ کا اسمہ
باقی و فوج

جب تک ضرورت سے سخت مجبور نہ ہو جائے اسے قبول نہیں کرنا چاہتا تھا۔ آئرلینڈ کا خطرہ زیادہ سخت تھا اس لئے بارہ ہزار سپاہیوں کی ایک فوج اس جنگ کو پوری قوت کے ساتھ سرانجام دینے کے لئے علیحدہ کر دی گئی تھی، مگر اصل مشکلات خود اندرون ملک کے مشکلات تھے۔ چارلس کی موت سے شاہی طرفداروں میں ایک نیا جوش پیدا ہو گیا تھا اور کتاب "آئیگون بازیلیکے" کی اشاعت سے اس نئی وفاداری کا جوش اور بھی بڑھ گیا تھا۔ یہ کتاب درحقیقت ایک پریسیرین پادری ڈاکٹر گاڈن کی جدت طبع کا نتیجہ تھی مگر عام یقین یہ تھا کہ بادشاہ نے اسے اپنی قید کے آخری زمانے میں تصنیف کیا ہے۔ اس کتاب میں بڑی ہی خوبی سے اس شاہی "شہید" کی امیدوں، اس کی مصیبتوں اور اس کی پاکبازی کی تصویر کھینچی گئی ہے۔ بناوٹ کے گمان ہی پر نہایت بیدردی سے ڈیوک ہملٹن، لارڈ ہالینڈ اور لارڈ کیپل کو (جو اب تک ظاور میں قید تھے) پھانسی دیدی گئی، مگر عام ناراضی کا اثر خود مجلس سلطنت پر بھی پڑ چکا تھا۔ پہلے اجلاس میں جب ارکان سے کہا گیا کہ وہ بادشاہ کے قتل اور دولت عامہ کے قیام کو درست سمجھنے کا حلف لیں تو اس میں سے اکثر لوگوں نے اس قسم کا حلف اٹھانے سے انکار کر دیا۔ آدھے جموں نے اپنے عہدوں سے کنارہ کیا۔ تمام وظیفہ یاب پادریوں اور سرکاری عمال سے یہ خواہش کی گئی تھی کہ وہ جمہوریت کی وفاداری کا حلف لیں، ان میں سے

ہزاروں نے اس سے انکار کر دیا۔ ماہ مئی کے قبل یہ ہوسکا کہ مجلس سلطنت لندن میں دولت عامہ کا اعلان کر دیتی اور اس وقت بھی اہل شہر اس اعلان سے کدر ہی رہے۔ لیکن فوج کا یہ خیال نہیں تھا کہ وہ ایک خالص فوجی حکومت قائم کر دئے، نہ اسکا یہ منشا تھا کہ معاملات ملک کا انصرام اس مختصر سی جماعت کے ہاتھ میں رہنے دے جو اب تک اپنے کو دارالعوام کہتی تھی، اور جس میں مشکل سے سو رکن تھے اور انکی بھی اوسط حاضری پچاس سے کچھ ہی اوپر ہوتی تھی۔ پرائیڈ کے تنقید کے ذریعہ سے دارالعوام کو ایک سائبر محض بنا دینے سے فوج کے خواب و خیال میں بھی نہ تھا کہ یہی رہے سے ارکان ایک مستقل مجلس کی حیثیت سے قائم رہیں گے۔ درحقیقت اس کے عارضی قیام کے لئے بھی فوج نے یہ شرط لگادی تھی کہ وہ ایک جدید پارلیمنٹ کے لئے ایک مسودہ قانون تیار کرے۔ افسروں کی مجلس نے اس بارے میں جو تجویز پیش کی تھی وہ اس اعتبار سے اب تک دلچسپ سمجھی جاتی ہے کہ زمانہ مابعد میں پارلیمنٹ میں اصلاح کرنے کی کوششیں اسی بنیاد پر کی گئیں۔ اس میں یہ صلاح دی گئی تھی کہ موسم بہار میں پارلیمنٹ برطرف کر دی جائے اور ہر دوسرے سال ایک نئی پارلیمنٹ جمع ہوا کرے جس میں چار سو رکن ہوا کریں اور ان کا انتخاب تمام مکاندار کیا کریں اور شرط ملکیت کی حد ایسی مقرر کی جائے کہ غریب سے غریب آدمی بھی اس میں شامل ہو سکے اور حلقوں کو ازسرنو اس طرح

تقسیم کیا جائے کہ تمام اہم مقامات کو نیابت کا حق حاصل ہو جائے۔
 تنخواہ دار فوجی افسر اور ملکی عہدہ دار انتخاب سے خارج کر دئے
 گئے تھے دارالعوام نے ظاہراً اس تجویز کے موافق ایک مسودہ
 قانون مرتب کرنے کے لئے متواتر بحثیں بھی کیں مگر یہ شبہ پیدا
 ہوتا جاتا تھا کہ فی الحقیقت موجودہ دارالعوام خود اپنی برطرفی
 نہیں چاہتا۔ اس سے ایک عام بدولی پھیل گئی اور جان لبرن
 ایک دلیر و تند مزاج سپاہی اس بدولی کا نفسی نااطق بن گیا۔ فوج
 کے اضطراب نے یکایک مٹی کے مینے میں ایک مہیب بغاوت
 کی صورت اختیار کر لی۔ کراویل نے مجلس سلطنت میں غصے کے
 ساتھ یہ کہا کہ دو تم ان لوگوں کو کاٹ کر رکھ دو ورنہ وہ
 تمہیں کو کاٹ کر رکھ دیں گے، اُس نے پچاس میل تک
 سخت یلغار کر کے نصف شب میں ان باغی رقیبوں کو یکایک
 جالیا اور بغاوت کا خاتمہ کر دیا۔ لیکن کراویل جس طرح بد نظمی کے
 سٹانے میں سمٹتا تھا اسی طرح وہ فوج کے اس مطالبے میں سچے
 دل سے شریک تھا کہ ایک نئی پارلیمنٹ منتخب ہونا چاہئے۔
 اُس کا یہ یقین تھا اور اُس نے باغیوں کے سامنے یہ اقرار
 کیا تھا کہ دارالعوام نے اپنی برطرفی کی تجویز پیش کر دی ہے،
 لیکن خود دارالعوام کے اندر چند مدبروں کا ایک گروہ ایسا
 بن گیا تھا جو بڑی شدت سے اس امر پر اڑا ہوا تھا کہ
 دارالعوام اپنی حالت پر قائم رہے۔ ہنری مارٹن نے حضرت موسیٰ
 کے قصے کے پیرایہ میں دولت عامہ کی ایک پر مذاق تصویر

کھینچی ہے کہ وہ ایک نوزائیدہ اور نازک بچہ ہے اور ”جس
 مان نے اسے جنا ہے اس سے زیادہ کوئی اسکی پرورش
 کا اہل نہیں ہے“ لیکن اسوقت تک پارلیمنٹ نے اپنے
 ارادوں کو پوشیدہ رکھا تھا، اور اگرچہ ایک نئی مجلس نیابتی
 کے قانون کے منظور ہونے میں تاخیر ہو رہی تھی مگر کراسویل
 کو پارلیمنٹ کی طرف سے کچھ زیادہ شک نہیں تھا اس اثنا میں
 آئرلینڈ میں شاہ پرستوں کو مسلسل کامیابیاں حاصل ہونے لگیں
 یہاں تک کہ صرف ڈبلن پارلیمنٹ کی فوج کے ہاتھ میں رہ گیا
 تھا اور مجبوراً کراسویل کو آئرلینڈ جانا پڑا۔

اگست ۱۷۴۹

فتح آئرلینڈ

ایک طرف اسکاتلینڈ سے جنگ کا اندیشہ تھا، دوسری
 طرف ہالینڈ سے بحری تصادم کا اندیشہ تھا ایسی حالت میں
 لازمی تھا کہ آئرلینڈ میں فوج اپنا کام بہت جلد انجام کو
 پہنچا وے۔ کراسویل اور اس کے سپاہیوں کے دل انتقام
 کے جوش سے بھی بھرے ہوئے تھے کیونکہ آئرلینڈ کے
 قتل عام کی نفرت اب تک انگریزوں کے دلوں میں تازہ تھی
 اور اس بغاوت کو بھی اسی قتل عام..... کا سلسلہ
 سمجھا جاتا تھا کراسویل نے اس سر زمین پر پہنچ کر یہ کہا کہ
 ”ہم بیگناہوں کے خون کا مواخذہ کرنے کے لئے آئے ہیں
 اور جو لوگ مسلح ہو کر ہمارے سامنے آئیں گے انہیں سے
 ہم باز پرس کریں گے“ ڈبلن کے ایک حملے نے آرمینڈ
 کے محاصرے کو پہلے ہی توڑ دیا تھا۔ آرمینڈ نے یہ دیکھ کر کہ

نئی فوج کے مقابلے میں وہ بالکل بے بس ہے اس نے اپنی فوج کے بہترین حصے یعنی تین ہزار انگریزوں کو سر آرتھر ایسن کے تحت میں ڈرو جیڈا کے اندر قلعہ بند کر دیا۔ کراویل نے ڈرو جیڈا کو مسخر کر لیا اور اس کے ہڈی ٹاکہ مقابل عام کا سلسلہ یسین سے شروع ہوا۔ قلعہ نشین فوج دیری کے ساتھ لڑی اور پہلے پہلے کو رو کر دیا مگر دوسرے پہلے نے ایسن اور اس کی سپاہ کو مل ماؤنٹ کی طرف ہٹا دیا۔ کراویل اپنے ہیبتناک واسطے میں لکھتا ہے کہ ”وہ ہمارے سپاہی جب اوپر کو چڑھے تو میں نے انہیں یہ حکم دیدیا تھا کہ سب کو تہ تیغ کر ڈالیں، اور اس گہری ہنگامہ میں ان سے یہ بھی کہدیا تھا کہ شہر میں جسے مسلح دیکھیں اُسے زندہ نہ چھوڑیں اور میرا خیال ہے کہ اس رات میں انہوں نے دو ہزار آدمیوں کو قتل کیا ہوگا، کچھ لوگوں نے سنٹ پیٹر کے گرجا میں بھاگ کر پناہ لی، اُسکی نسبت کراویل لکھتا ہے کہ ”میں نے حکم دیا کہ گرجا کے مینار میں آگ لگا دی جائے، اور ایک شخص کو میں نے یہ کہتے ہوئے سنا کہ ”پناہ بخدا میں جلا“ خود گرجا کے اندر ایک ہزار آدمیوں کے قریب قتل ہوئے اور میرا یقین ہے کہ فرائروں میں دو شخصوں کے سوا سب کے سر تن سے جدا ہو گئے تھے، لیکن سپاہیوں کے علاوہ اور لوگوں کے قتل کئے جانے کی یہ ایک مستثنیٰ مثال تھی۔ بعد میں کراویل

نے اپنے دشمنوں سے دعوے کے ساتھ کہا تھا کہ دیرے
 وردو آئرلینڈ کے وقت سے ایک مثال بھی ایسی بتا دو
 کہ کوئی غیر مسلح شخص قتل یا تباہ ہوا ہو یا ملک سے نکالا
 گیا ہو، لیکن طلب اطاعت پر جن سپاہیوں نے اطاعت سے
 انکار کیا ان کے لئے رحم کا کھیں پتہ نہیں تھا۔ سپاہیوں میں
 جو پنج رہے تھے جب وہ فاقہ کشی سے عاجز آکر اطاعت
 پر مجبور ہوئے تو یکھلم تمام افسروں کے سر اڑا دیئے گئے
 اور سپاہیوں میں ہر دسویں شخص کو قتل کیا گیا باقی کو جہاز
 میں سوار کر کے جزائر باریڈوٹ بھیجا گیا، یہ مراسلہ ان
 الفاظ پر ختم ہوتا ہے کہ دو میرا خیال یہ ہے کہ یہ کارروائی
 ان ذلیل وحشیوں کے لئے جنہوں نے بے گناہوں کے
 خون سے اپنے ہاتھ رنگے ہیں، خدا کا ایک منصفانہ حکم
 ہے اور اس سے آئندہ خونریزی رک جائے گی، اس کے
 بعد ڈیری کی خلاصی اور اسٹرکو خاموش کر دینے کے لئے
 ایک دستہ فوج کافی تھا۔ کراویل اب جنوب کی طرف پلٹا،
 وہاں ویگسفوڈ میں ویسا ہی سخت مقابلہ اور ویسا ہی مہیب
 قتل عام ہوا۔ اس کی نئی کامیابی سے وہ ڈارفرڈ میں
 پہنچ گیا، مگر شہر نے پامردی سے مقابلہ کیا۔ ادھر بیماری سے
 فوج کی تعداد کم ہو گئی۔ یہ مشکل کوئی افسر ایسا وہاں ہو گا
 جو بیمار ہوا ہو اور خود سپہ سالار بھی مضمحل ہو گیا تھا۔ آخر
 موسم کی طوفان خیزی نے اسے کارک کے سرمائی فرودگاہ

میں جانے پر مجبور کیا اور اس کا کام نامکمل رہ گیا تمام موسم سرما مضطربانہ حالت میں گزر رہا پارلیمنٹ کا خیال اپنے بطن سے ہونے کی طرف سے یوماً یوماً کم ہوتا جاتا تھا اور اس سے جو بدولی بڑھتی جاتی تھی، پارلیمنٹ نے مطالبہ کے احتساب کو سخت کر کے اُسے روکنا چاہا اور جان لبرن پر بے نتیجہ مقدمہ قائم کر دیا جس کا کچھ حاصل نہواں ریورپورٹ کے جہازوں کی دست برد سے انگریزی تجارت تباہ ہو رہی تھی، اور اسکے جہازات آئرلینڈ میں شاہ پرستوں کو تقویت دینے کے خیال سے اب کنیل میں آکر لنگر انداز ہو گئے تھے۔ مگر وین کی مستعدی سے ایک بیڑہ پھر تیار ہو گیا تھا اور اُس کے مختلف حصے بحرہائے برطانیہ، بحیرہ روم، بحر لیوانٹ کو بھیجے جا رہے تھے۔ کرنل بلیک جس نے دوران جنگ میں ٹائن کی مدافعت میں بڑا نام پیدا کیا تھا ایک بیڑے کا امیر البحر مقرر ہوا اور اُس نے ریورپورٹ کو آئرلینڈ کے ساحل سے ہٹا دیا اور بالآخر اسے ٹیکس میں محصور کر لیا لیکن اہل اسکاٹ لینڈ کے خطرات کے سامنے وین کی ہمت بھی پست ہو گئی ڈین کے سامنے آرمند کی شکست کی خبر سکر نوجوان بادشاہ کی زبان سے یہ الفاظ نکلے تھے کہ ”وہیں جا کر مرنا چاہئے دوسری جگہ زندہ رہنا میرے لئے باعث شرم ہے“ لیکن جب کراہول نے فتح پر فتح حاصل کرنا شروع کی تو آئرلینڈ کی مہم کی طرف سے اس کا جوش سرد پڑ گیا؛ اُس کے جنرلی مقبوضات میں

پارٹس اور
اسکاٹ

صرف جزیرہ جزئی اس کی وفاداری پر مستقل تھا جب آئرلینڈ سے امید منقطع ہو گئی تو اس جزیرے سے چارلس نے اسکاٹلینڈ کے ساتھ پھر ناسہ و پیام شروع کیا، اس میں دوبارہ اسوجہ سے تاخیر ہو گئی کہ مانٹروز نے یہ تجویز کی کہ جس حکومت سے چارلس گفتگو کر رہا تھا خود اس حکومت ہی پر حملہ کرنا چاہئے، لیکن موسم بہار میں مارکوٹس کی ناکامی اور اس کے انتقال کے باعث چارلس کو مجبور ہو کر پریٹین

۱۶۵۰ء کے شرائط قبول کر لینا پڑے، ان معاملات کی خبر پا کر انگلستان کے اکابر بہت سراسیمہ ہو گئے، کیونکہ اسکاٹلینڈ فوج تیار کر رہا تھا اور فیرفیکس اگرچہ اہل اسکاٹلینڈ کے انگلستان پر حملہ کرنے کی صورت میں انگلستان کی محافظت کے لئے آمادہ تھا مگر خود آگے بڑھ کر اسکاٹلینڈ پر حملہ کرنا نہیں چاہتا تھا، مجلس سلطنت نے کراویل کو آئرلینڈ سے واپس طلب کیا، مگر اس پر اضطرار طاری نہیں تھا اور اس نے یہ دیکھ لیا تھا کہ ابھی مغرب میں اپنے کام کے پورا کرنے کے لئے اس کے پاس وقت موجود ہے۔ موسم بہار میں وہ مستعدی کے ساتھ ایک نئی مہم تیار کرنے میں مشغول تھا، اور انگلستان کو وہ اس وقت روانہ ہوا جب اس نے کلائفل کو مسخر کر لیا اور ہیواڈیل کے مجمع اہل آئرلینڈ کو پوری طرح منہدم کر دیا۔ کراویل کے داخلہ لندن کے وقت ایک بہت بڑے مجمع نے زور شور کے ساتھ اس کا استقبال کیا، اور چارلس کے سوا اہل اسکاٹلینڈ پر اترنے کے ایک مہینے بعد

ڈنبار اور
وورسٹر

انگریزی فوج شمال کی طرف روانہ ہو گئی جس وقت اس فوج نے ٹوئیڈ کو عبور کیا ہے اس میں پندرہ ہزار سپاہی تھے، لیکن کرامویل نے آئرلینڈ میں جیسے قتل عام کئے تھے اس سے ہر طرف خوف چھا گیا تھا، جب وہ آگے بڑھا تو تمام ملک ویران ہو چکا تھا اور اُسے اپنی رسد کے لئے صرف اس ^{جولائی ۱۶۵۰ء} بیڑے پر اعتماد کرنا پڑا جو اُس کے برابر برابر ساحل سے لگا ہوا چل رہا تھا۔ ڈیوڈسلی کی فوج کرامویل سے زیادہ تھی مگر اُس نے لڑنے سے انکار کر دیا اور ایڈنبرا اور لیٹہ کے خط پر مضبوطی کے ساتھ جم گیا۔ انگریزی فوج جب اسکی لشکر گاہ سے چکر کھا کر پٹلینڈ کی پہاڑیوں کی طرف بڑھ گئی تو اسکاٹلینڈی فوج نے صرف یہ کیا کہ اپنا رخ بدل دیا۔ کرامویل اب گجرا کر ڈنبار کی طرف پلٹا اور سلی نے اس شہر کی قریب کی پہاڑیوں پر اپنی فوج جمادی اور کابرنپاٹھ پر قبضہ کر کے ساحل کی طرف سے انگریزی فوج کی بازگشت کا راستہ بند کر دیا۔ سلی کا موقع ایسا تھا کہ اس پر حملہ کرنا قریب قریب ناممکن تھا، اوہر کرامویل کے سپاہی بیماری و فاقہ کشی میں مبتلا تھے، اور وہ یہ عزم کر چکا تھا کہ اپنی فوجوں کو جہاز پر سوار کرادے۔ مگر اس اثنا میں شام کی تاریکی میں اس نے دیکھا کہ اسکاٹلینڈ کی لشکر گاہ میں کچھ حرکت پیدا ہو گئی ہے سلی کے عزم و احتیاط پر واغظوں کا جوش غالب آ گیا اور اس کی فوج بندی سے نیچے

اتر کر پھاڑی اور اس پشتے کے درمیان والی نشیبی زمین پر
 قائم ہو گئی جو انگریزی فوج کے سامنے واقع تھا۔ سلی کے
 سوار بقیہ حصہ فوج سے بہت آگے نکل آئے تھے وہ
 مسلح ہموار زمین پر پہنچے ہی تھے کہ کرامویل نے اپنی پوری
 فوج کے ساتھ ان پر حملہ کر دیا سواروں نے جم کر مقابلہ کیا
 مگر آخر ہٹ گئے اور پیادہ فوج جو ان کی مدد کے لئے
 آ رہی تھی اسے بھی ابتری میں ڈال دیا۔ کرامویل نے یہ
 دیکھ کر باواز بلند کہنا شروع کیا کہ "وہ لوگ بھاگے جا رہے
 ہیں، میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ وہ بھاگ رہے ہیں"
 جب کھڑکھڑاہٹ ہو کر آفتاب نکلا تو کرامویل کی زبان سے
 یہ بات نکلا کہ "خدا کے تقاضے اپنا جلوہ دکھائے
 اور اُس کے دشمن تباہ ہوں، جس طرح کمر چھٹ کر صاف
 ہوتی ہے ایسی طرح خدا ان لوگوں کو منتشر کر دیگا، ایک گھنٹہ
 کے اندر اندر کامل فتح حاصل ہو گئی اور اسکالینڈ کی فوج نے
 ہزیمت اٹھائی ان کے دس ہزار آدمی قید ہو گئے اور
 تمام سامان اور توپیں گرفتار ہو گئیں۔ مخالف کی جانب
 تین ہزار قتل ہوئے اور قاتلوں کا برائے نام ہی کچھ
 نقصان ہوا۔ سلی اس صورت سے اڈنبرا پہنچا کہ وہ اپنے فوج
 کا سپہ سالار تھا۔ جنگ ڈنبار کا اثر فوراً ہی پر عظیم کی سلطنتوں
 کے انداز سے محسوس ہونے لگا۔ اسپن نے سلطنت جموریہ
 کے تسلیم کرنے میں عجلت کی اور ہالینڈ نے اس سے اتحاد

کی خواہش ظاہر کی لیکن کراویل کو خود وطن کی روز افزوں بددی کی تشویش لاحق تھی۔ آئرٹن نے عام معافی کا جو مطالبہ کیا تھا، اور پارلیمنٹ کی برطرفی کا جو مسودہ قانون پیش تھا سب معلق تھے، فوج نے عدالتوں کی جس اصلاح پر زور دیا تھا وہ دارالعوام کے قانون پیشہ ارکان کے مزاحم ہونے سے نہ چل سکا۔ کراویل نے دوبارہ سے لکھا تھا کہ "مظلوموں کی داورسی کرو، قیدیوں کی آہ وزاری کو سنو، ہر پیشے کی خرابیوں کی اصلاح کرو، اگر کوئی شخص ایسا ہو جو بہت سے لوگوں کو مفلس کر سکے چند آدمیوں کو دولت مند بنانا چاہتا ہو تو وہ دولت عامہ میں شریک ہونے کی اہلیت نہیں رکھتا، لیکن دارالعوام اس فکر میں تھا کہ کوئی بہت بڑی سیاسی کامیابی حاصل کر کے عام راسے کو اپنے قیام کا موید بنا سکے۔ اس نے حقیقہ طور پر یہ عجیب و غریب تجویز منظور کی کہ انگلستان و ہالینڈ کے درمیان اتحاد قائم کر دے۔ کراویل کی فتح کا فائدہ اٹھا کر اس نے اولیور سنٹ جان کو ایک عالی شان سفارت کی سرکردگی میں ہیگ کو روانہ کر دیا۔ اہل ہالینڈ نے اتفاق باہمی اور عمد نامہ تجارتی کی جو تجویز پیش کی تھی کراویل اسے مسترد کر چکا تھا کہ اس کے بعد ہی اسے معلوم ہوا کہ خود انگلستان کی طرف سے اتحاد کی تجویز پیش ہوئی ہے۔ مگر اب اس تجویز سے خود اہل ہالینڈ نے فوراً ہی انکار کر دیا۔ سفر اخصی میں

ہالینڈ سے قطع تعلق

بھرے ہوئے پارلیمنٹ میں واپس آئے اور انہوں نے اسکاتلینڈ کی صورت معاملات کو اس ناکامی کیوجہ قرار دی کیونکہ چارلس وہاں ایک نئی مہم کی تیاری کر رہا تھا اپنی شمالی مملکت میں آنے کے وقت سے چارلس کو پے در پے ذلتوں کا سامنا ہو رہا تھا، اُس نے عہد و میثاق سے اتفاق کر لیا تھا، وہ پادریوں کے دغظ اور اُن کی لعنت ملامت کو سنا تھا، اس سے ایک اعلان پر دستخط لئے گئے تھے جس میں اُس نے اپنے باپ کے مظالم اور اپنی ماں کی بت پرستی کا اعتراف کیا تھا یہ نوجوان بادشاہ اگرچہ نہایت سخت دل اور بے شرم تھا، مگر اس اعلان پر دستخط کرنے سے کچھ دیر کے لئے وہ بھی رک گیا۔ اس نے چلا کر کہا کہ وہ اس کاغذ پر دستخط کرنے کے بعد میں پھر اپنی ماں کو کیا منہ دکھاؤں گا! مگر آخر اُس نے دستخط کر دئے، لیکن اس وقت تک بھی وہ محض نام کا بادشاہ تھا۔ مجلس سلطنت و فوج سے اسے کوئی تعلق نہ تھا، اُس کے دوستوں کو ملک کی حکومت یا جنگ میں دخل نہیں تھا، لیکن کونبار کی فتح سے اسے فوراً ہی آزادی لگئی۔

گراہویل نے اس فتح کے بعد لکھا تھا کہ مجھے یقین ہے کہ ”اب بادشاہ خود اپنی قوت بازو سے کام لے گا“

لسلی کی ہزیمت سے ارگائل اور اُس کے تنگ خیال پریسبیٹیرین متبعین کو زوال ہو گیا، وہ ٹیوٹک ہیلٹن جو پریسٹن

میں گرفتار ہو گیا تھا اس کا بھائی اور جانشین پھر بادشاہ پرستوں کو شکرگاہ میں لے آیا۔ اور چارلس نے مجلس سلطنت میں شریک ہونے اور اسکون میں تاجپوشی کے لئے اصرار کیا، کراویل اڈنبرا پر حاوی ہو گیا تھا مگر اسٹرنگ پر حملہ کرنے میں ناکام رہا اس لئے وہ جاڑے اور تمام موسم بہار میں اس انتظار میں پڑا رہا، ادھر اس کی مخالف قوم کی فوج آپس کے جھگڑوں سے ابتر ہو رہی تھی، اور زیادہ سخت اہل میثاق، قدیم شاہ پرستوں کی فوج میں واپس آجانے سے بے چین و غصہ کے ساتھ شاہی فوج سے الگ ہوتے جاتے تھے، موسم گرما میں پھر سلسلہ جنگ شروع ہوا اور سلی نے پھر وہی محفوظ مقامات پر قابض ہونے کا طریقہ اختیار کیا۔ کراویل نے دیکھا کہ وہ اہل اسکاتلینڈ کے اسٹرنگ کی شکرگاہ پر حملہ نہیں کر سکتا اس لئے اس نے جنوب کی سڑک کو بالکل کھلا چھوڑ دیا اور خود صوبہ فائف میں چلا گیا۔ یہ پال کارگر ثابت ہوئی اور سلی کے مشوروں کے برخلاف چارلس، انگلستان پر حملہ کرنے پر آمادہ ہو گیا، اور بہت جلد پوری سرعت کے ساتھ لینکا شاٹر کے اندر سے گزر کر سیورن پر بڑھ گیا۔ انگریزی سواریمبرٹ کی ماتحتی میں اس کے عقب میں لگے ہوئے تھے، اور انگریزی پیادہ سپاہ یارک اور کوئٹری سے ہو کر بزودی تمام لندن کی شاہ راہ کے بند کرنے

دور سطر
۳ ستمبر ۱۶۵۱ء

کے لئے بڑھ رہی تھی پارلیمنٹ کے پر غضب خون کا کراویل نے یہ جواب دیا کہ ”و جہاں تک ہماری سمجھ میں آیا ہم نے اچھا ہی کیا، ہم یہ جانتے تھے کہ اگر اس وقت اس معاملے کا کچھ فیصلہ نہوا تو دوسرا موسم سرما بھی جنگ میں گزارنا پڑیگا“

کوئٹری میں اسے چارلس کے موقع کا حال معلوم ہوا، اور وہ ایوشم کی طرف سے چکر کھاتا ہوا دور سطر پر جا پڑا، جہاں شاہ اسکاتلینڈ خیمہ زن تھا اس نے اپنی آدمی فوج کو دریا کے پار اتار کر شہر کے دونوں طرف سے حملہ کر دیا، یہ حملہ فتح ڈنبار کی ساگرہ کے روز ہوا تھا کراویل رات خاص فوج کے اگلے حصہ کا رہبر بنا اور اس نے سب سے پہلے دشمن کی زمین پر قدم رکھا، چارلس جب گر جا کے مینار سے اتر کر مشرقی حصہ فوج میں آکر شامل ہوا تو کراویل عجلت کے ساتھ دریائے سیورن سے پار ہو گیا اور بہت جلد آتشبازی کے اندر سے گزر گیا کراویل نے پارلیمنٹ میں کہا کہ ”چار پانچ گھنٹے تک یہ جنگ ایسی سخت ہوئی کہ میں نے ایسی سخت جنگ کبھی نہیں دیکھی تھی“ اہل اسکاتلینڈ ہار جانے کے بعد شہر میں گھس گئے، پناہ کے وعدہ پر بھی انہوں نے گولیاں برسانا بند نہ کیں۔ جب اچھی طرح رات ہو گئی اس وقت یہ جنگ ختم ہوئی فاتحین کا نقصان حسب معمول برائے نام ہوا تھا۔ مفتوحین کے چھ ہزار آدمی کاسم آئے اور ان کا تمام سامان اور توپ خانہ

ضایع ہو گیا، تسلی بھی قیدیوں میں داخل تھا۔ چارلس میدان جنگ سے بھاگ نکلا، اور مہینوں کی باور پیمائی کے بعد فرانس پہنچا۔ کراسویل نے سنجیدگی کے ساتھ پارلیمنٹ سے کہا کہ جنگ ہالینڈ واجب بادشاہ مرچکا ہے اور اس کے بیٹے کو شکست ہو چکی ہے میں اسے ضروری سمجھتا ہوں کہ ایک معقول بندوبست ہو جائے، لیکن جنگ تیسری کے بعد جو انتظام تجویز ہوا تھا، جنگ وورسٹر کے بعد بھی اس کا کہیں پتہ نہیں تھا۔ موجودہ پارلیمنٹ کی برطانی کے مسودہ کی منظوری پر کراسویل نے بذات خاص زور دیا۔ پھر بھی اس کی منظوری صرف دو ریلوں کی زیادتی سے ہوئی۔ اور یہ کامیابی بھی اس قرار داد کی وجہ سے ہوئی کہ موجودہ پارلیمنٹ کی سبقتیں برس اور بڑھا دی گئی۔ اندرونی معاملات بالکل معطل ہو گئے تھے۔ پارلیمنٹ نے قانونی و مذہبی اصطلاحات وغیرہ کے لئے کمیٹیاں مقرر کیں مگر عملاً کچھ نہیں ہوا، جنگ کی ابتری سے جو کثیر التعداد کام پارلیمنٹ کے پاس جمع ہو گئے تھے، انہوں نے اسے پریشان کر دیا تھا، جائداد اور املاک کی ضابطیاں، عارضی قبضے، ملکی و فوجی عہدوں کے تقررات، عرض سلطنت کا تمام نظم و نسق، پارلیمنٹ کو کرنا پڑا تھا۔ ایسے وقت بھی آئے جب پارلیمنٹ کو یہ حکم دینا پڑا کہ کئی کئی ہفتے تک ذاتی امور نہ پیش ہوں تاکہ امور عامہ کی کارروائی کچھ آگے بڑھ سکے۔ اس طریق عمل سے جس بدنامی کا پیدا ہونا لازمی

تھا، ان سے اس ابتری و پریشانی میں اور اضافہ ہو گیا تھا۔ پارلیمنٹ کے ارکان پر تعلب و رشوت ستانی کے الزامات کی بھرمار ہو رہی تھی، اور ہیسلرگ کے سے بعض لوگوں پر واقعی یہ الزام تھا کہ انہوں نے اپنے اختیارات کو اپنے ذاتی نفع کے لئے استعمال کیا ہے۔ جیسا فوج کا خیال تھا، اس کا ایک ہی علاج تھا کہ قدیم پارلیمنٹ کے اس بقیہ حصے کے بجائے ایک جدید و کامل پارلیمنٹ قائم کی جائے، لیکن پارلیمنٹ خود اس کارروائی کو روکنا چاہتی تھی۔ وین نے اس میں ایک نئی مستعدی پیدا کر دی تھی۔ اس نے قانون معافی عام کو پندرہ مرتبہ رائے لینے کے بعد منظور کر لیا سٹیوہیل کے تحت میں ایک مجلس عظمیٰ (یعنی تمام ارکان و اراکین کی کمیٹی) قانون کی اصلاح پر غور کرنے کے لئے مقرر ہوئی۔ اسکاٹ لینڈ کے ساتھ اتحاد پیدا کرنے کی کوشش پر بہت زور دیا گیا۔ آٹھ انگریزی کمشنروں نے اسکاٹ لینڈ کے صوبجات و قصبات کے قائم مقاموں کی ایک عارضی مجلس، آڈنبرا میں منعقد کی اور باوجود سخت مخالفت کے اس تجویز کے موافق رائے حاصل کر لی۔ اس اتحاد کو قانونی شکل میں لانے کے لئے ایک مسودہ قانون پیش کیا گیا اور دوسری پارلیمنٹ میں اسکاٹ لینڈ کے قائم مقام بھی شامل کئے گئے لیکن وین کے حصول اغراض کے لئے یہ ضروری تھا کہ محض پارلیمنٹ کی مستعدی ہی کا اظہار نہ ہو بلکہ فوج کے

پارلیمنٹ کی
مستعدی
۱۶۵۲

اثر سے بھی وہ آزاد ہو جائے۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ ایک بیڑہ ایسا تیار کیا جائے جو پارلیمنٹ کا جان نثار ہو اور سمندر پر غلیم الشان فتوحات حاصل کرے ڈنبار اور وارنٹر کی شان و شوکت کو ماند کر دے۔ اس مقصد سے ویدہ و دانستہ ہالینڈ کے ساتھ مخاصمت پیدا کی جا رہی تھی۔ ایک قانون جنگ ہالینڈ کے جہاز رانی، منظور ہوا کہ سوائے اس ملک کے جہاز کے جہاں کا مال ہو کسی غیر ملک کے جہاز میں کوئی مال انگلستان میں نہ آوے۔ اس سے اہل ہالینڈ کی جہاز رانی کو سخت نقصان پہنچا کیونکہ اس ذریعہ سے وہ بہت بڑی دولت پیدا کرتے تھے۔ ایک نئی بحث یہ پیدا ہو گئی کہ روڈبار کے اندر جس قدر جہاز آویں سب انگلستان کی سلامی آتاریں۔ ڈور کے سامنے دونوں بیڑوں کا آنا سامنا ہو گیا اور بلیک نے یہ مطالبہ کیا کہ ہالینڈ کے جہاز اپنے جھنڈے نیچے کر لیں۔ اس کے جواب میں ہالینڈ کے امیر البحر کانٹراپ نے اپنی تمام توپوں کو فیر کا حکم دے دیا۔ ہالینڈ کی مجلس عامہ (پارلیمنٹ) نے اسے ایک سوء اتفاق قرار دیا اور کانٹراپ کو واپس بلا لینے کا وعدہ کر لیا مگر اس گفت و شنود کے ہر قدم پر انگریزوں کے مطالبات بڑھتے جاتے تھے یہاں تک کہ جنگ ناگزیر ہو گئی۔ فوج کی برطرفی کے لئے مسودہ قانون پیش ہوا مگر پارلیمنٹ کے نئے طرز عمل کے سمجھنے کے لئے فوج کو اس انتباہ کی ضرورت نہ تھی۔

یہ ظاہر تھا کہ جس وقت پارلیمنٹ نے خود اپنی برطانی کا قانون منظور کیا تھا، اُس نے نئی پارلیمنٹ کے اجتماع کیلئے کوئی تجویز نہیں قرار دی تھی۔ ہالینڈ کے ساتھ اعلان جنگ ہوتے ہی، فوج نے خاموشی کی اس روش کو ترک کر دیا جو اس نے دولت عامہ کے شروع ہونے کے وقت سے اختیار کر رکھی تھی اور صرف کلیسا و سلطنت کی اصلاح ہی کی درخواست نہیں کی بلکہ یہ بھی درخواست کی کہ دارالعوام صاف الفاظ میں یہ اعلان کر دے کہ وہ جلد اپنا کام ختم کر دینگا۔ اس درخواست سے مجبور ہو کر دارالعوام نے ایک نیا جدید مجلس نیابتی " کے مسودہ قانون پر بحث کی مگر اس بحث کے دوران میں موجودہ ارکان نے اپنا یہ عزم بھی ظاہر کر دیا کہ وہ بغیر انتخاب کے آئندہ پارلیمنٹ میں شامل رہیں گے۔ اس دعویٰ سے افسران فوج کبیدہ ہو گئے اور انہوں نے پے درپے مشورے کر کے یہ مطالبہ کیا کہ دارالعوام فوراً برطرف کر دیا جائے۔ دارالعوام بھی ایسی ہی ہٹ کے ساتھ اس سے انکار کرتا رہا۔ کرامویل نے ان پر تہنید الفاظ میں فوج کے مطالبہ کی تائید کی کہ وہ فوج موجودہ پارلیمنٹ کے ارکان سے متنفر ہوتی جا رہی ہے، کاش اُس کے ایسا کرنے کے وجوہ اسقدر قوی نہ ہوتے، اُس نے کہا کہ "اس بددلی کے لئے صحیح وجہ موجود ہے۔ مکانات و اراضی کے حاصل کرنے میں ارکان

جیسی خود غرضانہ حرص سے کام لے رہے ہیں، ان میں سے اکثر جس قسم کی نفرت انگیز زندگی بسر کرتے ہیں، ججوں کی حیثیت میں ان سے جو طرفداریاں ظاہر ہوتی ہیں، ذاتی اغراض کے لئے عدالت کی معمولی کارروائیوں میں جس طرح دخل دیا جاتا ہے، قانون کی اصلاح میں جو تاخیر ہو رہی ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ اپنے کو دائمی رکن بنانے کے جو خیالات ظاہر کر رہے ہیں، یہ سب امور باعث نفرت و بددلی ہو رہے ہیں، آخر میں اس نے اپنے جاوی خیال کو پیش نظر رکھ کر یہ بھی کہہ دیا کہ لا اس قسم کے لوگوں سے کیا توقع ہو سکتی ہے کہ وہ قوم کے معاملات کا بندوبست کریں گے۔“

پارلیمنٹ کے حصہ
مابقی کا استخراج

واقعات جنگ کے باعث کچھ دنوں کے لئے یہ نازک موقع ٹل گیا۔ ایک خوفناک طوفان کی وجہ سے جزائر آرکنیز کے قریب دو لڑائی بیڑے ایک دوسرے پر حملہ کرتے کرتے رھ گئے۔ ڈی ریوٹر اور بلیک پھم رووبار میں آکر ایک دوسرے کے مقابل ہو گئے اور ایک سخت جنگ کے بعد ہالینڈ کے جہازات نے رات کی تاریکی میں راہ فرار اختیار کی۔ اسپین کے زوال کے بعد سے ہالینڈ کی بحری قوت دنیا میں سب سے بڑھی ہوئی تھی، اور اس ابتدائی شکست سے فوج کا جوش مردانگی بہت بڑھ گیا۔ بیڑے کو قوی کرنے کے لئے بے انتہا کوششیں کی گئیں اور آزمودہ کار ٹراسپ پٹر امیر البحر مقرر ہوا۔

وہ تینتر جنگی جہازوں کو لئے ہوئے رودبار میں نمودار ہوا۔
 بلیک کے جہازوں کی تعداد اس سے نصف تھی مگر بلیک
 نے فوراً ہی اعلان جنگ کو قبول کر لیا اور یہ غیر مساویانہ
 جنگ شدت کے ساتھ رات تک جاری رہی۔ رات کے وقت
 انگریزی جہازات بحال تباہ ٹیمز میں واپس آگئے۔ ٹرامپ نے
 اپنے مستول کے سرے پر ایک جھاڑو باندھ کر رودبار میں
 فاتحانہ گشت لگائی، اپنے مورد عنایت بیڑہ کی اس شکست
 سے دارالعوام کا حوصلہ پست ہو گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ دونوں
 فریقوں میں کچھ سمجھوتا ہو گیا تھا کیونکہ نئی مجلس نیابتی کا مسودہ
 قانون پھر پیش ہو گیا اور پارلیمنٹ نے یہ منظور کر لیا کہ وہ
 آئندہ نومبر میں برطرف ہو جائے گی۔ کرامویل نے اس کے
 عوض میں فوج کے گھٹانے کے متعلق کچھ مخالفت نہیں کی،
 لیکن قسمت کے بدلنے سے دارالعوام کی ہمت پھر بڑھ گئی۔
 بلیک کی سرگرم کوششوں نے اسے چند ہی مہینے کے اندر اندر
 اس قابل بنا دیا کہ وہ پھر سمندر میں روانہ ہو جائے۔ چار روز
 تک جہازات اچلتے جاتے تھے اور جنگ ہو رہی تھی۔ آخر
 انگریزوں کی فتح پر اس جنگ کا خاتمہ ہوا مگر ٹرامپ اپنی
 بحری قابلیت کے باعث اپنے زیر حفاظت مال و اسباب کے
 جہازات کو بچالے گیا۔ دارالعوام نے فوراً ہی اپنی قوت
 کے قائم رکھنے پر اصرار شروع کر دیا۔ اس مرتبہ انہوں نے
 صرف یہی نہیں چاہا کہ موجودہ اراکین نئی پارلیمنٹ میں قائم رہیں

اور جن جگہوں کے وہ قائم مقام ہیں ان میں نئے انتخابات ہوں بلکہ انہوں نے یہ بھی قرار دیا کہ وہ بطور نظر ثانی ہر انتخاب کی صحت کی جانچ کریں گے اور یہ بھی دیکھیں گے کہ منتخب شدہ رکن دارالعوام کے رکن ہونے کی قابلیت رکھتا ہے یا نہیں۔ دارالعوام کے سرگروہوں اور فوج کے افسروں کے درمیان مشورے کی ایک مجلس منعقد ہوئی۔ افسروں نے استقلال کے ساتھ صرف یہی مطالبہ نہیں کیا کہ یہ وفقات خارج کر دے جائیں بلکہ انہوں نے یہ بھی کہا کہ پارلیمنٹ فوراً برطرف ہو جائے اور نئے انتخابات کا انضمام مجلس سلطنت کے سپرد کر دے۔ ہیسٹرگ نے اس کا یہ ونداں شکن جواب دیا کہ لاہماری ذمہ داری کسی دوسرے کی طرف منتقل نہیں ہو سکتی۔ مجلس مشورہ اس شرط کے ساتھ دوسری صبح تک کے لئے ملتوی ہوئی کہ اس درمیان میں کوئی قطعی کارروائی نہ کی جائے۔ مگر مجلس جب دوبارہ جمع ہوئی تو اس کے سرگروہ اراکین غیر حاضر تھے اور اس سے اس خبر کی تصدیق ہو گئی کہ وین دارالعوام پر یہ زور دیا ہے کہ نئی مجلس نیابتی کا قانون جلد سے جلد منظور کر لیا جائے، گرامول غصے سے چلا اٹھا کہ لاہم معمولی ایکانڈاری کے بھی خلاف ہے، وہائٹ ہال سے شکر اس نے قراہین برداروں کی ایک جماعت اپنے ساتھ لی اور ان سے کہا کہ دارالعوام کے دروازے تک اسکے ساتھ

چلیں۔ وہ خاموشی کے ساتھ اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ اُس وقت وہ معمولی سفید لباس اور سفید اونی موزے پہنے ہوئے تھا۔ وہ بیٹھا ہوا دین کے پر جوش دلائل کو سنتا رہا، اور اپنے قریب بیٹھے ہوئے سینیٹ جان سے کہا کہ میں اس وقت جس کام کے لئے آیا ہوں اُس سے دل کو سخت صدمہ ہے۔ وہ کچھ دیر اور خاموش رہا یہاں تک کہ دین نے دارالعوام پر یہ زور دیا کہ وہ رسی ضوابط کو ترک کر کے اس مسودہ کو فوراً منظور کر لے۔ اُس وقت کراویل نے ہیرسن سے کہا کہ اب وقت آ گیا ہے، ہیرسن نے جواب دیا کہ لا اچھی طرح سوچ لیجئے یہ نہایت ہی خطرناک کام ہے۔ لا اس پر کراویل اور پاؤ گھنٹے تک تقریریں سنا گیا۔ آخر جب یہ سوال ہوا کہ لا یہ مسودہ قانون منظور ہوتا ہے، اس وقت وہ اٹھا اور اُس نے خلاف معمول زور کے ساتھ پارلیمنٹ پر نا انصافی، خود غرضی اور تاخیر کے پرانے الزامات لگائے۔ اور آخر میں کہا کہ لا اب تمہارا وقت آ گیا ہے، خدا نے تمہارا خاتمہ کر دیا، بہت سے ارکان غصے میں بھرے ہوئے اعتراض کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے مگر کراویل نے جواب دیا کہ لا بس رہنے دیجئے ایسی باتیں بہت ہو چکی ہیں بلا کرے کے وسط میں جا کر اُس نے اپنی ٹوپی سر پر رکھی اور یہ الفاظ اُس کے زبان سے نکلے کہ لا میں تم لوگوں کی اس بک بک کا خاتمہ

۳۰-اپریل
۱۶۵۲

پارلیمنٹ خارج
کردی گئی

کئے دیتا ہوں۔ اُس کے بعد جو شور و غل مچا اس میں
 کراویل کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ "تمہارا اب ذرا
 دیر کے لئے بھی یہاں بیٹھنا مناسب نہیں ہے، تم اپنے
 سے بہتر آدمیوں کے لئے جگہ خالی کرو۔ تم لوگ اب
 پارلیمنٹ ہی نہیں رہو۔ اُس کے اشارے پر تیس سپاہی
 قرابینیں لئے ہوئے اندر آگئے اور بچاس ارکان جو
 وہاں موجود تھے سب دروازے پر جمع ہو گئے۔ ونورٹھ
 جب کراویل کے پاس سے ہو کر گزرا تو کراویل نے اُسپر
 بدست کا آوازہ کیا، مارٹن پر اس سے بھی سخت طنز
 کی۔ وین آفریک بیخون رہا۔ اُس نے کراویل سے کہا
 کہ تمہارا یہ کام حق و عزت کے بالکل خلاف ہے۔"
 کراویل اُس کی چالبازی سے سخت افرختہ تھا اُس نے
 بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا کہ "اٹھا! سرہمیری وین اگر
 آپ چاہتے تو یہ جو کچھ ہوا، نہ ہوتا، مگر آپ تو ایک
 بازیگر ہیں، راست بازی کا آپ میں نام تک نہیں ہے،
 خدا مجھے سرہمیری وین سے پناہ میں رکھے، صدر دارالعوام
 نے اپنی جگہ سے ہٹنے سے انکار کر دیا، اس پر ہیرسین
 نے کہا کہ "میں آپ کی مدد کر کے آپ کو نیچے اتارے
 دیتا ہوں، کراویل نے صدر کے عصا کو میز پر سے
 اٹھا کر کہا کہ "اس بازیچہ کو میں کیا کروں گا۔ اُسے بھی
 لیتے جاؤ۔ آخر کار دارالعوام کا دروازہ مقفل کر دیا گیا اور

پارلیمنٹ کے منتشر ہونے کے چند گھنٹے بعد اس کی کارکن
 کمیٹی یعنی مجلس سلطنت بھی منتشر کر دی گئی۔ گراویوں نے
 خود ارکان مجلس کو بلا کر کہا کہ وہ الگ ہو جائیں۔ صدر مجلس
 جان براڈشا نے جواب دیا کہ ہم سن چکے ہیں کہ آپ نے
 آج صبح دارالعوام میں کیا کیا ہے اور چند گھنٹوں کے
 اندر تمام انگلستان اسے سن لیا، لیکن اگر آپ یہ سمجھتے
 ہیں کہ پارلیمنٹ بند ہوگئی تو آپ غلطی میں ہیں، یقین رکھئے
 کہ خود پارلیمنٹ کے سوا دنیا میں کوئی اور طاقت ایسی
 نہیں ہے جو اسے برطرف کر دے۔

سند

طریقہ پیورینی کا زوال

۱۹۵۳ — ۱۹۶۰

{ اسناد۔ جن کتابوں کا سابق میں ذکر ہو چکا ہے ان میں اکثر اس جزو کے لئے بھی کارآمد ہیں مگر اس دور کی اصلی تاریخی کیفیت کراویل کی ان یادگار زمانہ تقریروں سے واضح ہوتی ہے جنہیں کارلائل نے کراویل کے "خطوں اور تقریروں" کی جلد ثالث میں جمع کیا ہے۔ محفلو کے مجموعہ سرکاری کاغذات سے مستند تحریروں کا ایک بڑا ذخیرہ ہیا ہو جاتا ہے۔ پروکٹر (محاظہ سلطنت) کی دوسری پارلیمنٹ کی بابت برٹن کا روزنامہ موجود ہے۔ جت شاہی کے متعلق ایم۔ گیزو کی تصنیف "رچرڈ کراویل و جت شاہی" (Richard Cromwell & the restoration) (

لڈو کا "تذکرہ" بیگٹر کی خود اپنی سوانح عمری اور خود کیرنڈن کا تفصیلی و مستند ذاتی بیان سب کارآمد ہیں۔ }

پارلیمنٹ اور مجلس شاہی کے منتشر ہو جانے کے بعد انگلستان میں کوئی حکومت باقی نہیں رہی تھی کیونکہ ہر عہدہ دار

پیورینوں کی
عارضی مجلس کی

کے اختیار کا اسی جماعت کے ساتھ خاتمہ ہو گیا جس نے اسے اختیار دئے تھے مگر کرامویل نے بہ حیثیت سپہ دار اعظم اپنا یہ فرض سمجھا کہ امن عامہ کا قائم رکھنا اس پر لازم ہے۔ تاہم انصاف کی بات یہ ہے کہ فوج یا اس کے سپہ سالار کے کسی فعل سے یہ نہیں ثابت ہو سکتا کہ انہیں کسی قسم کی فوجی خود مختارانہ حکومت قائم کرنے کا خیال تھا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنے فعل کو کسی نوع سے کوئی انقلابی کام نہیں سمجھتے تھے۔ بیشک ان کی کارروائی ضابطہ کے رو سے صحیح نہیں قرار دیا جاسکتی تھی مگر دولت عامہ کے قائم ہونے کے بعد سے اس وقت تک انہوں نے جو کچھ کیا تھا اس کا حاصل یہی تھا کہ ملک کے حقوق نیابت و حکومت اختیاری سے کام لیا جائے۔ رائے عامہ بھی صاف طور پر فوج کے اس مطالبہ کے موافق تھی کہ قائم مقامان ملک کی ایک مکمل و موثر جماعت قائم کی جائے اور اس تحویز کے سب خلاف تھے کہ پارلیمنٹ سابق کے باقی ارکان نصف انگلستان کو اس کے حق انتخاب سے محروم کر دیں۔ جس جب اس غلط کاری کے روکنے کا کوئی اور ذریعہ باقی نہیں رہا اس وقت سپاہیوں نے یہ کیا کہ ان خطا کاروں کو ایوان پارلیمنٹ سے نکال دیا۔ کرامویل نے جب ارکان کو ایوان دارالعوام سے باہر نکالا ہے اس وقت اس نے یہ کہا تھا کہ تمہاری ہی وجہ سے مجبور ہو کر میں نے یہ کام کیا ہے۔ ورنہ میں نے شب و روز خدا سے دعا کی ہے کہ مجھے یہ کام لینے کے بجائے مجھے موت عطا کرے۔ اس کارروائی

سے ارکان دارالعوام پر زیادتی ضرور ہوئی مگر اس سے ایک ایسی کارروائی کا روکنا مقصود تھا جس سے کل قوم کے آئینی حقوق تلف ہو جائے تھے۔ حق یہ ہے کہ معاملات عامہ کی حالت موجودہ سے ملک کے ہر گوشے میں لوگ دل برداشتہ ہو گئے تھے۔ اور ارکان کے اخراج پر عام طمانیت نے ہر تصدیق رگادی تھی برسوں بعد "مخاطب سلطنت" نے یہ کہا تھا کہ ان کے خارج کئے جانے پر ایک کتے تک کو بھونکتے نہیں سنا۔ ایک اندیشہ یہ پیدا ہو گیا تھا کہ مبادا اور جگہ بھی زور شمشیر کا استعمال اسی طرح پر کیا جائے مگر افسروں کے ایک اعلان سے یہ اندیشہ ایک بڑی حد تک رفع ہو گیا۔ اس اعلان میں یہ ظاہر کیا گیا تھا کہ "انہیں خود یہ فکر ہے کہ ایک دن کے لئے بھی اختیارات کو اپنے ہاتھ میں نہ رکھیں۔ ان اختیارات کو فوجی اثر میں آنے دیں" اس کے ساتھ ہی یہ وعدہ کیا گیا تھا کہ "مسلمہ قابلیت و دیانت کے لوگوں کی ایک حکومت مرتب کی جائے گی" اور ایک عارضی مجلس سلطنت کی نامزدگی سے ایک حد تک اس وعدے کو پورا بھی کیا گیا۔ اس مجلس میں آٹھ فوجی اور چار ملکی اعلیٰ عہدہ دار شامل تھے اور کرامویل ان کا صدر تھا۔ وینا سے بھی اس میں شرکت کے لئے کہا گیا مگر اس نے قبول نہ کیا۔ یہ صاف ظاہر تھا کہ اس قسم کی جماعت کا پہلا کام یہ ہونا چاہئے تھا کہ وہ ایک نئی پارلیمنٹ طلب کرے اور اپنی امانت اس کے سپرد کرے لیکن پارلیمنٹ کی اصلاح کے متعلق جو مسودہ قانون

میش تھا وہ پارلیمنٹ کے اخراج کے ساتھ باطل ہو گیا، اور مجلس پرانی تقیم
 حلقہ چات کے موافق پارلیمنٹ کا طلب کرنا پسند نہیں کرتی تھی مگر اسکے
 ساتھ ہی وہ اس سے بھی سمجھتی تھی کہ وہ خود اپنے اختیار سے ایسے
 ہم اصولی تفسیر کی ذمہ داری اپنے سر لے لے اسی و شوری کی وجہ سے یہ صورت اختیار
 کی گئی کہ نظام سلطنت کی تجدید کیلئے ایک عارضی مجلس ملکی طلب کی جائے کہ امریکہ نے کئی
 برس بعد اس بدعت مجلس کا قصہ نہایت دلنشین صفائی کے ساتھ
 یوں بیان کیا تھا کہ "میں اپنی کمزوری و بیوقوفی کا ایک قصہ
 سناتا ہوں اور یہ اعتراف کرتا ہوں کہ یہ میری ہی سادہ لوحی
 کا نتیجہ تھا۔ اس وقت یہ خیال کیا جاتا تھا کہ جو لوگ ہمارے
 ہم رائے ہیں اور لڑائیوں میں ساتھ لڑنے کی وجہ سے سب
 یکدل ہیں وہ بالیقین معاملات کو صحیح طور پر سمجھنے اور حسب خواہش
 کام کرنے کے تمام لوگ وثوق کے ساتھ یہی سمجھتے تھے اور میرا بھی
 یہی خیال تھا مگر الزام سب سے زیادہ مجھی پر ہے" مجلس سلطنت
 نے جماعتی کلیساؤں کی بنائی ہوئی فہرست سے چن کر ایک سو
 چہتر "وقادار" خدائیں بے طمع لوگوں کا انتخاب کیا تھا ان میں
 زیادہ تر ایشلی کوپر کے نامہ اعلیٰ خاندان و صاحب جائیداد اشخاص تھے
 اور اہل قصبات کا تناسب وہی تھا جو سابقہ پارلیمنٹوں میں تھا ان
 اہل قصبات میں ایک تاجر چرم پریمز گاڈ بیربونز نامی تھا اس کے
 نام سے لوگوں نے مزاحاً اس جماعت کا نام بھی بیربونز پارلیمنٹ
 رکھ دیا مگر جن حالات میں اس پارلیمنٹ کے ارکان کا انتخاب ہوا تھا
 ان کا اثر ان کی طبیعتوں پر بہت برا پڑا۔ ان کے اجتماع کا

بیربونز پارلیمنٹ
 والی ۱۶۵۳ء

خیر مقدم کرتے ہوئے کراچی تک اپنی فصیح البیانی کے زور میں عجب جوش میں آ گیا تھا اس نے کہا کہ قوم کو یقین کر لینا چاہئے کہ جس طرح خدا ترس لوگوں نے لڑ کر انہیں شاہی غلامی سے نجات دلائی ہے اسی طرح اب یہ خدا ترس اشخاص خوفِ خدا کے ساتھ ان پر حکومت کریں گے۔ تم لوگ اپنے طلب کئے جانے پر شکر گزار ہو کیونکہ یہ طلبِ خدا کی جانب سے ہے۔ اور حقیقت یہ حیرت انگیز امر ہے اور پہلے سے اس کی کوئی تجویز نہیں ہوئی تھی۔ کبھی اس سے قبل کوئی اعلیٰ طاقت ایسی نہیں ہوئی ہے جو اس درجہ خدا کی ماننے والی ہو اور جسے خود خدا اس درجہ دوست رکھتا ہو۔ مجلس نے اپنی عارضی کارروائیوں میں اس سے بھی زیادہ جوش کا اظہار کیا۔ کراچی اور مجلس سلطنت نے اپنے اختیارات سے تفویض کر دئے تھے اور اس لئے ملک میں یہی ایک اعلیٰ طاقت ہو گئی تھی۔ لیکن جس حکم کے ذریعہ سے یہ عارضی مجلس ملکی طلب کی گئی تھی اس میں یہ شرط لگادی گئی تھی کہ وہ پندرہ ماہ کے اندر اپنے اختیارات ایک دوسری مجلس کو سپرد کر دیں جو اس کی ہدایات کے موافق منتخب ہوئی ہو۔ اور حقیقت اس مجلس کا کام ایک ایسے نظام کا مرتب کرنا تھا جس سے حقیقی قومی بنیاد پر ایک پارلیمنٹ کے لئے راستہ صاف ہو جائے۔ لیکن اس عارضی مجلس نے اپنے فرض کے نہایت وسیع معنی لئے اور دلیرانہ تمام نظام سلطنت کی اصلاح کا کام شروع کر دیا۔ کلیسا اور قوم کی ضروریات پر غور کرنے

کے لئے کمیٹیاں مقرر ہو گئیں۔ کفایت شعاری و ویانت داری کا جو خیال اس مجلس پر غالب تھا اس کا اظہار اس طرح ہوا کہ سرکاری عمال پر جو کثیر رقم صرف ہو رہی تھی اور محصولوں میں جو غیر مساوات جاری تھی انکی اصلاح کی گئی۔ اس نے حیرت انگیز قوت کے ساتھ بہت سی ایسی اصلاحوں کا کام شروع کر دیا جن کے لئے انگلستان کو زمانہ حال تک انتظار کرنا

مجلس عارضی کے کام

پڑا ہے۔ "لانگ پارلیمنٹ" کورٹ آف چیمبری (عدالت حق رہی) میں (جہاں تیس ہزار مقدمات غیر متفصل پڑے ہوئے تھے) کسی قسم کی اصلاح کرنے سے گریز کرتی رہی تھی مگر اس مجلس عارضی نے اس کی بھی موقوفی کی تجویز کر دی۔ لانگ پارلیمنٹ کے زمانے میں یہ سرکردگی مستحقیقاً ایک کام یہ شروع ہوا تھا کہ تمام قوانین کو ایک ضابطے کی صورت میں مرتب کر دیا جائے، اس کام کے انجام کو پہنچانے پر اب پھر زور دیا گیا۔ قانون پیشہ طبقہ ایسی دلیرانہ کارروائیوں سے متوحش ہو گیا اور اس تو حش میں پادری بھی اس کے ساتھ شریک ہو گئے کیونکہ پادریوں کو یہ اندیشہ تھا کہ وارث مذہبی سے خارج شادیوں کے تسلیم کئے جانے اور عشر کے بجائے اپنی مرضی کے موافق چندہ دینے کی تجویز سے ان کی دولت و ثروت آفت میں پڑ جائیگی۔ صاحب جائداد اشخاص بھی اس تجویز کے مخالف ہو گئے کہ تقررات کے اختیارات حلقہ مذہبی کے باہر والے لوگوں سے نکال لئے جائیں۔ مجلس عارضی اس کی موید تھی مگر زمینداروں کا گروہ یہ سمجھتا تھا کہ یہ آئندہ کی

ضبطی کا پیش خیمہ ہے۔ اس مجلس پر جسے طنزاً "بیرپونز پارلیمنٹ" کہا جاتا تھا، یہ الزام لگایا تھا کہ وہ اس فکر میں ہے کہ جائداد، کلیسا اور قانون کو بالکل برباد کر دے، علوم سے اسے دشمنی ہے، اور وہ کورانہ و جاہلانہ خبط میں مبتلا ہو گئی ہے۔ اس کی کارروائیوں کے متعلق جو عام بھینپی پیدا ہو گئی تھی کرامویل بھی اس میں شریک تھا۔ کرامویل کی طبیعت مدبروں کی سی نہیں بلکہ منتظموں کی سی تھی، وہ خیالات کا بندہ نہیں تھا، پیش بینی کی اس میں کمی تھی، قدامت پرستی کا مادہ موجود تھا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ کچھ کر گزرنے والا شخص تھا۔ وہ کلیسا اور سلطنت میں اصلاح کی ضرورت کو تسلیم کرتا تھا مگر جس قسم کے انقلابی خیالات اس وقت ہوا میں گونج رہے تھے ان سے اسے مطلق ہمدردی نہیں تھی۔ وہ ایک ایسا انتظام چاہتا تھا جس سے تا حد امکان قدیم صورت معاملات میں ابتری نہ پیدا ہو۔ جنگ کے شور و شغب میں اگر بادشاہت منسوخ کر دی گئی تھی تو طویل العہد پارلیمنٹ کے تجربے نے یہ خیال بھی اس کے دل میں جما دیا تھا کہ ملکی آزادی کی شرط لازمی ہے کہ مجلس وضع قانون کے علاوہ ایک عادلانہ قوت قائم کی جائے۔ اس نے اپنی تلوار کے زور سے آزادیِ ضمیر کو قہیاب کر دیا تھا اور وہ اس کے قائم رکھنے کا پُرچوش حامی تھا۔ مگر اب تک اسکی رائے تھی کہ ایک باضابطہ کلیسا ہونا چاہئے، کلیسا کے انتظامی حلقے ہونے چاہئیں اور عسکر کو پارلیوں کی تنخواہوں میں صرف کرنا چاہئے۔ امور معاشرت میں اس کا مہسلان بالکل وہی تھا جو اس کے

طبقے کے اور لوگوں کا تھا۔ اس نے بعد کی ایک پارلیمنٹ میں یہ کہا تھا کہ ہمیں نسلًا ایک جنٹلمین (شریف خاندان) شخص ہوں اور میرا خیال ہے کہ امرا، شرفا اور متوسط الحال اشخاص کا جو معاشرتی نظام قدیم سے قائم ہے وہ قوم کے لئے مفید اور بہت ہی مفید ہے۔ اسے اس اصول مساوات سے نفرت تھی جو سب کو برابر کر دینا چاہتا تھا۔ وہ دلچسپ سادگی کے ساتھ یہ پوچھتا ہے کہ اس کا منشا کیا ہے؟ یہی کہ کاشتکار دولت و ثروت میں زمیندار کے ہم رتبہ ہو جائے، لیکن میرا خیال یہ ہے کہ اگر ایسا ہوا بھی تو یہ صورت زیادہ دنوں تک قائم نہ رہے گی۔ جو لوگ اس اصول کے حامی ہیں، جب خود ان کی باری آئے گی تو وہی سب سے زیادہ بلند آہنگی کے ساتھ جائداد و اغراض مخصوصہ کی تعریفیں کرنے لگیں گے۔

پس مجلس عارضی کی یہ نیالی اصلاحات کراویل جیسے کارواں شخص کے لئے اسقدر خلاف طبیعت تھیں جسقدر وہ ان اہل قانون اور پادریوں کے ناگوار خاطر تھیں جو ان اصلاحات کا نشانہ بنے ہوئے تھے۔ کراویل کا قول تھا کہ وہ ان لوگوں کے دلوں میں اس کے سوا کچھ نہیں تھا کہ سب کاموں کو اکٹھے دو، لیکن خود مجلس کے اندرونی مناقشات کے باعث اسے اس پریشانی سے نجات مل گئی۔ جس دن عشر کے خلاف فیصلہ ہوا ہے، اس کے دوسرے روز پرانے خیال کے ارکان نے

جدید
نظام سلطنت

اچانک ایک تجویز یہ منظور کرادی کہ دلیہ پارلیمنٹ جس طرح سے مرتب ہوئی ہے اس کے لحاظ سے اب اس کا زائد نشست کرنا دولت عامہ کے مفاد کے خلاف ہے اور مناسب یہ ہے کہ سپردِ اعظم سے جو اختیارات ہمیں حاصل ہوئے تھے ہم اسے واپس کر دیں۔ صدر نے ارکان کی کنارہ کشی کی منظوری کراپول کے حوالہ کر دی اور اس کارروائی پر جب دوبارہ رائے لی گئی تو اکثر ارکان نے اس کی تائید کر کے اسے مستحکم کر دیا۔ اس مجلس عارضی کی برطرفی کے بعد معاملات نے پھر وہی صورت اختیار کر لی جو مجلس کے قیام کے قبل تھی اور یہ عام تشویش بدستور قائم رہی کہ تلوار کی حکومت کے بجائے کسی قسم کی قانونی حکومت قائم کرنا چاہئے۔ مجلس عارضی نے اپنے دوران قیام میں ایک نئی مجلس سلطنت نامہ کی تھی۔ اس جماعت نے فوراً ہی توقع حکومت "یادستور العمل" کے نام سے ایک قابل یادگار نظام سلطنت مرتب کیا جسے افسروں کی مجلس نے بھی قبول کر لیا۔ ضرورت نے انہیں مجبور کر دیا تھا کہ جس کام سے وہ پہلے جھجکتے تھے اب اسی کام کو اختیار کریں یعنی بغیر کسی قانونی بنیاد کے طغیانات انتخاب میں تغیر و تبدل کریں اور انہیں حلقہ ہائے انتخاب میں اصلاح کر کے ایک نئی پارلیمنٹ جمع کریں۔ اس پارلیمنٹ میں چار سو ارکان انگلستان کے لئے تھے اور تیس اسکاتلینڈ اور تیس ہی آئر لینڈ کے لئے تجویز ہوئے تھے چھوٹے چھوٹے ویران قصبوں کو جو جگہیں اب تک حاصل تھیں وہ بڑے حلقوں

توقع حکومت
دوستور العمل
(حکومت)

اور زیادہ تر صوبوں کی طرف منتقل کر دی گئیں۔ ارکان کے انتخاب میں رائے وہی کے تمام مخصوص حقوق منسوخ کر دئے گئے اور رائے وہی کے لئے ایک عام اصول یہ قائم کر دیا گیا کہ دوسو پاؤنڈ کی جائیداد منتقلہ یا غیر منتقلہ کا مالک ہونا چاہئے۔ کیتھولک اور بداندیش اس موقع پر رائے وہی کے حق سے خارج کر دئے گئے تھے (بداندیش سے وہ لوگ مراد تھے جو بادشاہ کی طرف سے لڑے تھے)۔ آئین سلطنت کے رو سے چاہئے یہ تھا کہ حکومت کی تمام مزید ترتیب و تنظیم اسی پارلیمنٹ کے اوپر منحصر کر دی جاتی مگر دوران انتخاب میں بد نظمی کے خوف اور ایک انتظام مستقل کے شوق نے مجلس سلطنت کو اس امر پر آمادہ کیا کہ وہ پروٹیکٹر (محافظ سلطنت) کا عہدہ قبول کر لینے کے لئے کرامویل پر زور ڈالے اور اس طرح اپنے کام کو مکمل کر دے۔ کرامویل کا قول ہے کہ "ان لوگوں نے مجھے کہا کہ اگر میں حکومت کا کام نہ سنبھالوں گا تو ان کاموں کا انتظام و انصرام دشوار ہو جائیگا اور مثل سابق کے خونریزی و ابتری پھر پیدا ہو جائے گی۔" اگر ہم کرامویل کے بیان کو تسلیم کریں تو یہ ماننا پڑیگا کہ اس نے یہ عہدہ اُس وقت قبول کیا جب افسروں نے اس امر پر زور دیا کہ درحقیقت اس سے مقصود یہ ہے کہ سپہ دار اعظم کی حیثیت سے جو اختیارات اسے حاصل ہیں وہ محدود ہو جائیں اور اجتماع پارلیمنٹ کے وقت تک وہ بلا مشورہ مجلس سلطنت کے کوئی کام نہ کر سکے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ اب "محافظ" کے اختیارات

بہت محدود رہ گئے تھے۔ مجلس سلطنت کے ارکان کو اگرچہ ابتداً اسی نے نامزد کیا تھا مگر اب کوئی رکن بلا منظوری بقیہ ارکان کے علمدہ نہیں کیا جاسکتا تھا۔ تمام غیر ملکی معاملات میں ان کا مشورہ ضروری تھا، صلح و جنگ کے لئے ان کی منظوری لازمی تھی۔ سلطنت کے بڑے بڑے عہدوں کے تقرر اور فوجی و ملکی اختیارات کی تفویض کے لئے ان کی رضامندی کی قید تھی۔ آئندہ کے محافظان سلطنت کا انتخاب بھی اسی مجلس کے ہاتھ میں تھا۔ مجلس سلطنت کے انتظامی قیود کے ساتھ پارلیمنٹ کے سیاسی قیود بھی بڑھا دئے گئے۔ دو پارلیمنٹوں کے درمیان زیادہ سے زیادہ تین برس کا وقفہ ہو سکتا تھا۔ پارلیمنٹ کی منظوری کے بغیر نہ قانون بن سکتے تھے اور نہ محسوس لگائے جاسکتے تھے اور پارلیمنٹ جس قانون کو منظور کرے پر ڈکٹیٹر (محافظ سلطنت) اگر اس کی منظوری سے انکار بھی کرے تو بھی بیس روز گزر جانے پر اسے قابل نفاذ سمجھا جانا چاہئے تھا۔ اس میں شک نہیں کہ یہ نیا نظام سلطنت عام پسند تھا۔ ایک صحیح پارلیمنٹ کے وعدے کے چند ماہ کے لئے موجودہ حکومت کے قانونی نقائص پر پرزہ پڑ گیا تھا اس حکومت کو عام طور پر عارضی حیثیت سے قبول کیا گیا تھا اور ان کی کارروائیوں کو قانون قوت اس وقت حاصل ہو سکتی تھی جب آئندہ پارلیمنٹ انہیں منظور کر لیتی اور موسم خزاں میں جو پارلیمنٹ وسٹمنسٹر میں جمع ہوئی اس کے ارکان کی عام خواہش یہ تھی کہ اس معاملہ کو اصول پارلیمنٹ کے موافق طے کر دیا جائے

۱۶۵۴ء کی پارلیمنٹ جس قدر یادگار ہے اور اس نے
انگریزی قوم کی جس قدر صحیح نیابت کی یہ بات کسی دوسری
پارلیمنٹ کو کم نصیب ہوئی ہے تاریخ انگلستان میں یہ پہلی پارلیمنٹ
تھی جس میں اس زمانہ کی پارلیمنٹ کے مانند اسکالینڈ و آئرلینڈ
کے نمائندے انگلستان کے نمائندوں کے پہلو پہ پہلو بیٹھے تھے
اور بادشاہ کے فرمان پذیر و ویران قصبات کے قائم مقام غائب
ہو گئے تھے باوجودیکہ شاہ پرست اور کیتھولک رائے وہی سے
خارج کر دئے گئے تھے اور چند صد سے بڑھے ہوئے جمہوریت
پسند ارکان کے نام بھی مجلس شاہی نے از خود خارج کر دئے تھے
اسپر بھی یہ پارلیمنٹ اپنے قبل کی تمام پارلیمنٹوں کے مقابلے میں
آزاد پارلیمنٹ کہے جانے کی سزاوار ہے۔ رائے دہندوں نے
جس آزادی کے ساتھ اپنے حق کو استعمال کیا تھا اس کا
ایک ثبوت یہ ہے کہ پریسیڈنٹس ارکان بہت بڑی تعداد
میں منتخب ہوئے تھے۔ طویل العہد پارلیمنٹ کے بہت سے ارکان
بھی منتخب ہو گئے تھے۔ ہیسٹرگ پریسیڈنٹ اور ان کے ساتھ لارڈ ہیریٹ
اور سیریری ویس (اکبیر) بھی دوبارہ پارلیمنٹ میں آگئے تھے۔ اس پارلیمنٹ
کا پہلا کام یہ تھا کہ وہ حکومت کے معاملے پر غور کرے۔ ہیسٹرگ
اور اس کے ساتھ زیادہ پر جوش جمہوریت پسندوں نے مجلس سلطنت
اور محافظ سلطنت دونوں کے قانونی جواز سے انکار کر دیا تھا اور
ان کی حجت یہ تھی کہ طویل العہد پارلیمنٹ برطرف ہی نہیں ہوئی
ہے لیکن اس دلیل کا اثر جس قدر عارضی انتظام پر پڑتا تھا اسی قدر

خود اس پارلیمنٹ پر بھی پڑتا تھا جس میں یہ لوگ بھی شریک تھے۔ پس اکثر ارکان نے صرف اس امر کو کافی سمجھا کہ نظام سلطنت اور پروڈگریٹ (محافظة سلطنت) کو عارضی حیثیت سے تسلیم کر لیا جائے۔ اس کے بعد انہوں نے فوراً ہی یہ کارروائی شروع کر دی کہ اصول پارلیمنٹ پر حکومت قائم کی جائے تو قبیح حکومت نے نظام سلطنت کی بنا قرار دی گئی اور اس کے ایک ایک فقرے کو منظور کیا گیا۔ کرامویل کا بحیثیت محافظ کے قائم رہنا بالثفاق عام منظور ہوا، مگر اس امر پر سخت مباحثہ ہوا کہ اسے نامنتوری قوانین یا پارلیمنٹ کے ہم رتہ قانون سازی کا اختیار دیا جائے یا نہ دیا جائے۔ ہیلرک نے اس بحث میں سخت کلامی سے کام لیا مگر اس سے عام اعتدال میں کوئی فرق نہیں آیا لیکن یکایک خود کرامویل نے درمیان میں دخل دیدیا۔ اس نے محافظ کے فرائض کو اگرچہ بادل ناخواستہ قبول کیا تھا مگر وہ سمجھتا تھا کہ اس منصب میں جو کچھ قانونی کمزوری ہے قوم کی منتوری عام نے ضرورت سے زیادہ اس کی تلافی کر دی ہے۔ اس نے کہا کہ اللہ خدائے تعالیٰ اور ان سلطنتوں کے تمام باشندے اس امر کے شاہد ہیں کہ میں اپنی خواہش سے اس جگہ پر نہیں آیا ہوں۔ اس کی حکومت کو شہر لندن نے، فوج نے اور جموں کے موثر فیصلوں نے قبول کر لیا تھا، ہر ضلع نے اس کے پاس محض بھیجے تھے خود ارکان پارلیمنٹ

اس کی طلب پر حاضر ہوئے تھے۔ ان وجوہ سے اس نے یہ سوال کیا کہ کیا وجہ ہے کہ میں اس عنایت خداوندی کو کسی موروثی ادعا کے مقابلے میں کم سمجھوں؟ وہ قوم کی اس رضامندی عام میں خدا کی مرضی کو مضمحل سمجھتا اور اسے وہ گذشتہ بادشاہوں کے "حقوق خدا داد" سے برتر خیال کرتا تھا۔

لیکن کراؤیل دارالعوام کی کارروائیوں کو جس تشویش سے دیکھ رہا تھا اس کی ایک اور وجہ بھی تھی۔ اجتماع پارلیمنٹ سے قبل کے زمانے میں وہ اپنے جوش انتظام میں محض عارضی حکومت کی حد سے بہت آگے بڑھ گیا تھا اس کی مستقل انتظام کی خواہش کو صرف رائے عامہ ہی سے تقویت نہیں حاصل ہوگئی تھی بلکہ ہر روز کی شدید ضرورتیں بھی اس کے خیال کو قوی کرتی جاتی تھیں۔ توقع حکومت "میں یہ قرار پایا تھا کہ جب تک پارلیمنٹ اس معاملہ میں مزید احکام جاری کرے" اس وقت تک "محافظ" اپنے اختیار سے صرف عارضی قوانین نافذ کر سکے گا۔ کراؤیل نے معاً اس اختیار سے فائدہ اٹھا کر اپنی حیرت انگیز قوت عمل کو ثابت کر دیا۔ اجتماع پارلیمنٹ کے قبل کے نو مہینے میں جو نسطھ قوانین نافذ ہوئے۔ پارلیمنٹ سے صلاح ہوگئی کلیسا کا انتظام درست ہو گیا، اسکاٹ لینڈ سے اتحاد مکمل ہو گیا۔ کراؤیل کے خواب و خیال میں کبھی یہ بات نہ تھی کہ ان کارروائیوں پر یا جس اختیار سے یہ کارروائیاں عمل میں

کراؤیل کا نظریہ

آئی ہیں انپراعتراض ہوگا۔ اسے اپنے کام پر اس درجہ وثوق تھا کہ وہ پارلیمنٹ سے صرف ان کی تکمیل کی توقع رکھتا تھا۔ ارکان پارلیمنٹ کے پہلے ہی اجتماع کے موقع پر اس نے کہا تھا کہ تمہارے جمع ہونے کی بڑی غرض یہ ہے کہ تم گزشتہ کا تدارک اور آئندہ کا انتظام کرو اگرچہ میں خود بہت کچھ کرچکا ہوں مگر ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ اسے پریشانی سے صلح اور اسپین سے اتحاد کی ضرورت محسوس ہوئی۔ تمام قوانین کو ایک ضابطے میں مرتب کرنے کے لئے مسودات دارالعوام کے سامنے پیش کئے گئے۔ پارلیمنٹ کی نو آبادی و انتظام کی تکمیل ابھی باقی تھی پس کراہول کو یہ پسند نہیں تھا کہ ان معاملات کو چھوڑ کر آئینی سوالات کی بحث شروع کی جائے کیونکہ اس کا خیال تھا کہ خدا کی مرضی یہ ہے کہ ان معاملات کا فیصلہ ہو جائے لیکن اس سے بھی زیادہ اسے پارلیمنٹ کا یہ دعویٰ ناگوار تھا کہ قانون سازی کا اختیار کلیتہً پارلیمنٹ ہی کو حاصل رہے۔ اوپر ذکر ہوچکا ہے کہ کراہول کو طویل العہد پارلیمنٹ کے تجربہ سے یہ یقین ہو گیا تھا کہ ایک ہی جماعت کے ہاتھ میں قانون سازی و عملات اختیارات کے جمع ہو جانے سے آزادی عامہ کو کس قدر خطرہ پیش آجاتا ہے۔ اس کے خیال میں پارلیمنٹ کے دوامی ہو جانے یا اسکے اختیارات سے عوام کو نقصان پہنچ جانے کا تدارک صرف یوں ہی ہو سکتا تھا کہ حکومت کا کام

ایک شخص واحد اور پارلیمنٹ کے درمیان مشترک ہو جائے اس معاملہ میں اس کے دلائل کیسے ہی قوی ہوں مگر اس نے جس طرح اس مقصد کو پورا کیا وہ آزادی کے حق میں اور آخر کار طریق پیورٹین کے لئے مہلک ثابت ہوا اس نے اپنی تقریر کو ان الفاظ پر ختم کیا تھا کہ اگر خدا نے مجھے اس کام پر متعین کیا ہے اور قوم نے اس کی تصدیق کی ہے تو اب خدا اور قوم ہی اس کام کو میرے ہاتھ سے نکال سکتے ہیں۔ ورنہ کسی اور طرح میں اس سے دست بردار نہیں ہوں گا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے یہ اعلان کر دیا کہ پارلیمنٹ کا کوئی رکن دارالعوام میں داخل نہ ہونے پائے گا جب تک اس اقرار پر دستخط نہ کر دے کہ حکومت جس طرح ایک شخص واحد اور پارلیمنٹ کے درمیان مشترک قرار پا چکی ہے اس میں وہ تغیر نہیں کرے گا۔ کسی پارلیمنٹ کی پٹری اسٹوارٹ یاوشاہ نے اپنے کسی فعل سے نظام سلطنت کے قانون کی اس سے زیادہ دلیرانہ مخالفت نہیں کی تھی۔ یہ کام جس قدر خلاف قانون تھا اسی قدر بے ضرورت بھی تھا صرف سوارکان نے اس قسم کا اقرار کرنے سے انکار کیا اور تین سوارکان نے اس پر دستخط کر دیے۔ اسی سے نظام ہے کہ کراہیل جس اطمینان کا خواہاں تھا وہ باسانی تمام پارلیمنٹ کی کثرت رائے سے بھی حاصل ہو سکتا تھا لیکن اس اقرار کے بعد جو ارکان دارالعوام میں رہ گئے تھے ان میں نظام سلطنت کے کام کے متعلق کسی قسم کا ضعف نہیں پیدا ہوا اور وہ پورے استقلال سے اپنا کام کرتے رہے۔ انہوں نے

حکومت کے متعلق اپنا واحد حق خاموشی کے ساتھ اس طرح ثابت کیا کہ محافظ کے احکام پر نظر ثانی کرنے اور انہیں قانون کی صورت میں لانے کے لئے ایک کمیٹی مقرر کر دی تو قیام حکومت کو ایک مسودہ قانون کی صورت میں پیش کیا گیا اس پر بحث ہوئی اور کسی قدر ترمیم کے بعد تیسری مرتبہ پڑھا گیا۔ لیکن کراچی نے پھر مداخلت کی۔ شاہ پرستوں میں دوبارہ کچھ حرکت پیدا ہوئی تھی اور کراچیوں نے اسے پارلیمنٹ ہی کی مخالفانہ روشوں کی طرف منسوب کیا کہ اسی وجہ سے ان میں یہ نئی توقعات پیدا ہو گئی ہیں۔ وصول محصولات میں تاخیر ہو جانے سے فوج کی تنخواہیں رُکی ہوئی تھیں اور فوج میں بددلی پیدا ہو رہی تھی۔ محافظ نے کہا کہ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ قوم میں امن و سکون پیدا کرنے کے بجائے مقابلے کے لئے میدان تیار کیا جا رہا ہے۔ تم خود انصاف کرو کہ اس حکومت نے جو انتظامات کئے تھے ان پر بحث کرنے میں وقت صرف کرنا قوم کے حق میں کچھ مفید ہو سکتا ہے، اس کے بعد اس نے غصہ اور ملامت کے ساتھ یہ اعلان کر دیا کہ پارلیمنٹ برطرف کر دی گئی ہے۔

۱۶۵۴ء کی پارلیمنٹ کی برطرفی کے ساتھ آئینی حکومت کی تمام ظاہریوں کا خاتمہ ہو گیا "معاذت سلطنت" کا جو طریقہ قائم کیا گیا تھا اس نے خود اپنے ہی فعل سے قانونی تصدیق کے تمام موقعوں کو ضائع کر دیا اور محض مطلق العنانی کی صورت اختیار کر لی جو حقیقت کراچیوں نے اختیار

کیا تھا کہ "وہ توقع حکومت" کی قیود کا پابند تھے اور اس "توقع" میں جو خاص قید اس کے اختیار پر لگائی گئی تھی وہ یہ تھی کہ وہ بغیر منظوری پارلیمنٹ کے محصول نہیں عاید کر سکتا مگر ضرورت کے غرض سے اس شرط کو معطل کر دیا تھا۔ کرامول نے وہ الفاظ استعمال کئے جو اسٹریفرڈ کی زبان سے موزوں معلوم ہوتے، اس نے کہا کہ "مذاہلہ پر نالاشی عمل کرنے کے بجائے حقیقی ظہانیت کو قوم زیادہ پسند کرے گی" اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ شاہ پرستوں کی بغاوت کا اندیشہ ضرور تھا مگر عام بد دلی کے باعث یہ خطرہ معاً دونا ہو گیا تھا۔ وائٹ لاک کا بیان ہے کہ اس موقع پر بہت سے فہمیدہ و معزز مجہان وطن آزادی عامہ سے مایوس ہو کر بادشاہ کے واپس بلانے کی طرف مائل ہو چلے تھے، عام آبادی میں یہ رجعت خیال اور بھی تیزی سے سرایت کر گئی، جیشایر کے ایک وقایع نویس نے وزیر سلطنت کو یہ لکھا تھا کہ "ان صوبجات میں آپ کے ایک ہوا خواہ کے مقابلے میں چارلس اسٹوارٹ کے پانچ سو ہوا خواہ موجود ہیں" لیکن فوج کے غلبہ کے سامنے یہ عام بد دلی بھی بے اثر رہی۔ شاہ پرستوں کی شورش کا سب سے زیادہ خطرناک مرکز پارکشاٹر معلوم ہوتا تھا مگر اس نے مطلق حرکت تک نہ کی، ڈیون ڈارٹ اور نواح ویلز میں کچھ شورشیں ہوئیں مگر وہ بہت جلد وبا دی گئیں اور ان کے سرگروہ پھانسیوں پر لٹکا دیئے گئے۔ شورش اگرچہ آسانی سے دب گئی لیکن

حکومت پر ایک خوف طاری ہو گیا۔ جس کا ثبوت ان پرزور
کارروائیوں سے ملتا ہے جو قیام امن کے خیال سے کراچی
کو اختیار کرنا پڑیں۔ ملک کو دس فوجی حکومتوں میں تقسیم کر دیا
تھا اور ہر حصہ ایک میجر جنرل (امیر حبیب) کے سپرد ہوا اور اسے اختیار
دیا گیا کہ تمام کیتھولکوں اور شاہ پرستوں کے ہتھیار ضبط
کر لے اور مشتبہ لوگوں کو گرفتار کر لے۔ اس فوجی مطلق العنانی میجر جنرل
کے قیام کے لئے روپیہ کی ضرورت یوں پوزی کی گئی کہ مجلس
سلطنت نے ایک حکم جاری کر دیا کہ جن لوگوں نے کسی
زمانے میں بھی بادشاہ کی حمایت میں ہتھیار اٹھائے ہوں
وہ اپنی اس شاہ پرستی کے جرم کے طور پر ہر سال
اپنی آمدنی کا دسواں حصہ خزانے میں داخل کریں۔ یہ حکم
قانون معافی عام کے بالکل خلاف تھا۔ میجر جنرلوں نے اپنی خود سری
میں قدیم مطلق العنانی کی تدبیروں سے بھی فائدہ اٹھایا۔
نکلے ہوئے پادری شورش کے بھڑکانے میں بہت
پرجوش تھے۔ اس کے انتقام کے طور پر ان کے لئے
امامت و معلمی کا کام ممنوع قرار دیا گیا۔ مطابح پر ایک
سخت احتساب قائم کر دیا گیا و اصول خاص "مجانظ" کے حکم سے
جو محصول عائد کئے گئے تھے ان کے وصول کرنے کے لئے
اسباب منقولہ تک ضبط کیا جانے لگا۔ اور جب تلافی
نقصان کے لئے ایک محصول پر عدالت میں مقدمہ دائر
کیا گیا تو استغاثے کا وکیل ثاور میں قید کر دیا گیا۔

اسکاٹلینڈ پر ڈکٹر نے اپنے منصبی اختیار کو اس شان اور ایسی دانائی
 و کے ساتھ استعمال کیا کہ اگر پھر کے لئے معافی ممکن ہے
 آئرلینڈ تو شاید وہ بھی معاف کر دیا جائے۔ طویل العہد پارلیمنٹ
 نے جس قدر اہم کام انجام دینا چاہے تھے ان میں
 سب سے بڑا کام یہ تھا کہ تینوں سلطنتوں کو متحد
 کر دیا جائے، اور سرہیری دین کی قابلیت و کوشش سے
 اس پارلیمنٹ کے ختم ہوتے ہوتے اسکاٹلینڈ اور انگلستان
 کا اتحاد پایہ تکمیل کو پہنچ چکا تھا لیکن اس کا عمل میں
 لانا کراؤیل کے لئے باقی رہ گیا تھا۔ سپہ سالار منگ
 نے چار مہینے کی پر صوب جنگ کے بعد ہالینڈز میں ازسرنو
 سکون پیدا کر دیا اور آٹھ ہزار فوج اور قلعوں کے ایک
 سلسلے کی مدد سے سب سے زیادہ مقصد قبائل کو امن
 قائم رکھنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اب اس کے جانشین جنرل دین
 کی اعتدال پسندی و اصابت رائے سے ملک میں
 ہر طرف اطمینان و سکون ہو گیا۔ پریسبیٹیرین طریق میں اس سے
 زائد کوئی مداخلت نہیں کی گئی کہ مذہبی مجلس عامہ بند کر دی
 لیکن مذہبی آزادی کی پوری پوری حفاظت کی گئی بلکہ
 دین نے ان مظلوموں تک کی حمایت میں کوشش کی
 جنہیں اہل اسکاٹلینڈ اپنے نقص کے باعث جا دوگری کے
 الزام میں طرح طرح کی عقوبت میں مبتلا رکھتے اور
 زندہ جلاؤا لے تھے۔ حکومت کی معدلت گسٹری اور

فوج کے حیرت انگیز انضباط کو نال شاہ پرستوں تک نے تسلیم کر لیا تھا۔ برٹ نے بعد میں کہا تھا کہ اس آٹھ برس کے غصب کے زمانے کو ہم ہمیشہ بہت ہی امن و خوشحالی کا زمانہ سمجھتے رہے ہیں، لیکن ان دونوں سلطنتوں کے ساتھ آئرلینڈ کو حقیقی طور پر متحد کرنے کے لئے زیادہ سخت کارروائیوں کی ضرورت تھی۔ آئرلینڈ نے فتح آئرلینڈ کا کام جاری رکھا تھا اور اس کے انتقال کے بعد جنرل لڈلو نے اسے ٹیکسیل کو پہنچایا۔ جس بیڑی کے ساتھ یہ کام شروع ہوا تھا وہی بیڑی آخر تک قائم رہی۔ ہزاروں آدمی محط اور تلوار کی نذر ہو گئے۔ اطاعت اختیار کرنے والے جہازوں میں بھر بھر کر جمیکا اور جزائر غرب الہند کو بھیجے جا رہے تھے اور وہاں جبریہ مزدوری کے لئے فروخت کئے جاتے تھے۔ تیم لڑکے لڑکیاں اور مقبولوں کی بیوائیں جزائر باریڈوز میں زمینداروں کے ہاتھ فروخت کر دی جاتی تھیں۔ شکست خوردہ کیتھولکوں میں چارلس سے زائد آدمیوں کو یہ اجازت دی گئی کہ وہ دوسرے ممالک کی فوج میں بھرتی ہو کر چلے جائیں، چنانچہ انہوں نے فرانس و اسپین کے جھنڈوں کے نیچے پناہ لی۔ محافظ کے قابلترین چھوٹے بیٹے ہنری کرامول نے نوآبادی کا جو کام شروع کیا وہ تلوار کے کام سے بھی زیادہ حبیب ثابت ہوا۔ اسٹرکی نوآبادی کو نمونہ قرار دیا گیا

حالانکہ یہی وہ جملک کارروائی تھی جس نے آئر لینڈ کے اتحاد کی تمام امیدوں کو خاک میں ملا کر ہمیشہ کے لئے جنگ و بغاوت کا سلسلہ قائم کر دیا تھا۔ رعایا کے مفروضہ جرموں کے اعتبار سے انہیں مختلف درجوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ مناسب عدالتی کارروائی سے جن لوگوں پر قتل عام کی ذاتی شرکت ثابت ہوئی انہیں جلا وطنی یا قتل کی سزا دی گئی۔ معمولی آدمیوں کو عام طور پر معافی مل گئی مگر اس معافی کو زمینداروں تک وسعت نہیں دی گئی۔ جن کیتھولک صاحبان جائداد نے پارلیمنٹ کے متعلق اچھے خیالات کا اظہار نہیں کیا تھا انہوں نے اگرچہ جنگ میں کسی قسم کی شرکت بھی نہ کی پھر بھی بطور سزا ان کی ثلث جائداد ضبط کر لی گئی جن لوگوں نے ہتھیار اٹھائے تھے انکی تمام جائداد ضبط کر لی گئی اور وہ کنٹاک کی طرف نکال دئے گئے اور وہاں مقامی قبائل کی زمینیں لیکران کوئی جائدادیں دی گئیں اس انتظام جدید میں آئر لینڈ پر جو مصیبت نازل ہوئی ایسی مصیبت ازمنہ موجودہ میں کسی قوم پر نازل نہیں ہوئی ہے۔ جن تکلیف وہ روایات نے انگلستان و آئر لینڈ میں تفرقہ ڈال رکھا ہے ان میں پورٹینیوں کی خونریزی اور ضبطی جائداد کی یاد سب سے زیادہ آزار دہ ہے۔ آئر لینڈ کے وہقان کے نزدیک بدترین لعنت کرامول کا نام ہے۔ محافظ کی یہ کارروائی اگرچہ

ہنایت درجہ ظالمانہ تھی مگر جو غرض تھی وہ اس سے
 حاصل ہوگئی۔ اہل ملک کی تمام آبادی بے بس اور پامال
 ہوگئی، امن و انتظام قائم ہوگیا اور انگلستان و اسکاتلینڈ
 سے پروٹسٹنٹ آبادکاروں کی ایک کثیر تعداد کے آجانے سے
 اُس تباہ شدہ ملک کو نئی خوش حالی حاصل ہوگئی۔ سب سے
 بڑھکر یہ کہ اسکاتلینڈ سے وضع قوانین کے متعلق جس قسم
 کا اتحاد ہوگیا تھا ویسا ہی اتحاد اب آئرلینڈ سے بھی
 ہوگیا اور اس ملک کے قائم مقاموں کو عام پارلیمنٹ
 میں تیس جگہیں دی گئیں۔

انگلستان میں کراویل نے شاہ پرستوں کے ساتھ انگلستان

ان دشمنوں کا سا برتاؤ کیا جن سے صلح نامہ ممکن نہ ہوئی اور
 لیکن اور ہر طرح اس نے اپنی تلافی و تدارک کے وعدے صحیحیت
 کو اچھی طرح پورا کیا۔ مجلس عارضی نے جن انتظامی
 اصطلاحات کی تجویز کی تھی ان میں سے بہت سی اصلاحیں
 اسکاتلینڈ کی پارلیمنٹ سے پہلے ہی عمل میں آچکی تھیں
 مگر دارالعوام کی برطرفی کے بعد اس معاملہ میں اور بھی
 زیادہ مستعدی سے کام لیا گیا اور سو کے قریب
 ہنگامی قوانین جاری کئے گئے جس سے حکومت کی
 جفاکشی و کارگزاری ظاہر ہوتی ہے۔ کراویل نے جن ہتھیار
 معاملات کی طرف توجہ کی ان میں پولیس، تفریحات عامہ
 سڑکیں، ایبات، قید خانوں کی حالت، قرضے کی علت میں

قید کیا جانا، صرف چند معاملات ہیں۔ ایک ہنگامی قانون کی رو سے جس میں پچاس سے زیادہ وفیات تھے، عدالت حق رسی کی اصلاح کی گئی۔ حکومت اس وقت کی شکست اور پریسبیٹین طریقہ کی ناکامی سے کلیسا میں ایک اتہری برپا ہو گئی تھی اس اتہری کو متعدد عاقلانہ و معتدلانہ کارروائیوں سے رفع کر کے پھر ایک انتظام قائم کر دیا گیا۔ سرپرستی مذہبی کے حقوق میں کسی طرح کی دست اندازی نہیں کی گئی مگر ایک "مجلس نتیج" اس غرض سے مقرر کی گئی کہ وہ اس امر کی جانچ کرے کہ پادری جن اوقاف پر مامور ہیں وہ اس کے اہل بھی ہیں یا نہیں۔ اس مجلس کے ارکان میں ایک چوتھائی اشخاص ایسے تھے جو طبقہ مذہبی میں داخل نہیں تھے۔ اس کے ساتھ ہی ہر صوبے میں ناظموں اور پادریوں کی ایک مجلس کلیسا قائم کی گئی کہ وہ مذہبی معاملات کی نگرانی کرے اور ادبائش اور ناکارہ پادریوں کی تفتیش کر کے انہیں خارج کر دے۔ کرامویل کے مخالفین ملک کو یہ تسلیم کرنا پڑا کہ اس تجویز پر بہت ہی خوبی کے ساتھ عمل ہوا۔ بقول بیکسٹر اس کارروائی سے ملک میں "ایسے قابل و سنجیدہ واعظ پیدا ہو گئے جو پارسایانہ زندگی بسر کرتے اور رواداری کا پرتاؤ کرتے تھے۔ چونکہ مذہبی سرپرستوں کے حسب ضمی پریسبیٹین اور آزاد خیال دونوں طریق کے پادری مقرر کئے جاسکتے تھے

اسلئے علائقہ یہ مشکل حل ہوگئی کہ مذہبی وسیع انجیلی کی بنا پر تمام پورٹینوں میں اتحاد ہو جانا چاہئے۔ اس نو ترتیب کلیسا سے جو لوگ متفق نہیں تھے ان کے عقائد میں مداخلت کرنے کے اختیارات تمام و کمال اس کلیسا سے نکال لئے گئے تھے۔ کرامویل نے صرف حکومت اساقفہ کے حامیوں سے سختی کا برتاؤ کیا کیونکہ وہ انہیں سیاسی طور پر خطرناک سمجھتا تھا، ورنہ اور تمام اعتبار سے اس نے آخر تک مذہبی آزادی کو قائم رکھا۔ اس نے کونیکرڈ تک سے بھر دی کی اور انہیں اپنی حفاظت میں لے لیا حالانکہ تمام مسیحی فرقے انہیں مسند و مرتد سمجھتے تھے۔ اڈورڈ اول کے زمانے سے یہودی انگلستان سے خارج کر دئے گئے تھے، انہوں نے اب پھر اس ملک میں آنے کی درخواست کی اور کرامویل نے ان کی درخواست کو علمائے مذہب اور تاجروں کی ایک کمیشن کے روبرو اظہار رائے کے لئے پیش کیا۔ کمیشن نے درخواست کو نامنظور کر دیا، مگر کرامویل نے اس نامنظوری کا کچھ خیال نہیں کیا اور چمنڈ یہودی انگلستان میں آکر لندن و آکسفورڈ میں آباد ہو گئے۔ لوگوں نے کرامویل کے اغماض کو اچھی طرح سمجھ لیا اسلئے کسی نے ان سے کچھ تعرض نہیں کیا۔

کرامویل نے خارجی معاملات کو جس طریق پر انجام دیا کرامویل اور اس سے اس کی طبیعت کی کمزوری و قوت اس خوبی سے یورپ

واضح ہو جاتی ہے کہ کسی اور کارروائی سے یہ بات نہیں پیدا ہو سکتی۔ جس اثنا میں انگلستان اپنی آزادی کے لئے ایک سخت اور طولانی جدوجہد میں پھنسا ہوا تھا اسی دوران میں گرو ویش کی دنیا کی حالت تمامہ بدل گئی تھی۔ جنگ سی سالہ ختم ہو چکی تھی گسٹاوس اور اس کے بعد کے سپہ سالاران سویدن کے فتوحات کو ریشیو کی حکمت عملی اور فرانس کی مداخلت سے تائید حاصل ہو گئی تھی۔ جرمنی میں مذہب پروٹسٹنٹ کو خاندان آسٹریا کے نصب وحرص سے اپ کوئی اندیشہ باقی نہیں رہا تھا۔ معاہدہ ویسٹفالیہ کی رو سے قدیم و جدید مذہب والوں کے ممالک میں ایک حد فاصل قائم ہو گئی تھی و حقیقت اب یورپ اس عالی مرتبہ کینٹھوکاک خاندان کے خوف سے بیفکر ہو گیا تھا جس نے چارلس پنجم کے وقت سے یورپ کی آزادی کو خطرے میں ڈال رکھا تھا۔ اس خاندان کی آسٹروی شاخ نے مغرب میں دست اندازی کا خواب دیکھنا چھوڑ دیا تھا۔ اسے ہنگری کو ترکوں کے قبضے سے نکال لینے اور خود آسٹریا کو ان کی دستبرد سے بچانے کے لئے پڑے ہوئے تھے۔ اسپین پر ایک عجیب طرح کی جمود کی حالت طاری تھی۔ یا تو وہ تمام یورپ پر چھا جانے کی کوشش میں تھا اور یا اب خود تیزی کے ساتھ فرانس کے جنگل میں پھنسا چلا جا رہا

تھا۔ فرانس کا اگرچہ وہ دور دورہ نہیں رہا تھا جس کی پشت
لوئس چہارم کے عہد میں پیدا ہو گئی تھی مگر پھر بھی
تمام یورپ میں اس کا اثر غالب تھا۔ مذہبی دشواریوں کے
رفع ہو جانے کے بعد جو امن و انتظام قائم ہو گیا تھا
اس سے اپنے منظم و زرخیز ملک میں فرانسیسی قوم کو
اپنی خلقی محنت اور ذہانت کے ظاہر کرنے کا موقع مل گیا
اس کے ساتھ ہی ہنری چہارم، شلیو اور مازارین کے مرکزی
انتظام کے باعث اس کی تمام دولت و قوت کلیتاً بادشاہ
کے ہاتھ میں آگئی۔ ان تینوں مذکورہ بالا مدبروں کے تحت کراہوں کی
میں فرانس برابر اپنے حدود حکومت کے بڑھانے کی فکر خارجی حکمت
میں لگا رہا اور اگرچہ ابھی تک اس کی تمنا صرف یہی عملی
تھی کہ وہ اسپین و شہنشاہی کے ان ممالک پر قابض
ہو جائے جو اس کی سرحدوں کو پرینز آلیس اور رائن سے
جدا کرتے تھے مگر ایک صاحب فرانس مدبر اچھی طرح
سمجھ سکتا تھا کہ یہ کارروائی تمام یورپ پر فوقیت حاصل
کرنے کے لئے اس وسیع تر کوشش کی ابتدا تھی
جسے ہارلبر کے تدابیر اور اتحاد اعظم کے فتوحات نے
روک دیا۔ لیکن یورپ کے سیاسیات کے سمجھنے میں کراہوں
نے اپنی قدامت پرستی اور وسعت نظر کی کمی کے باعث
غلطی کی، اور اس کا غمگین جوش بھی اس کا موید ہو گیا۔
معلوم ایسا ہوتا ہے کہ اپنے گرد و پیش کی دنیا کے

تغیر حالات کا اسے کچھ احساس ہی نہیں تھا۔ مازارین کے زمانے کے یورپ سے وہ ان امیدوں اور خیالوں کا متوقع تھا جو اس کی نوجوانی میں جنگ سی سالہ کے شروع ہونے وقت تمام یورپ میں پھیلے ہوئے تھے۔ اس کے نزدیک اسپین اب بھی کیتھولکوں کے اندرونی و بیرونی مقاصد کا سرچشمہ تھا۔ اس نے ۱۷۵۹ء کی پارلیمنٹ کے روبرو یہ کہا تھا کہ میں جب سے پیدا ہوا ہوں اسی زمانے سے یہ دیکھ رہا ہوں کہ انگلستان کے طرفدارانِ پوپ کی نسبت یہ سمجھا جاتا ہے کہ ان پر اسپین کا جادو چل گیا ہے اور وہ اسپین کے سوا فرانس یا اور کسی کیتھولک سلطنت کا کچھ خیال نہیں کرتے۔ اسپین کے متعلق کرامویل کی وہی پرانی نصرت قائم تھی جو کسی زمانے میں تمام انگریزوں میں پائی جاتی تھی۔ جیمز اور چارلس کی حکمت عملی سے مجبور ہو کر اسپین نے جرمنی کی جہد و جہدِ عظیم میں جو شرمناک کارروائی کی تھی اس سے کرامویل بدستور متنفس تھا۔ اسب طریق پیورٹنی کے کامیاب ہوجانے سے کرامویل کا بوش مذہبی اور بڑھ گیا جس سے یہ تنفر و متنفس اور قوی ہو گیا۔ اس کے امیرالبحر جب جزائرِ عرب الہند کو روانہ ہونے والے تھے تو اس نے انہیں لکھا تھا کہ خدا خود تمہارے دشمنوں کے خلاف ہے اور اس روئے بابل کے بھی خلاف ہے جس کا سب سے بڑا ماتحت شاہ اسپین ہے، بس اس لحاظ سے ہماری جنگ خدا کی

جنگ ہے کہ کراسویل و حقیقت یہ خواب دیکھ رہا تھا کہ گٹاوس کے عہد میں سوڈن نے جو حیثیت پیدا کر لی ہے وہی حیثیت اب انگلستان کو حاصل ہو جائے گی یعنی وہ مذہب کیتھولک کی دست درازیوں کے مقابلے میں ایک بہت بڑے پروٹسٹنٹ اتحاد کا سرگروہ بن جائے گا۔ اس نے ۱۶۵۴ء کی پارلیمنٹ میں کہا تھا کہ تمہارے کندھوں پر تمام دنیا کے عیسائیوں کے اغراض و مقاصد کا بار ہے۔ میری آرزو یہ ہے کہ ہمارے دلوں پر یہ نقش ہو جائے کہ ہمیں اس مقصد کے لئے پورے جوش سے کام لینا ہے۔

اس کشمکش میں لازمی طور پر پہلی ضرورت یہ تھی کہ اسپین کے پروٹسٹنٹ سلطنتوں کو باہم متحد کر لیا جائے اور کراسویل نے سب سے پہلی کوشش بھی کی کہ ہالینڈ کی مہیبت انگیز و بے نتیجہ جنگ کو کسی نہ کسی طرح ختم کر دے۔ اس جنگ کی سختی ہر مقابلے کے بعد بڑھتی جاتی تھی لیکن انگریزی جہازوں کی صفت کو توڑتے وقت ہالینڈ کے امیر البحر ڈرامپ نے باری زخم کھایا تھا اور اس سے ہالینڈ کی جہتیں لپست ہو گئی تھیں۔ ڈرامپ کے جانشین ڈمی روٹٹر نے اپنی تدبیر و جانفشانی سے ہالینڈ کی زوال پذیر قسمت کو عروج دینے کی بہت کوششیں کیں مگر وہ بات نہ حال ہوئی۔ طویل العہد پارلیمنٹ کا یہ اصرار تھا کہ دونوں ملکوں میں سیاسی اتحاد ہو جائے اور ہالینڈ صرف طویل العہد

پارلیمنٹ کے اخراج کی وجہ سے اس مشکل میں پڑنے سے
 منع گیا۔ کرامویل کی نئی حکمت عملی کا اثر یہ ہوا کہ دونوں ملکوں
 میں صلح ہو گئی۔ صوبیجات متحدہ نے برطانوی سمندروں میں
 انگریزی جہازوں کی فوقیت کو تسلیم کر کے "قانون جہازانی"
 کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی ہالینڈ نے
 یہ بھی اقرار کیا کہ وہ خاندان آرنج کو با اختیار نہ ہونے دیکھا۔
 اس سے انگلستان کو اس خطرے سے نجات مل گئی کہ
 شاہان اسٹوارٹ کی واپسی کی کوشش میں ہالینڈ کی
 فوجیں ان کی مدد کریں گی۔ ہالینڈ سے صلح ہو جانے کے بعد
 ہی اسی قسم کے معاہدے سویڈن و ڈنمارک سے بھی ہو گئے
 اور جب سویڈن کا ایچی اتحاد دوستانہ کے شرائط
 لیکر آیا تو کرامویل نے کوشش کی کہ ہالینڈ برینڈنبرگ
 اور ڈنمارک کی پروٹسٹنٹ سلطنتوں کا ایک اتحاد قائم
 ہو جائے۔ وہ کم و بیش برابر اس کوشش میں لگا رہا مگر اسکی
 سعی بارور نہیں ہوئی اور اس نے یہ عزم کر لیا کہ وہ
 تنہا اپنی تجاویز کو عمل میں لانے کی فکر کرے اہل ہالینڈ
 کی شکست سے انگلستان دنیا میں سب سے بڑی بحری
 طاقت بن گیا تھا اور پارلیمنٹ کی برطانیہ کے قبل دو بیڑے
 خفیہ احکام لئے ہوئے سمندر میں روانہ ہو چکے تھے۔ پہلا بیڑا
 بلجیک کے اٹحت میں بحیرہ روم میں پہنچا اور اس نے
 ٹسکنی سے انگریزی تجارت کے نقصان کا معاوضہ طلب کیا

الجزائر پر گولہ باری کی اور اس بیڑے کو تباہ کرویا جس کی مدد سے چارلس کے زمانے میں الجزائر کے قزاقوں نے انگریزوں پر حملہ کیا تھا۔ پیورٹینوں کو یہ یقین تھا کہ بلیک کی توپوں کی آواز سینٹ انجیلو کے محل میں سنائی دے گی اور خود رونا کرامویل کی عظمت کے سامنے سر جھکا دیکھا لیکن یہ حملہ نہایت ہی ناکامیاب ثابت ہوا۔ اسپین کے خلاف اگرچہ باقاعدہ اعلان جنگ نہیں ہوا تھا مگر ان دونوں مہموں کا مقصد اصلی اسی سلطنت پر حملہ کرنا تھا۔ بلیک سوال اسپین تک پہنچ گیا مگر امریکہ سے آنے والے خزانے کے ہمازوں کو روکنے میں اسے کامیابی نہیں ہوئی۔

دوسری مہم جو جزائر غرب الہند کو روانہ ہوئی تھی وہ بھی سنٹ ڈومنگو پر حملہ کرنے میں ناکام رہی، البتہ اس نے جزیرہ ہیٹی کا قبضہ کر لیا مگر جس قدر اطلاق جان و مال ہوا اس کے مقابلے میں یہ فتح حقیر سمجھی جاتی تھی۔ درحقیقت اس کی اعلیٰ اہمیت یہ تھی کہ اسپین نے جنوبی امریکہ پر جو اپنا ہی حق قائم رکھا تھا اس میں رخنہ پڑ گیا۔ ان مہموں کے سرگروہ واپس آنے پر ٹاور میں بھیجے گئے مگر کرامویل کو اسپین سے جنگ آزمائی کرنا پڑی اور طوعاً یا کرہاً وہ فرانس کے وزیر ازارین کے پنجے میں پھنس گیا۔

۱۶۵۵

۱۶۵۵
پارلیمنٹ

کرامویل کو بدرجہ جمہوری فرانس کے ساتھ معاہدہ اتحاد پارلیمنٹ

دستخط کرنا پڑا اور ان لا حاصل مہات کے مصارف کی وجہ سے اس کے لئے پھر پارلیمنٹ کا طلب کرنا ناگزیر ہو گیا لیکن سابق پارلیمنٹ کے مانند اس مرتبہ کرامویل نے آزادانہ انتخاب پر اعتماد نہیں کیا۔ عارضی قوانین کے بموجب آرگنیزڈ و اسکالینڈ سے جو ساٹھ ارکان آئے وہ محض حکومت کے نامزد کردہ تھے۔ اس امر کی پوری کوشش کی گئی کہ مجلس سلطنت کے زیادہ ممتاز ارکان کا انتخاب ہو جائے۔ یہ اندازہ کیا گیا تھا کہ منتخب شدہ ارکان میں نصف ارکان ایسے تھے جو اپنے عہدے یا اور طرح کے منافع کی وجہ سے حکومت کے ساتھ تعلقات خاص رکھتے تھے۔ اس پر بھی کرامویل کو اطمینان نہیں ہوا، دارالعوام میں داخل ہونے کے قبل ہر رکن سے مجلس سلطنت کی سند طلب کی گئی اور اس بنا پر منتخب شدہ ارکان میں سے ایک چارم یعنی سوارکان دارالعوام کی شرکت سے روک دئے گئے، ہیسٹریک بھی انہیں میں شامل تھا، وجہ یہ قرار دی گئی تھی کہ یہ لوگ حکومت کے ہوا خواہ نہیں ہیں، یا ان کے مذہبی خیالات اچھے نہیں۔ لیکن دارالعوام نے اس مطلق العنان زیادتی کا جواب غیر معمولی اعتدال و دانشمندی سے دیا۔ اس نے اول سے اپنا یہ فشا ظاہر کر دیا کہ وہ حکومت سے کسی طرح کی مزاحمت نہیں کرنا چاہتا۔ اس کے کاموں میں پہلا کام یہ تھا کہ اس نے کرامویل کی حفاظت کا انتظام کیا کیونکہ برابر اس کے قتل کی سازشیں

ہو رہی تھیں۔ اس کی جنگی طرز عمل کی تائید کی اور اس جدوجہد کے جاری رکھنے کے لئے ایسی وسیع رقمیں منظور کیں کہ سابق میں کہیں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ اس وفادارانہ روش کی وجہ سے پارلیمنٹ کے اس اصرار کو تقویت حاصل ہو گئی کہ اس مطلق العنان طریق حکومت کو منظور نہ کیا جائے جس نے عملاً تمام انگلستان کو فوجی قانون کے تابع بنا دیا ہے۔ کرامویل نے افتتاح پارلیمنٹ کے وقت اپنی تقریر میں «فوجداروں» «بیوش» کی خود مختارانہ حکومت کی عطا شدہ تائید کی تھی۔ اس نے نہایت غضبناک طور پر یہ کہا تھا کہ «دشمنوں کے ہٹانے اور مذہب کو ایک روش پر قائم کرنے میں اس طریقے نے جو کام کیا ہے وہ گزشتہ پچاس برس میں انجام نہیں پایا ہے۔ احمقوں کے حدود ملامت کے باوجود میں اس طریقے کو قائم رکھوں گا۔ میں اور معاملات میں جس طرح اب تک سرکف رہا ہوں اسکے لئے بھی سرکف ہوں اور ضرورت ہوگی تو دکھا دوں گا کہ میں کیا کرتا ہوں» لیکن فوجداروں کی کارروائیوں کی تصدیق کے لئے پارلیمنٹ میں مسودہ قانون کے پیش ہو سکتے ہی ایک طولانی مباحثہ شروع ہو گیا اور دارالعوام کا اصلی میدان صاف عیاں ہو گیا۔ ارکان نے «محافظ» کی حکومت کے منظور کرنے کا ارادہ ظاہر کر دیا تھا مگر اس کے ساتھ ہی اپنا یہ عزم بھی ظاہر کر دیا تھا کہ وہ حکومت کو دوبارہ

قانونی بنیاد پر لانا چاہتے ہیں۔ درحقیقت کرامویل کے اکثر دشمن ہو خواہوں کا بھی یہی مقصد تھا۔ ان میں سے ایک شخص نے کرامویل کے بیٹے ہنری کو لکھا تھا کہ "اس قانون کے منظور ہونے سے مجھے جس بات کا زیادہ خطرہ ہے وہ یہ ہے کہ اس طرح اعلیٰ حضرت کی حکومت کا مدار کارِ جبر و تشدد پر زیادہ ہو جائے گا اور اس فطری بنیاد سے اسے اور زیادہ بعد ہو جائے گا جسے قوم بتوسط پارلیمنٹ اس خیال سے قائم کرنا چاہتی ہے کہ وہ بنیاد اس وقت کے ان سے اور زیادہ وابستہ ہو جائے، یہ مسودہ قانون نامنظور ہو گیا اور کرامویل نے منظم سیرجنزوں کے اختیارات واپس لے لئے اور گویا اس طرح قوم کی مرضی کے آگے سر جھکا دیا۔"

کرامویل کے لیکن تلوار کی حکومت علی الاطلاق کی یہ شکست قانونی خصوصاً اختیارات کی دلیرانہ کوششوں کا صرف پہلا قدم تھا۔ پارلیمنٹ تاج شاہی کا کرامویل کے سامنے بادشاہ کا لقب پیش کرنا شخص نامائش پیش کیا یا نہ یا ذلیل خوشامد کے طور پر نہیں تھا بلکہ گزشتہ چند برس کے تجربے نے قوم کو بتا دیا تھا کہ جن قدیم حالات میں اس کی آزادی نے نشوونما حاصل کی ہے وہ کس درجہ قابل قدر ہیں۔ بادشاہ کے اختیارات نظام سلطنت کے نظائر سابقہ کی رو سے محدود تھے۔ استدلالاً یہ کہا جاتا تھا کہ بادشاہ کے مخصوص اختیارات عدالت کے تابع ہیں اور اس کے

حدود ایسے ہی معین و مشخص ہیں جیسے زمین کے ایک ایکڑ کی حد بندی یا کسی فرد واحد کے کسی مقبوضہ کی تشخیص۔ اس کے خلاف "محافظ" تاریخ انگلستان میں ایک نیا شخص تھا اور اس کے اختیارات کے محدود کرنے کے لئے روایتی ذرائع موجود نہیں تھے۔ گلن کا قول تھا کہ "بادشاہ کا منصب فطرۃً قانون کے موافق ہے، قوم اسے سمجھتی ہے، اس کی حیثیت قطعی ہے اور از روئے قانون اس کے حدود اختیارات معین و منضبط ہیں۔" "محافظ" کے عہدے کی یہ حالت نہیں ہے۔ یہی خاص بنا تھی جس کی وجہ سے پارلیمنٹ نے اس عہدے اور اس لقب کے لئے اس قدر اصرار سے کام لیا۔ اصل یہ ہے کہ وارانعوام میں فوجی افسروں اور وارانعوام کے اہل قانون کے درمیان "بادشاہ کے لقب کے پردے میں امرابہ النزاع یہ تھا کہ آئینی و قانونی حکومت دوبارہ بحال ہو جائے یا نہ ہو۔ یہ تجویز بہت بڑی کثرت رائے سے منظور ہو گئی مگر "محافظ" اور پارلیمنٹ کے باہمی مشوروں میں ایک مہینے کا زمانہ گزر گیا۔ پھر بھی اس کا سلسلہ ختم ہونے پر نہ آیا۔ ان مشوروں کے دوران میں کرامول کی معاملہ فہمی، عام قومی احساس سے اس کی واقفیت، پورٹین جس سیاسی و مذہبی آزادی کے لئے لڑے تھے اس کی صیانت و حفاظت کی دلی خواہش، سب مبہم الفاظ میں ظاہر ہوتی رہتی تھی مگر اس تمام اثنا میں وہ جس شے کو دیکھ رہا تھا وہ فوج کا

انداز تھا۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ اس کی حکومت محض تلوار کے زور پر قائم ہے اور سپاہیوں کی بدولی اس عمارت کی بنیاد کو متزلزل کر دے گی۔ وہ اسی حیرت میں پڑا رہا کہ ایک طرف وہ اس انتظام کے سیاسی فوائد کو دیکھتا تھا اور دوسری طرف فوج کے انداز سے وہ سمجھتا تھا کہ اس کا عمل میں آنا ممکن نہیں ہے۔ اس نے یہ کہہ دیا تھا کہ اس کے سپاہی محض معمولی سرسبز نہیں ہیں بلکہ وہ متقی و خدائرس' اشخاص ہیں اور جیتک وہ باہم متحد رہیں گے کوئی دنیاوی و مادی طاقت انہیں مغلوب نہ کر سکے گی۔ وہ ان لوگوں کی عام آواز کو خدا کی آواز سمجھتا تھا اس نے بہت زور دیکر یہ کہا تھا کہ یہ ایماندار و وفادار اشخاص ہیں، حکومت کے عہدات امور پر ثابت قدم ہیں اور اگرچہ ان کا یہ فعل قابل توصیف نہیں ہو سکتا کہ پارلیمنٹ ان کے متعلق جو کچھ طے کرے اسے وہ قبول نہ کریں تاہم یہ میرا فرض اور میرا ایمان ہے کہ میں پارلیمنٹ سے یہ درخواست کروں کہ ان پر ایسی سختی نہ کی جائے جسے وہ برداشت نہ کر سکیں۔ میں یہ خیال نہیں کر سکتا کہ کوئی کام جس سے انہیں بجا طور پر شکایت ہو خدا کو پسند آئے گا، فوج کا رویہ بہت جلد ظاہر ہو گیا فوج کے سرگروہوں نے جس میں لیبرٹ فلپوڈ اور ڈلسبرائی شامل تھے، اپنے استغنے کراویل کے ہاتھ میں دیدئے۔

پارلیمنٹ میں ایک درخواست اس مضمون کی پیش ہوئی کہ جس کام کے خلاف بنے اپنا خون بہایا ہے، یعنی بادشاہت سے پھر بحال نہ کیا جائے۔ کرامول نے یہ سمجھ لیا تھا کہ اس درخواست پر اگر بحث ہوگی تو فوج اور دارالعوام میں علانیہ مخالفت ہو جائے گی اس لئے اس نے اس بحث کی نوبت ہی نہ آنے دی اور پہلے ہی تاج کے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس نے کہا کہ میں بادشاہ کے لقب سے اس حکومت کو قبول نہیں کر سکتا اور اس اہم معاملے کے متعلق ۱۶۵۶ء میں یہی میل جواب ہے۔“

پارلیمنٹ کو اگرچہ اس جواب سے مایوسی ہوئی مگر اسے مفاد سلطنت نہایت درجہ خودداری سے کام لیکر اپنے مقصد کے پورا کا باقاعدہ کرنے کے دوسرے ذرائع اختیار کئے۔ تاج کے ساتھ ہی اس نے اپنے عہدے پر ایک نئے نظام حکومت کے قبول کرنے کی شرط بھی لگا دی نصب ہونا تھی۔ یہ نظام حکومت تو قیہ "حکومت" کی ایک ترمیم کی ہوئی صورت تھی جسے ۱۶۵۳ء کی پارلیمنٹ نے منظور کیا تھا۔ کرامول نے اس نظام حکومت کو پوری آمادگی کے ساتھ منظور کر لیا۔ اس نے یہ اعتراف کیا کہ اس نظام حکومت میں جن امور کا انتظام کیا گیا ہے ان سے بندگان خدا کی آزادی ایسی محفوظ ہو جاتی ہے کہ اس سے قبل کبھی انکی آزادی اس درجہ محفوظ نہیں رہی تھی۔ بادشاہ کے لقب کو محافظ کے خطاب سے بدل کر یہ توثیق حکومت قانون بنا دی۔

۲۶ جون ۱۷۵۷ء

اور پارلیمنٹ کے محافظ کو اس کے عہدے پر باضابطہ نصب کرنا یہ معنی رکھتا تھا کہ کرامویل نے عملاً یہ تسلیم کر لیا تھا کہ اس کی سابقہ حکومت قانوناً جائز نہیں تھی۔ صدر دارالعوام نے اپنے ایوان کی جانب سے کرامویل کو روائے سلطنت پر پناہی، ایک عہدہ اس کے ہاتھ میں دیا اور شمشیر عدل اس کی کمر سے باندھی۔ اس نئے قانون سلطنت کے بموجب کرامویل کو یہ اختیار دیا گیا تھا کہ وہ خود اپنا جانشین نامزد کرے مگر پھر اس کے بعد اس عہدے کا تقرر انتخاب سے ہونا قرار پایا تھا۔ اس کے علاوہ اور تمام اعتبار سے قدیم نظام حکومت کی ہر شے جزاً و کلاً اپنی اپنی جگہ پر بحال کر دی گئی۔ پارلیمنٹ کے پھر دو ایوان قرار پائے اور "دوسرے ایوان" کے ستر ارکان کی نامزدگی پروٹیکٹر کے اختیار میں دیدی گئی۔ دارالعوام کو اس کا قدیمی حق مل گیا یعنی اپنے ارکان کے اوصاف کے متعلق وہی جس طرح چاہے فیصلہ کرے۔ مجلس سلطنت اور ملکی و فوجی عہدہ داروں کے انتخاب میں پارلیمنٹ کی طرف سے قیود عاید کئے گئے، محافظ کے لئے ایک مقررہ آمدنی منظور کی گئی اور یہ شرط کر دی گئی کہ بغیر منظوری پارلیمنٹ کے کوئی رقم نہ وصول کی جائے۔ پیروان پوپ، حامیان آسٹریا، سویسین (مخالفان تثلیث) اور منکران کتب آسمانی کے سوا اور تمام لوگوں کو عبادت کی آزادی دے دی گئی اور عقائد کی

آزادی بلا استثنا سب کو عطا کر دی گئی۔

کراچی کے باقاعدہ اپنے عہدے پر نصب ہو جانے کے بعد کراچی کی پارلیمنٹ کے ملتوی ہو جانے سے اس کی طاقت اپنے اتھارے کی کمال کو پہنچ گئی۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ آخر الامر اس نے اپنی حکومت کو ظفر مندریان قانونی و فوجی بنیاد پر قائم کر دیا ہے۔ غیر ملکی کارروائیوں میں اس کی ابتدائی ناکامی موجودہ شان و شوکت کے سامنے بھلا دی گئی۔ جس دن پارلیمنٹ جمع ہوئی ہے اس سے ایک دن پہلے بلیک کے ناخداؤں میں سے ایک ناخدا نے کسی نہ کسی طرح اسپین کے خزانے کے جہازوں میں سے چند جہازوں کو روک لیا، اور ۱۶۵۶ کے اختتام کے قریب نظام پر یہ معلوم ہوتا تھا کہ "محافظ" کو یورپ میں پھرنے ہی جنگ کا شعلہ روشن کرنے میں کامیابی ہو جائے گی۔ سپریمٹ کی وادیوں میں ڈیوک سیوائے اور اس کی پرنسٹ رعایا میں خلافت پیدا ہو گیا تھا اور کراچی نے اسی سے اپنا مطلب پورا کرنا چاہا۔ ڈیوک کی فوج نے نہایت بیرحمی سے باشندگان ووڈ کا قتل عام کر دیا تھا، اور اس سے تمام یورپ میں سخت برہمی ہو گئی تھی جس کا اثر ملٹن کی بہترین نظموں سے اب تک محسوس ہوتا ہے۔ ایک طرف یہ شاعر خدا سے دعا کر رہا تھا کہ وہ ان شہداء کے خونِ ناحق کا بدلہ لے جنکی ہڈیاں آپس کے سر پہاڑوں پر منتشر پڑی ہیں، دوسری طرف کراچی اس سے پہلے ہی

دنیاوی انتقام کی تیاریاں کر رہا تھا۔ اس محون ناحق کی تلافی کے لئے ایک انگریزی سفیر ڈیوک کے دربار میں متکبرانہ مطالبات کے ساتھ حاضر ہوا اگر ان مطالبات سے انکار کیا جاتا تو فوراً ہی جنگ شروع ہو جاتی کیونکہ سوئٹزرلینڈ کے پروٹسٹنٹ صوبوں کو رشوت دیکر ان سے یہ وعدہ لیلیا گیا تھا کہ سیوائے پر حملہ کرنے کے لئے دن ہزار فوج تیار رکھیں گے لیکن مازارین کی سیاسی پختہ کاری نے اس تدبیر کو چلنے نہ دیا اور اس نے ڈیوک کو مجبور کر دیا کہ وہ کرامویل کے مطالبات کو منظور کر لے۔ اس ظاہری کامیابی سے انگلستان و بیرونجات سب ہی جگہ "محافظ" کو ناموری حال ہو گئی۔ ۱۶۵۷ء کے موسم بہار میں بلیک کو آخری اور سب سے بڑی کامیابی نصیب ہوئی۔ ساٹاکروز کے مضبوط و مسلم بندرگاہ میں اسپین کے وہ سونے چاندی سے بھرے ہوئے جہازات بل گئے جن کی حفاظت کے لئے گیلیین جہازات تھیں تھے۔ بلیک بزور بندرگاہ میں گھس گیا اور تمام جہازوں کو یا جلا ڈالا یا غرق کر دیا۔ اس بحری کامیابی کے بعد ہی خشکی پر بھی کامیابی نے "محافظ" کا ساتھ دیا۔ کرامویل مدت سے ڈنکرک کا مطالبہ کرتا رہا تھا، اور اسی مطالبہ کے منظور نہونے سے وہ فرانس کو مدد دینا قبول نہیں کرتا تھا لیکن آخر یہ مطالبہ منظور ہو گیا اور فلینڈرز پر حملہ کرنے میں یٹورین کی فرانسیسی فوج کے ساتھ پیورٹین فوج کا ایک دستہ بھی شامل ہو گیا۔ مارڈانگ کی تسخیر میں اس دستہ نے جو کار نمایاں کیا

اس سے اس کی بہادری اور ثابت قدمی ضبط و ترتیب آشکارا ہوگئی۔ ڈیونز کی فتح نے اور بھی ان کی بہادری کا سک جھادیا۔ اس فتح نے اہل فلینڈرز کو مجبور کر دیا کہ وہ اپنے دروازے ^{۱۶۵۸} فرانیسیوں کے لئے کھول دیں اور ڈنکرک کرامویل کے حوالہ کردیں۔

انگلستان کے کسی حکمراں کو اس سے زیادہ ناموری کبھی کرامویل حاصل نہیں ہوئی تھی، لیکن اسی جاہ و جلال کے زمانے میں انتھاموت "مخافظ" کیلئے اپنا پنچ پھیلا رہی تھی۔ سال ماقبل میں پارلیمنٹ کے اندر بے ساختہ اس کی زبان سے یہ نکل گیا تھا کہ خدا عظیم ہے کہ اس حکومت کا بار اپنے سر لینے کے بجائے مجھے یہ زیادہ پسند تھا کہ میں اپنے جنگل کے کنارے رہتا اور بھٹیروں کا گڈ پالتا اب اس بار کے ساتھ بیماری کی کمزوری و پریشانی کا اضافہ بھی ہو گیا تھا۔ وہ ظاہراً ایک پرزور اور جفاکش شخص معلوم ہوتا تھا مگر درحقیقت اس کی صحت اس کی قوت عزم کا ساتھ نہیں دیکتی تھی۔ اسکا ٹلینڈ اور آئرلینڈ کے فتوحات کے دوران میں وہ پے درپے بخار میں مبتلا ہو چکا تھا اور گزشتہ سال بھی اس پر بخار کے متواتر حملے ہو چکے تھے۔ چھ مہینے بعد پارلیمنٹ کے دوبارہ کھلنے پر اس نے اپنی تقریر میں دو مرتبہ یہ کہا کہ "مجھے کچھ کمزوری معلوم ہوتی ہے" عام خطبے کے اجلاس سے اس کی حرارت مزاج میں کچھ اور تیزی آگئی تھی۔ روپے

۶۱۶۵۸
جنوری

کی منظوری نہیں ہوئی تھی، فوج کی تنخواہ بہت زیادہ
 چڑھ گئی تھی، اور اس کے ساتھ ہی نئے نظامِ سلطنت
 کے اجرا اور شاہ پرستیوں کی تازہ سازشوں کے باعث
 فوج کا غصہ بڑھتا جا رہا تھا۔ سال مابقی میں جو ارکان دارالعوام
 سے خارج کر دیئے گئے تھے وہ اس نئے نظامِ حکومت
 کی رو سے پھر اپنی جگہوں پر واپس آگئے تھے۔ دارالعوام
 کے مغالطہ آمیز و پر خصومت لب و لہجہ سے قوم کی
 طبیعت کا حال صاف عیاں تھا۔ روپے کی منظوری
 میں اب بھی تاخیر ہو رہی تھی۔ اسی اثناء میں یہ واقعہ
 پیش آیا کہ کرامویل کی تجویز کے موافق پارلیمنٹ کا جو
 ایوان ثانی قائم ہوا تھا اس کے نامزد شدہ ارکان
 کو کرامویل نے لارڈ کے خطابات دیدیئے، اس سے
 دونوں ایوانوں کے درمیان مخالفت اور بھی بڑھ گئی اور
 ہیلرگ اور دوسرے مخالفانِ حکومت نے اس شعلے
 کو اور بھی بھڑکایا۔ دعویٰ یہ کیا گیا تھا کہ نئے نظامِ حکومت
 کے رو سے ایوانِ ثانی کو صرف عدالتی اختیار حاصل ہے،
 قانون وضع کرنے کے اختیارات اسے حاصل نہیں ہیں۔
 اس قسم کی بحث و تکرار نے کرامویل کی اس کوشش
 میں خلل ڈال دیا کہ انگلستان کی سیاسی زندگی کی قدیم
 صورتیں پھر بحال ہو جائیں۔ کرامویل کے ویرار کا ایک
 صاحبِ نظر شخص لکھتا ہے کہ پارلیمنٹ کے اس مناقشے

کے دوبارہ شروع ہو جانے سے کراہیل کا غصہ اور جوش
 آخر جنوں کی حد کو پہنچ گیا یہ اور شاہ پرست فریق کی
 روز افزوں قوت اور بغاوت کے لئے ان کی نئی تیاریوں
 نے اس جنوں کو اور بڑھا دیا۔ اس موقع سے فائدہ اٹھانے
 کے لئے چارلس اپنی فوج کی ایک بہت بڑی جماعت
 کے ساتھ بذات خاص ساحل فلیٹڈرز پر آ گیا تھا۔ دارالعوام
 کے مناقشات اور اس جدید طریقہ حکومت کی ظاہری
 ناپسندیدگی نے اس کی امیدوں کو بہت قوی کر دیا تھا
 اسی مجبوری کی وجہ سے کراہیل کو قدم آگے بڑھانا پڑا۔
 اس نے ایک فوری جوش کی حالت میں اپنی گاڑی طلب
 کی اور چند محافظوں کو ساتھ لیکر وسط منسٹر کی طرف روانہ
 ہو گیا۔ فلیٹڈرز نے اسے سمجھایا مگر اس نے اس کے معروضات
 پر کچھ التفات نہ کیا اور ہردو ایوانوں کے پارلیمنٹ کو اپنے روبرو
 طلب کر کے غصے سے بھری ہوئی تقریر میں ان لوگوں کو
 سرزنش کی، اور آخر میں یہ کہا کہ لا میں اس پارلیمنٹ کو پارلیمنٹ
 برطرف کرتا ہوں خدا ہمارے اور تمہارے درمیان انصاف
 کرے گا یہ اگرچہ ایک مہلک غلطی تھی مگر ہر وقت اس سے سب کام درست ہو گئے
 اپنے مخالفین کی اس شکست سے فوج کا جوش ٹھنڈا پڑ گیا اور چند اشخاص جو اب تک شاہ کی
 تھے وہ سب فوج کی ترقیب جدید کے وقت بہ لطائف الحیل خارج کر دیئے گئے
 فتح مند افسروں نے حلف اٹھایا کہ موت و زلیلت میں
 "اعلیٰ حضرت" کا ساتھ دیں گے۔ صوبوں کی طرف سے کثرت

کے ساتھ سپاس نامے آنے لگے جس سے شاہ پرستوں کی بغاوت کا
 خطرہ رفع ہو گیا۔ بیرون ملک سے پُراز اہمیت خبریں آنے لگیں،
 فلینڈرز کی فقیابی اور ڈنکرک کی حوالگی سے کرامویل کے
 عظیم الشان کارنامے پر تصدیق کی مہر لگ گئی لیکن بخار
 اندر ہی اندر اپنا کام کر رہا تھا۔ کوئیرفاکس نے اسے ہمیشہ کورٹ
 کے باغ میں گھوڑے پر سوار ہو جاتے ہوئے دیکھا تھا۔
 وہ کتا ہے کہ اس کے چہرے سے موت کے علامات
 ظاہر تھے وہ جب اپنے محافظین کے آگے آگے جا رہا تھا
 تو دور سے دیکھ کر بچھے ایسا معلوم ہوا کہ موت نے اس پر
 اپنا پنجہ جمایا ہے اور جب میں پاس آیا تو
 میں نے اسے گویا بالکل ہی مردہ سمجھ لیا، اپنی ان کامیابیوں
 کے دوران میں کرامویل کا دل بہت پریشان تھا۔ اسے
 یہ خیال ہو گیا تھا کہ وہ اپنے مقصد میں ناکامیاب رہا۔
 اسے مطلق العنان بننے کی مطلق خواہش نہیں تھی، نہ اس کا
 یہ عقیدہ تھا کہ محض مطلق العنانی سے ہمیشہ کام چل سکتا ہے۔
 وہ اس امید میں لگا ہوا تھا کہ ملک کو اپنا طرفدار
 بنالے، چنانچہ سابقہ پارلیمنٹ کے برطرف کرنے کے بعد ہی
 وہ دوسری پارلیمنٹ کے طلب کرنے کی کارروائی میں
 مشغول ہو گیا۔ مجلس سلطنت نے اس تجویز سے اختلاف
 کیا، جس سے کرامویل کو غصہ آگیا، اس نے اپنے گھر کے
 لوگوں سے رنج کے ساتھ یہ کہا کہ میں خود اب اپنی تجویز پر

عمل کروں گا، مجھے اب یہ نہیں ہو سکتا کہ میں چپ چاپ بیٹھا رہوں اور ایماندار لوگوں، اور خود قوم کو برباد کرنے کا گناہ اپنے سر لوں، لیکن قبل اس کے کہ یہ تجویز عمل میں آسکے اس کی طاقت نے یکایک جواب دیدیا۔ وہ صاف دیکھ رہا تھا کہ انگلستان اس کے انتقال کے بعد کس ابتری میں مبتلا ہو جائے گا اور اسلئے وہ مرنے پر آمادہ نہیں تھا، ۱۶۵۸ اگست

اس نے اپنے اطباء سے بہت وثوق کے ساتھ کہا کہ یہ سمجھو کہ میں مر جاؤں گا۔ تم کہتے ہو کہ میرے حواس جاتے رہے ہیں مگر ایسا نہیں ہے میں اصل حقیقت سے خوب واقف ہوں اور اپنی حالت کو تمہارے جالینوس و بقراط سے زیادہ قابل وثوق طور پر جانتا ہوں۔ گویا خود خدا ہماری دعاؤں کا جواب دے رہا ہے، درحقیقت اس کی صحت کے لئے دعائیں ہو رہی تھیں مگر موت کا وقت قریب آتا جاتا تھا، یہاں تک کہ خود کرامویل نے بھی سمجھ لیا کہ اب وقت آخر آگیا ہے۔ مرض الموت کی حالت میں اس کی زبان سے یہ نکلا کہ خداوند تعالیٰ اور اس کے بندوں کی خدمت کے لئے اگر میں زندہ رہتا تو بہتر تھا مگر اب میرا کام ختم ہو چکا ہے، بہر حال خدا اپنے بندوں کا نگہبان ہے۔ اس کے انتقال کے قبل ایک سخت طوفان آیا جس سے مکان کی چھتیں اڑ گئیں اور جنگلوں میں بڑے بڑے درخت گر گئے، یہ گویا اس کی پُرزور روح کے جسمِ خاکی سے پرواز کرنے کی تہیہ تھی

اس طرفان سے تین دن بعد ۳ ستمبر کو کراویل نے خاموشی کے ساتھ جان، جان آفریں کے سپرد کی یہ وہی تاریخ تھی جس روز اسے وارنٹر اور ڈینار کی نعشیں حاصل ہوئی تھیں۔

طریقہ بیونی کا زوال

مرنے کے بعد بھی اس کا اثر لوگوں کے دلوں پر اس قدر تھا کہ محض اس نطن پر کہ اس نے مرتے وقت اپنے بیٹے کی جانشینی کی وصیت کی ہے رچرڈ کراویل بلا روکد "محافظ" بن گیا اور طرفداران شاہی حیرت کے ساتھ دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے۔ حقیقت یہ ہے کہ بہت سے ایسے لوگ بھی نئے "محافظ" کے مطیع ہو گئے جنہوں نے اس کے باپ کے حکم سے روگردانی کی تھی۔ پرسیٹرین پادریوں میں بیکسٹر بڑی نمود کا شخص تھا، اس نے اپنے اظہارِ اطاعت کے وقت جس طرح رچرڈ کے سامنے گفتگو کی اس سے اس قسم کے لوگوں کے خیالات کی اصلی کیفیت معلوم ہو جاتی ہے، اس نے کہا کہ "میں دیکھتا ہوں کہ قوم آپکے اس باسن طریق پر عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لے لینے سے عام طور پر خوش ہے۔ بہت سے لوگوں کا یہ خیال ہے کہ یہ بھی ایک عجیب اتفاق تھا کہ ہمارے گزشتہ خوزیز ہنگاموں میں آپ نے کسی قسم کی شرکت نہیں کی، گویا خدا کی یہ خواہش تھی کہ آپ کے ہاتھ سے گزشتہ نقصانات کی تلافی ہو اور جس عبادتگاہ کی تکمیل کی عورت باوجود تنائے ولی کے حضرت داؤد کو اس وجہ سے نہ حال

ہوسکی کہ انہوں نے بہت خونریزی اور بہت جنگ کی تھی وہ آپ کے ہاتھ سے انجام کو پہنچے۔ یہ نیا "محافظ" ایک کمزور و بیکار شخص تھا، اور قوم کا بیشتر حصہ اس امر کو پسند کرتا تھا کہ اس کا حکمراں ایک ایسا شخص ہو جو نہ سپاہی ہو نہ پورٹین ہو اور نہ نئی نئی باتیں نکالے۔ رچرڈ کی نسبت یہ معلوم تھا کہ بالطبع ایک سست و دنیا دار آدمی ہے اور یہ بھی یقین تھا کہ وہ قدامت پرست بلکہ دل میں شاہ پرست ہے۔ اس کی مجلس سلطنت تک میں اس بازگشت خیال کا اثر محسوس ہونے لگا۔ اس مجلس نے پہلا کام یہ کیا کہ کراویل کی سب سے بڑی اصلاح کو پلٹ دیا اور قدیم اصول انتخاب کے موافق نئی پارلیمنٹ کو طلب کر نیلے احکام جاری کئے۔ اس کا اثر نئے دارالعوام کے انداز سے بہت ہی صاف عیاں ہو گیا۔ دین کے جمہوریت پسند پیروؤں کو خفیہ شاہ پرستوں سے پُر زور مدد مل گئی اور انہوں نے کراویل کے طریق انتظام پر سختی کے ساتھ اعتراضات شروع کر دیئے۔ سب سے سخت حملہ سر ایچ کوپر نے کیا۔ کوپر ڈارٹ شاہ کا ایک معزز شخص تھا اور خانہ جنگی میں اولاً بادشاہ کی طرف سے لڑا پھر پارلیمنٹ کی طرف ہو گیا۔ کراویل کی مجلس سلطنت کا رکن رہا اور کچھ ہی زمانہ قبل اس مجلس سے علیحدہ ہو گیا تھا اس نے نہایت ورشتی و طعن و تشنیع کے ساتھ کہا کہ "علحضرت متوفی نے اپنی زندگی میں دغا و جبر سے

رچرڈ کراویل

تمہاری آزادی سلب کر لی تھی اور اپنے مرنے کے بعد بھی تمہیں غلامی میں پھنسا گئے، سپاہیوں کے متعلق بھی اس نے اسی قسم کے سب و شتم سے کام لیا کہ انہوں نے نہ صرف اپنے دشمنوں کو مغلوب کیا بلکہ اپنے ان آقاؤں کو بھی زیر کر لیا جنہوں نے انہیں نوکر رکھا اور ان کی تنخواہیں مقرر کیں انہوں نے صرف اسکاٹ لینڈ و آئر لینڈ ہی کو فتح نہیں کیا بلکہ باغی انگلستان کو بھی فتح کر لیا، اور اس کے اندر حکام و اہل قانون کے مفید فریق کو پامال کر ڈالا، فوج نے بھی جواب دینے میں کوتاہی نہیں کی۔ وہ اسکے قبل ہی مطالبہ کر چکی تھی کہ نئے "محافظ" کی جگہ کوئی سپاہی اس کا جنرل مقرر کیا جائے۔ افسروں کی مجلس کا رویہ اس قدر شدید آمیز ہو گیا تھا کہ دارالعوام نے ان تمام افسروں کی برطرفی کا حکم دیدیا جو پارلیمنٹ کے آزادانہ اجلاس میں دست اندازی و مداخلت سے باز رہنے کا قرار نہ کریں۔ رچرڈ نے افسروں کی مجلس کی برطرفی کا حکم دیا مگر انہوں نے اس کے جواب میں پارلیمنٹ کی برطرفی کا مطالبہ کیا اور رچرڈ کو مجبوراً اس مطالبے کو ماننا پڑا۔ تاہم فوج کا غنما اب بھی یہی تھا کہ ایک منضبط حکومت لائیک پارلیمنٹ قائم ہو جائے۔ نئے محافظ کی کمزوری ظاہر ہو گئی تھی، فوج کے باقی حصے نے اسے بلائے طاق رکھ کر یہ ارادہ کر لیا کہ جس دارالعوام کو کی واپسی اس نے ۱۶۵۳ء میں سینٹ اسٹیون سے نکالا تھا، اسی کے

ما بقی ارکان کو پھر طلب کرے۔ بادشاہ کے قتل کے بعد جو ایک سو ساٹھ ارکان پارلیمنٹ میں شریک ہوتے رہے تھے ان میں سے نوے ارکان نے واپس آکر انتظام ملک اپنے ہاتھ میں لیا۔ لیکن جو ارکان سکاٹلینڈ میں نکلے گئے تھے ان کو بدستور خارج رکھنے سے یہ ثابت ہو گیا کہ قانونی حکومت کے بحال کرنے کا دلی غشا نہیں ہے۔ دارالعوام اور سپاہیوں میں بہت جلد مناقشہ برپا ہو گیا۔ وین کے مشورے کے باوجود دارالعوام نے افسروں میں اصلاح کرنے کی تجویز کر دی اگرچہ ماہ اگست میں چٹائٹر کے شاہ پرستوں کی پورس سے متخاصمین کچھ دیر کے لئے متحد ہو گئے مگر اس خطرے کے رفع ہوتے ہی پھر وہی کشمکش شروع ہو گئی۔ درحقیقت لوگوں کے دلوں میں ایک نئی امید پیدا ہو گئی تھی۔ نہ صرف قوم فوجی حکومت سے دل برداشتہ تھی بلکہ خود فوج میں اختلاف کے آثار ظاہر ہونے لگے تھے۔ فوج جب تک متحد تھی وہ ناقابل فتح تھی مگر اب صورت معاملات و گروہوں ہو رہی تھی۔ آئر لینڈ و اسکاٹ لینڈ فوج کے اندر کی فوجیں اپنے انگلستان کے رفیقوں کی روش پر متعزز اختلافات تھیں اور اسکاٹ لینڈ کی فوج کے سپہ سالار منگ نے یہ دہلی دی تھی کہ میں لندن میں داخل ہو کر پارلیمنٹ کو فوج کے اثر سے آزاد کرا دوں گا۔ ان اختلافات کے باعث ہیلرگ اور اس کے رفقا کی ہمت بڑھ گئی اور انہوں نے فلیٹوڈ

اور لیبرٹ کی برطرفی کا مطالبہ کر دیا۔ فوج نے اس کا جواب یہ دیا کہ پھر پارلیمنٹ کو وسط منسٹر سے نکال دیا اور منک کی فوج سے مقابلہ کرنے کے لئے لیبرٹ کی سرکردگی میں شمال کو روانہ ہو گئی۔ آپس کی مراسلت کے باعث منک کو وقت مل گیا کہ اس نے اوڈنبرا میں ایک عارضی مجلس ملکی جمع کر لی اور روپے اور فزید سپاہیوں کی بھرتی سے اپنے کو مضبوط کر لیا۔ اس کی اس روش نے تمام انگلستان کو اُبھار دیا اور منک کے خیال میں اس قدر جلد تغیر ہو گیا کہ فوج کو مجبور ہو کر باقی ارکان پارلیمنٹ کو پھر بلانا پڑا لیکن منک جلد جلد بڑھتا ہوا کولڈسٹریم سے گزر کر سرحد کے اندر آ گیا۔ آزاد پارلیمنٹ کے پرشور مطالبہ نے تمام ملک میں ایک آگ سی لگادی تھی۔ نہ صرف فینیکس نے (جو مسلح ہو کر یارکشائر میں آ گیا تھا) بلکہ ٹیمز کے جہازات اور لندن کی سڑکیوں کے عوام الناس تک نے بھی شور مچانا شروع کر دیا۔ منک ایک طرف باقی ارکان پارلیمنٹ کے ساتھ وفاداری کا اظہار کرتا جاتا تھا اور دوسری طرف ایک آزاد پارلیمنٹ کے لئے درخواستیں بھی قبول کرتا جاتا تھا۔ وہ بے روک ٹوک لندن میں داخل ہو گیا، فوج اب تک اپنے خیال پر مستحکم تھی مگر وہ منک کے اظہار وفاداری سے دھوکے میں آ گئی اور جب منک نے کوشش کر کے اس کے مختلف دستوں کو ملک میں منتشر کر دیا تو فوج کی قوت بالکل ٹوٹ گئی۔ ۱۶۴۸ء میں پیرامڈ نے

جن ارکان کو دارالعوام سے خارج کر دیا تھا ان میں سے جو باقی رہ گئے تھے وہ ایشیے کوپیر کے اشارے سے پھر بزور پارلیمنٹ میں داخل ہو گئے، اور فوراً ہی عارضی مجلس ملکی یہ تجویز منظور ہو گئی کہ موجودہ پارلیمنٹ برطرف کر دی جائے اور ایک۔۔۔ ۲۵ اپریل۔

نئے دارالعوام کا انتخاب نکل میں آئے۔ نیا دارالعوام جو "عارضی مجلس ملکی" کے نام سے مشہور ہے اس نے جمع ہوتے ہی عہد و میثاق کو قبول کر لیا جس سے پریسیڈنٹ کی طرف اس کا میلان ظاہر ہو گیا۔ اور اس کے سرگروہوں نے بادشاہ کے واپس بلانے کے لئے شرائط مرتب کرنا شروع کر دیئے مگر اس اثنا میں یہ معلوم ہوا کہ منک پہلے ہی سے جلا وطن بادشاہ سے جرأت کر رہا ہے۔ اس صورت میں کسی قسم کی شرط کا عائد کرنا غیر ممکن تھا، چارلس نے اپنا ایک اعلان بریڈا سے شائع کیا اور اس میں اس نے عام معافی، مذہبی رواداری اور قبیح کے مطمئن کرنے کا وعدہ کیا۔ اس اعلان سے قومی جوش کا چشمہ ابھرا اور "عارضی مجلس ملکی" نے باقاعدہ طور پر قدیم نظام حکومت کو ان الفاظ کے ساتھ بحال کر دیا کہ "ملک کے قدیمی و اساسی قوانین کے بموجب حکومت بادشاہ دارالامرا دارالعوام سے مرکب ہے، اور یہی ہونا بھی چاہئے" بادشاہ سے فوراً یہ درخواست کی گئی کہ وہ جلد تر اپنے ملک کو واپس آجائے۔ وہ ڈوور میں اُترا اور ایک مجمع عظیم کے نعرہ بانی مسرت کو سنتا ہوا وہاں ہال کو روانہ ہوا۔ اس موقع پر نئے بادشاہ نے اپنے طبعی طنز کے ساتھ ہنس ہنس کر یہ کہا کہ "یہ میری ہی غلطی ہے کہ میں اس سے قبل واپس نہ آیا کیونکہ کوئی شخص مجھے ایسا نہیں ملتا جو یہ نہ کہتا ہو کہ وہ ہر وقت میرے آنے کا آرزو مند تھا"۔

چارلس کی واپسی

۲۵ مئی

ملٹن

لوگوں کو اب یقین ہو گیا تھا کہ اس زوال کے بعد کبھی مذہب پورٹن
کو عروج حاصل نہیں ہوگا۔ سیاسی تجربے میں اسے قطعاً ناکامی ہوئی اور
اس کی طرف سے ایک تفریبا ہو گیا تھا۔ قومی زندگی کے مذہبی جزو
کی حیثیت سے اس نے ایک ایسا سخت اخلاقی انقلاب پیدا
کر دیا تھا کہ انگلستان کو کبھی ایسے انقلاب سے سابقہ نہیں پڑا تھا۔
لیکن درحقیقت طریق پورٹن مردہ نہیں ہوا تھا بلکہ اس مصیبت و
شکست سے اس کا انداز پر وقار ہو گیا تھا۔ مذہب پورٹن کے زوال
کے بعد سے اس کے اثر کی اصلی کیفیت جیسی کچھ ان مہتمم بالشان
کتابوں سے معلوم ہوتی ہے جو اس کے اعلیٰ ترین و شریف ترین
اثر کو نسلاً بعد نسل منتقل کرتی آئی ہیں۔ ایسی کیفیت کسی اور فریوے سے
نہیں معلوم ہوتی۔ اس زمانے سے اس وقت تک مذہبی کتابوں
میں پورٹن کی نمائندگی "پلگرس پروگریس" (سفرزائر) سے زیادہ کوئی
کتاب عام پسند نہیں ہوئی ہے جس میں مذہب پورٹن کو ایک
قصے کے پیرے میں بیان کیا ہے۔ اسی طرح انگریزی نظموں میں
سب سے زیادہ مہر و لغزینہ نظم "پیریڈائز لاسٹ" (ہبوط از جنت)
ہے اور وہ بھی ایک پورٹن طریقہ کی مشنوی ہے۔ خانہ جنگی کے
دوران میں ملٹن برابر پریسیڈنٹ اور شاہ پرستوں کی مخالفت میں
پھنسا رہا اور ہمیشہ مذہب، ملک، معاشرت اور مطالع کی آزادی
کی حمایت کرتا رہا اور اگرچہ کثرت مطالعہ کی وجہ سے اسی زمانے
میں اس کی آنکھیں خراب ہو چکی تھیں مگر خانہ جنگی کے بعد وہ
"محافظ" کے لاطینی مستند کا کام انجام دیتا رہا۔ رجعت شاہی کے بعد

شاہ پرتوں کے نزدیک وہ سب سے زیادہ مبغوض شخص تھا کیونکہ اسی کی کتاب
 ”حجیت قوم انگلشہ“ (Defence of the English People) نے بادشاہ کے قتل کو تمام یورپ میں بجا ثابت کر دیا تھا۔ پارلیمنٹ
 نے حکم دیا تھا کہ اس کتاب کو ایک معمولی جلاو کے ہاتھ سے
 جلا دیا جائے۔ وہ کچھ زمانے تک قید بھی رہا اور جب رہا ہوا
 اس وقت بھی اسے برابر خطرہ لگا رہتا تھا کہ کوئی پُر جوش
 شاہی سپاہی اسے قتل نہ کر ڈالے۔ اپنے فریق کی تباہی کے ساتھ
 ذاتی مصیبتوں نے اسے اور بھی مبتلائے آلام کر دیا تھا جس کا سہو
 کے پاس اس کی جائداد کا بڑا حصہ محفوظ تھا اس کا دوا لے نکل گیا
 اور جو کچھ بچ رہا تھا، لندن کی آتش زدگی میں اس کا بھی بڑا حصہ
 تباہ ہو گیا۔ بڑھاپے میں وہ اور زیادہ غریب ہو گیا اور مجبور ہو کر
 اپنے کفان کے لئے اپنا کتب خانہ اس نے فروخت کر ڈالا۔ سیاسی
 خیالات میں وہ جن لوگوں کے سیاسی اصولوں سے متفق تھا۔
 مذہبی خیالات میں ان سے بھی جدا تھا کیونکہ اس نے رفتہ رفتہ
 مذہب کی تمام مروجہ صورتوں سے الگ ہو کر آریں کا طریقہ اختیار
 کر لیا تھا اور کسی عبادتگاہ میں نہیں جاتا تھا۔ گھر کے اندر بھی
 اسے مسرت حاصل نہیں تھی۔ مدرسے کی تعلیمی اداس زندگی اور
 مخالفوں کی بحث و جدال میں پڑ کر جوانی کی لطافت و نزاکت
 سب اس سے پہلے ہی رخصت ہو چکی تھیں۔ بڑھاپے میں اسکے
 مزاج میں اور بھی سختی و درشتی آگئی۔ وہ اپنی لڑکیوں سے ان
 زبانوں کی کتابیں پڑھوا کر سنتا تھا جنہیں وہ سمجھ نہیں سکتی تھیں

رہتے تھے۔ اس کی ثقافت آنکھوں سے اندھے پن کا کوئی اثر نہیں معلوم ہوتا تھا۔ اس کی نثر کی تحریروں نے اسے نیک نام کیا ہو یا بد نام مگر اس پندرہ برس کے اندر چند غزلوں کے سوا اس نے نظم میں کچھ اور نہیں کہا تھا۔ اب اس بڑھاپے اور نابینائی کے زمانے میں جبکہ "کوس" کے ادبائوں کے انہوہ کے مثل بدکار لوگوں نے اسکے محبوب ترین مقاصد کو پامال کر دیا تھا، اس نے اس طولانی نظم میں اپنا جو ہر دکھانا چاہا جسے وہ برسوں سے دل ہی دل میں سوچ رہا تھا، اور اسی کو اس نے اپنی راحت کا ذریعہ سمجھا۔

اٹلی کے سفر سے واپس آکر لٹن نے یہ کہا کہ وہ ایک ایسی نظم ^{سط} "پیریڈائز لاسٹ" لکھنے کے خیال میں ہے، جو "جوش جوانی اور سرور سے نہیں (سبوتا از جنت)

پیدا ہو سکتی جیسے کہ ادنیٰ نظمین معمولی طریقوں اور قافیہ پیمائوں کی زبانوں سے نکلا کرتی ہیں، نہ قوت حافظہ و خوش الحانی اس موقع پر کام دیکھتی ہے بلکہ یہ نظم صرف اس ہی القام کی مخلصانہ پریشانی سے وجود میں آسکتی جو گویائی و علم کی دولت کا عطا کرنے والا ہے اور وہی جسے چاہے اس کے لبوں کو اپنے فرشتوں کے ذریعے سے اپنی قریب نگاہ کی مقدس آگ سے پاک کر دے، آخر اس کے لب بھی ایسی ہی آگ سے پاک ہو گئے۔ اس داروگیر اور تنہائی کے زمانے میں وہ اپنی خاموش عورت گاہ

۱۶۶۶ء میں اپنے عظیم الشان کام پر غور کرتا رہا۔ رحبت شاہی کے ساتھ ^{بعد} "پیریڈائز لاسٹ" اور پھر چار برس بعد "پیریڈائز رگینیڈ" اور "سیمین آگونسٹین" شائع ہوئے۔ اس آخری نظم کے پر شکوہ الفاظ سے پتہ چلتا ہے

کہ "سیمین" کے پردے میں شاعر نے خود اپنے نزوال کا خاکہ کھینچا ہے کہ "کیونکر وہ تاریکی و خطرے کے اندر بُرے وقت اور بُرے لوگوں میں پھنس گیا ہے" یہ دونوں آخری نظمیں اگرچہ بہت بلند و برج کی ہیں مگر سابق کی نظم کے سامنے وہ ماند پڑ گئی ہیں۔ ملٹن نے اپنی ساری ذہانت "پیریڈائز لاسٹ" میں صرف کر دی تھی "انسان کی اس پہلی نافرمانی اور شجر ممنوعہ کے پھل کھانے" کی داستان میں جس سے یہ تمام مصیبت و موت نازل ہوئی، "عہد الیزبتھ کے شاعروں کی افسانہ پسندی، رفت خیالی اور بلند پروازی، یونان و روما کے اوبیائے خوبی و ترتیب، "کتاب مقدس" کی عظمت معنوی و شوکت الفاظ سب خوبیاں جمع ہو گئی ہیں۔ جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ یہ نظم کیسے تیسریں اجزا سے مرکب ہے، اس وقت ہمیں اس شخص کی ذہانت کا صحیح اندازہ ہوتا ہے جس نے ان متغائر اجزا کو ملا کر ایک شے واحد بنا دیا۔ ملٹن کی نظم کی شان و دلفریبی میں عبرانی قصے کے خط و خال بالکل چھپ گئے ہیں۔ جینوا کے منقصبانہ خیالات کو "نشأۃ جدیدہ" کے شاندار لباس میں پوشیدہ کر دیا ہے۔ اگر اسپنسر کی سی آزاد خیالی اور ابتدائی نائک لویسوں کی سی نقشہ کشی میں کمی رہ گئی ہے تو ان باتوں کے بجائے اس نظم میں قدما کے شاندار ربط و ترتیب کی ایسی بلند مثال ملتی ہے کہ انگریزی زبان اس کی نظیر نہیں پیش کر سکتی۔ مگر یہاں ہمیں "پیریڈائز لاسٹ" کی علی حثیت سے بحث نہیں ہے بلکہ ہم اس کی تاریخی حالت پر نظر ڈالنا چاہتے ہیں۔ اس کی تاریخی اہمیت کی وجہ یہ ہے کہ وہ مذہب پیورٹین کی ایک مثنوی ہے۔ اسکی

ترتیب ان مسائل پر رکھی گئی ہے جن کے لئے پورٹین مصیبت و تاریکی کے وقت میں لڑ رہے تھے گناہ و نجات اور بدی کے مقابلے میں نیکی کی عالمگیر جدوجہد پر اس نظم کی بنیاد قائم کی گئی ہے۔ پورٹینوں نے محاسن اخلاق کے متعلق اس سختی سے توجہ کی تھی کہ گویا اخلاق کو مجسم بنا دیا تھا۔ اسی سلسلے میں ملٹن نے "گناہ" و "موت" کو زندہ و مجسم کر کے دکھایا ہے۔ پورٹینوں نے تمام دنیا کی خرابیوں کے لئے ایک لفظ "گناہ" مقرر کر لیا تھا اور اپنے جوشِ تنفر میں ان خرابیوں کو اس قدر بڑھا چڑھا کر دکھایا تھا کہ ان کا ایک مجسم بھوت بنا کر کھڑا کر دیا تھا۔ ملٹن نے "شیطان" کی جو ہیئت قرار دی ہے وہ اسی خیال کا نتیجہ ہے۔ پورٹینوں نے جس شان کے ساتھ اس طویل و متلون الحالات کشمکش میں انصاف، قانون اور اعلیٰ مقاصد کے لئے کوششیں کیں، مخاصمت کی ترقی کے ساتھ ان کے اخلاق میں جیسی بلندی آگئی، تمام مراحل میں نیکی و بدی کا جیسا قوی و مجسم تصور انہوں نے پیدا کر دیا، بس برس تک لوگوں کی زندگی جس قسم کے بختِ مباحث، سازش اور جنگ و جدل میں گزری ان سب کا اثر "پیریڈائز لاسٹ" میں نمایاں ہے۔ پورٹینوں کی طبیعت کے اعلیٰ ترین و برترین اوصاف اس نظم سے ظاہر ہوتے ہیں۔ اس نظم کی بلندی و برتری، اس کی پاکیزہ زبان، اس کے اعلیٰ خیالات، ایک خاص ترتیب و روانی کے ساتھ اپنے مقصد اعلیٰ کے حصول کی فکر، ان تمام امور سے پورٹینوں کے اخلاق کا اثر ظاہر ہے۔ خیالات کی انتہائی بلند پروازی کے موقع پر بھی ملٹن

اپنے وقار و خودداری کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتا۔ وہ جس بیان میں ہاتھ لگاتا ہے تیقن کے ساتھ اسے پیش کرتا ہے۔ وہ بہشت کے ذکر کو چھوڑ کر دوزخ کا ذکر کرنے لگے، یا شیطان کے ایوان شوریٰ سے نکل کر آدم و حوا کی دلپذیر مشورتگاہ میں آجائے مگر کسی موقع پر بھی اس کے پائے استقامت کو لغزش نہیں ہوتی اور نہ وہ تذبذب میں پڑتا ہے۔ لیکن اس نظم سے جہاں پیورٹینوں کے اعلیٰ صفات ظاہر ہوتے ہیں وہیں ان کی خرابیاں بھی ہو بہو میان ہو جاتی ہیں۔ اس تمام نظم میں ہم حسرت کے ساتھ یہ محسوس کرتے ہیں کہ اس میں دل پر اثر کرنے والی قلبی بھردی نہیں پائی جاتی، عام بنی نوع انسان کے ساتھ وسعت اخلاق و نیک طبیعتی کا ثبوت اس سے نہیں ملتا، اسرار روحانی کے احساس کا اس میں پتہ نہیں ہے۔ شاعروں نے جن مضامین پر خامہ فرسائی کی ہے ان میں ملٹن کا مضمون سب سے زیادہ پُر اسرار اور مہیب مضمون ہے مگر شیکسپیر کی طرح وہ اپنے خیال کو غیر مرئی اشیاء کے انکشاف حقیقت کی فکر میں پریشان نہیں کرتا۔ اس میں آئس کیلوس کے سے مبہم بیان کا کہیں ذکر نہیں ہے، انسان کی نافرمانی، اور اس کی سزا کی تجویز ایسی ہی صاف و غیر مبہم الفاظ میں بیان کی گئی ہے جیسے پیورٹینوں کے وعظ ہوا کرتے تھے، بقول پوپ ان موقعوں پر خداوند عالم بھی ”مدرسہ کا وعظ“ بناتا ہے۔ ملٹن نے جس طرح اپنی ابتدائی نظموں میں فطرت کی ترتیب و تزیین قرار دی تھی اسی طرح اس نے ”پیریڈائز لاسٹ“ میں بہشت و دوزخ کو ترتیب دیا ہے۔ اس کے قصے کے افراد عظام، فرشتے،

ملانگ مقرب، شیطان، بیلبل، سب عظیم الشان مگر ایک دوسرے سے ممتاز نظر آتے ہیں۔ اس میں امور انسانی کے ساتھ اس قسم کی عام ہمدردی بھی نہیں پائی جاتی ہے جس سے چانس و شیکسپیر کا کلام اسقدر محبوب و مرغوب ہو گیا ہے مگر اسکے ساتھ ہی پیورٹین شخصیت جیسی ملٹن کے کلام سے عیاں ہے، ایسی کسی اور جگہ نہیں پائی جاتی۔ وہ جو کچھ کہتا ہے اس میں گویا اپنی شخصیت کا طول کر دیتا ہے۔ اس کی نظم کے ایک ایک مصرعے سے صاف اسی کی آواز سنائی دیتی ہے۔ اس تمام نظم میں اخلاقی خوبیوں پر جس خشک مزاجی کے ساتھ وہ نظر ڈالتا ہے، جس قطع و برید کے ساتھ وہ حُسن کا نقشہ کھینچتا ہے وہ اسی کے ساتھ مخصوص ہے۔ حوا کے حُسن کی جو حالت اس نے دکھائی ہے اسے کوئی فانی انسان ہرگز پسند نہیں کر سکتا۔ اس کے قصے کے افراد نے جس شان سے اپنے اندرونی جذبات کو دبایا ہے اس سے خود ملٹن کی باطنی کیفیت کا اظہار ہوتا ہے۔ حضرت آدم نے بہشت سے نکلے جانے پر آہ تک نہ کی۔ شیطان اپنی مصیبتوں کو خاموشی و پامردی کے ساتھ برداشت کرتا رہا۔ یہی انتہائی خودداری ہے جس کی وجہ سے اس نظم میں مذاق کا نام و نشان تک نہیں پایا جاتا۔ عام پورٹینوں کی طرح ملٹن بھی اس وصف سے معرا تھا، اگر کہیں اتفاقاً کوئی مذاق آجاتا ہے تو اس سے نظم کی منانت غارت ہو جاتی ہے اور وہ بالکل بیچوڑ معلوم ہوتا ہے۔ عام انسانی ہمدردی کی اسی کمی نے ملٹن میں نالگ نوسیوں کی قابلیت نہیں پیدا ہونے دی۔ ہزاروں مختلف افراد کا خاکہ کھینچنا، ہر ایک کو اسی کے مخصوص الفاظ و افعال میں ظاہر کرنا، ایسی ہستی کو ان افراد کی ہستی میں فنا کر دینا، وہ اوصاف ہیں جنہیں ملٹن کا درجہ تمام بلند پایہ شاعروں سے پست ہے۔

فوج کا منتسب کی نظر ایک تباہی کی داستان تھی۔ بادشاہت کی امید جس طرح چشم زدن میں ہوا ہو گئی تھی وہ اس نظم کے نام ہی سے عیاں کیا جاتا ہے۔ "عساکر جدیدہ" جس پر پورٹینوں کی قوت و امید کا مدار تھا، جب اس نے ہتھیار ڈال دیئے تو گویا ایک مرتبہ پھر بہشت ہاتھ سے نکل گیا۔ چارلس نے دارالصدر کو جاتے جاتے ان سپاہیوں کا معائنہ کیا تھا جو بلیک ہیٹھ میں جمع ہوئے تھے۔ ان سپاہیوں پر اپنے سپہ سالار کی بیوفالی، اپنے سرداروں کی ترک رفاقت، اور ایک مسلح قوم کے اندر گھرے ہونے سے جیسی ہتیناک خاموشی چھائی ہوئی تھی، اسے دیکھ کر اس لاپرواہی بادشاہ کو بھی ایک اندیشہ پیدا ہو گیا تھا لیکن "عساکر جدیدہ" کے فتوحات میں کوئی فتح اس سے زیادہ شاندار نہیں تھی کہ انہوں نے خود اپنے اوپر فتح حاصل کر لی جن کاشتکاروں اور سوداگروں نے رپورٹ کے سواروں کے ٹکڑے اڑا دیئے تھے، وہ بیٹری میں غیر ملکیوں کی فوج کو منتشر کر دیا تھا اور جو بادشاہ اب عیش کرنے کے لئے ملک میں آیا تھا اسے بے یار و مددگار ملک سے باہر نکال دیا تھا۔ سمندر پار کرسی اور ایجنکوریٹ کے ناموں کو زندہ کر دیا تھا، پارلیمنٹ پر حاوی ہو گئے تھے، ایک بادشاہ کو عدالت میں حاضر کر کے اس کا سر قلم کر دیا تھا، انگلستان میں قوانین کی اشاعت کی تھی، کراؤن کی ملک کو نو فزودہ بنا رکھا تھا، وہی کاشتکار و سوداگر آج راضی برضا ہو کر پھر اپنے قدیم مشغلوں میں مصروف ہو گئے اور اپنے اس پاس کے لوگوں میں اگر انہیں کوئی خاص امتیاز حاصل تھا تو یہی کہ وہ ادوروں کی بہ نسبت زیادہ پرہیزگار و جفاکش تھے۔ ان کے ساتھ ہی مذہب پورٹین نے بھی ہتھیار ڈال دیئے۔ وہ اپنی مدت کی اس کوشش کو

ترک کر کے کہ وہ جبر و زور سے خدائی بادشاہت قائم کر دے گا، پھر اپنے اس صحیح کام میں مشغول ہو گیا کہ لوگوں کے دلوں میں نکوکاری کی بادشاہت قائم کرنا چاہئے۔ درحقیقت اسی ظاہری زوال کے وقت سے اسکی اصل ہی فتح شروع ہوئی۔ رجعت شاہی کی ہنگامہ خیزی جب ختم ہو گئی تو لوگ فوراً ہی یہ محسوس کرنے لگے کہ مذہب پیورٹین میں جو کام حقیقتاً کرنے کے تھے ان میں سے کوئی کام بھی ہنوز برباد نہیں ہوا ہے۔ وہ اسٹ ہال کی عیش پرستی، درباریوں کی لاندہبی و عیاشی اور مدبروں کی تباہ کاریوں کے باوجود عام انگریز ویسے کے ویسے ہی رہے۔ وہ سنجیدگی، صداقت، پرہیزگاری، مذہب پیورٹین اور آزادی کی محبت میں بدستور ثابت قدم تھے۔ ۱۶۸۹ء کے انقلاب میں مذہب پیورٹین نے ملکی آزادی کے لئے وہ کام کر دکھایا جسے وہ ۱۶۴۲ء کے انقلاب میں پورا نہ کر سکا تھا۔ ویسلی اور اٹھارویں صدی کی تجدید علوم کے ذریعے سے اس نے مذہبی اصلاح کے اس کام کو پورا کر دیا جسے اس کی ابتدائی کوششوں نے سوہیں پیچھے ہٹا دیا تھا۔ اس نے آہستگی و استقلال کے ساتھ انگریزی معاشرت، انگریزی ادبیات، اور انگریزی سیاسیات میں اپنی ستانت و پاکیزگی کو واٹر و سائر کر دیا۔ رجعت شاہی کے وقت سے انگلستان کی خلافتی و مذہبی ترقی کی تاریخ تمام تر مذہب پیورٹین کی تاریخ ہے۔

صحت نامہ

تاریخ اہل انگلستان کا مجموعہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳	۲۱	انجیل نویسوں کی	انجیل نویسوں کے
۴	۱۴	مگر ایشاؤ کا معدوم	مگر وہ ایشاؤ کا معدوم
۶	حاشیہ	یہ پورٹیں لوگ	پورٹیں
۷	۲	تاؤلوں	تاؤلوں
۸	۱۵	کسان دوکاندار	کسان و دوکاندار
۱۰	۱۸	زندگی کے	زندگی کی
۱۱	۱	ہیئت	ہیئت
۱۲	۴	محافظت	میت
۱۳	۲	کس حد	کسی حد
۱۴	۱۹	اصحاب ورم	اصحاب ورم
۱۵	۱۹	اس کام	اسی کام
۲۳	۱۲	طرز کلیسا	طرز کے کلیسا
۲۴	۱۸	اور اس	اور اسی
۲۴	۸	استغنی یا انفرادی	استغنی یا انفرادی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۳	۹	اس مختصر	اسی مختصر
۳۷	۷	اختیار کر لی تھی	اختیار کر لیا تھا
۳۹	۲۰	دونوں کے دونوں	دو کے دونوں
۴۳	۹	کا ہیلس	کا ہیلس
۴۷	۳	پایا گیا	پایا گیا
۵۰	۲	اور جینے	اور جینے
۵۳	۵	مرکز ہوگی	مرکز ہوگی
۵۶	۱۶	جنہیں	جنہیں
۵۷	۴	امن و آمان	امن و آمان
۵۹	۱۹	تعاقب کے سبب سے	تعاقب کے دوران میں
۶۵	۱۲	جب غصہ	جیسا غصہ
۶۸	۱۷	عہدہ عہدہ	عہدہ
۷۲	۱۰	الکتر	الکتر
۷۶	۱۵	اسپینونکی	اسپینوں کی
۸۷	۴	انکے	رانکے
۹۰	۱۳	نزیسکس	نزیسکس
۹۱	۲	موجودہ	موجود الوقت
۱۱۶	۳	اصل	اصلی
۱۱۸	۱۷	میسجوسٹس	میباجوسٹس

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۲۳	۱۹	بھی	یہی
۱۲۶	۱۷	دونوں کو	دونوں
۱۳۵	۱۹	اس وقت	اس وقت
۱۴۰	۱۲	وہ تحصیل	تحصیل
۱۴۴	۲۱	بادشاہ کے	بادشاہ کی
۱۴۷	۱۴	ریشلیو	ریشلیو
۱۵۳	۵	پرسنٹین	پرسنٹین
۱۵۷	۱۲	”طبقات“	”طبقات“ کو
۱۶۶	۱۱-۱۶	(تکمیل)	”تکمیل“
۱۸۲	۱۹	کسی طرح	کسی طرح کا
”	۲۰	اس گیارہ برس	ان گیارہ برسوں
۱۸۶	۱۵	ہمہ گیری	ہمہ گیری
۱۸۸	۹	پیرین	پیرن
۱۹۳	حاشیہ	عصری	تشریحی
۱۹۵	۱۹	گیاس کا	گیاس کا
۲۰۰	۲۰	فیرق طریق کے	فرقی کے
۲۰۴	۵	کمیٹوں کی مجلس	کمیونوں کی مجلس
۲۰۵	۶	خود مختار	(خود مختار)
۲۰۷	۱۴	ہیلرگ	ہیلرگ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۱۰	۱۳	آدرس	آدرین
۲۱۱	۱۴	حامیان شاہی	(حامیان شاہی)
۲۱۳	۱۴	کولیمبر، ہاسٹ	کولیمبر اور ہاسٹ
۲۳۰	۷	پارلیمنٹ کی	پارلیمنٹ کی فوج
۲۵۹	۱	ممتاز	حمینز
۲۵۷	۲۱	کر لے نے	کر لینے
۲۶۱	۱۲	انکی اغراض	انکے اغراض
۲۶۵	۱۶	جائیں	جائیں گے
۲۹۰	۱۹	طلب	سلب
۲۹۸	۱۸	مجمع	مجمع
۲۹۸	۱	ان س	اس سے
۳۰۰	۱۵	ان پر تہیہ	ان پر تہیہ
۳۰۱	۱۹	فوج	قوم
۳۱۲	۷	چنری	چینسری
۳۲۵	۱۵	کر دیا۔ گیا و صول	کر دیا گیا
۳۲۶	۱۲	مفسد	مفسد
۳۲۹	۱۴	اصطلاحات	اصطلاحات
۳۳۳	۱۸	روک دیا	روک دیا تھا
۳۳۷	۱۶	قائم رکھا تھا	قائم کر رکھا تھا

صفحہ	فلاط	سطر	صفحہ
مزاہمت نہیں کرنا چاہتا	مزاہمت نہیں کرنا چاہتا	۱۹	۳۳۸
(اے اے چیوش)	اے چیوش	۸	۳۳۹
اسے	سے	۳	۳۴۳
ناخداؤں	ناخداؤں	۸	۳۴۵
عیان	میاں	۷	۳۶۴
نکل گئی	نکل گیا	۴	۳۶۶
۲	۱۴	۱	



